إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

www.KitaboSunnat.com

قرآناً عجباً

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

حٰمٓ - 26

نگہت ہاشمی

ALNOOR-PUBLICATIONS
النور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

قرآنًا عجبًا

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

حٰمٓ - 26

نگہت ہاشمی

النور
ALNOOR-PUBLICATIONS

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : قُرْآنًا عَجَبًا (پارہ: 26)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2020ء

طبع دوم : نومبر 2021

طبع سوم : نومبر 2023

تعداد : 1100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 59-C2، فیروز پور لنک روڈ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-37500049, 042-37500048

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ: www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

پرنٹنگ اینڈ ڈیزائننگ

دارالسلام قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، کوٹ عبدالمالک انٹرچینج، لاہور

+92-321-8484569 | +92-300-1001345

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

الحمدللہ رب العٰلمین والصلاۃ والسلام علی النبي الکریم و علی آلہ و صحبہ أجمعین.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔ قارئین کرام! ہمیں جو زندگی عطا کی گئی وہ نہایت مختصر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎ آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے

دلی تمنا ہے کہ زندگی گزارنے کی جو مہلت ملی ہے، اس میں ایسا کام کر جاؤں کہ جب اس جہان سے چلی جاؤں، اگلی زندگی کے انتظار میں قبر میں رکھ دی جاؤں تو میری کتابِ زندگی، میرا نامہ اعمال بند نہ ہو، ایسی نیکیوں کے لیے کھلا رہے جو باقی رہنے والی زندگی کے کام آئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ» ”لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔“ (سلسلہ احادیث صحیحہ: 906)

دنیا کا سب سے قیمتی علم ”قرآن مجید“ کا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» ”تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔“ (صحیح البخاری: 5027)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں اور سب سے بڑا تعاون ”طالب علم“ کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم انداز میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ جہاں آسان الفاظ کا انتخاب ضروری ہے، وہیں اس کے مضامین کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

تفسیر «قرآنًا عجبًا» میں سوال و جواب کے انداز میں ایسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تفسیر میں سوال اٹھا کر اور جواب کو سادگی کے ساتھ مختلف نکات میں بانٹ کر جو آسانی پیدا کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے معزز قارئین کے لیے قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے میں سہولت پیدا ہو گی۔ **وللہ الحمد!**

اللہ تعالیٰ کا پیغام «قرآنًا عجبًا» کی صورت میں ”گھر گھر تک، دنیا بھر تک“ پہنچانا چاہتے ہیں اور اجر کی امید بھی اسی سے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسی ”قرآن مجید“ کو ہر ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں جس کا ایک سرا بندے کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ”رب“ کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رسی کو خود تھام کر دوسروں کو نہیں تھمائیں گے؟

قرآن سیکھیں ـــــ دوسروں کو سکھائیں   خود پڑھیں ـــــ دوسروں کو پڑھوائیں

ایک آیت روزانہ گھر والوں میں بیٹھ کر، کسی آفس میں، کسی بھی مقام پر پڑھنا مشکل نہیں۔ ذوق ہو تو زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آیئے! بے مثال زندگی کے لیے آج ہی سے اس کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طلب گار: **فائزہ خان** (مینیجنگ ڈائریکٹر النور پبلیکیشنز)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

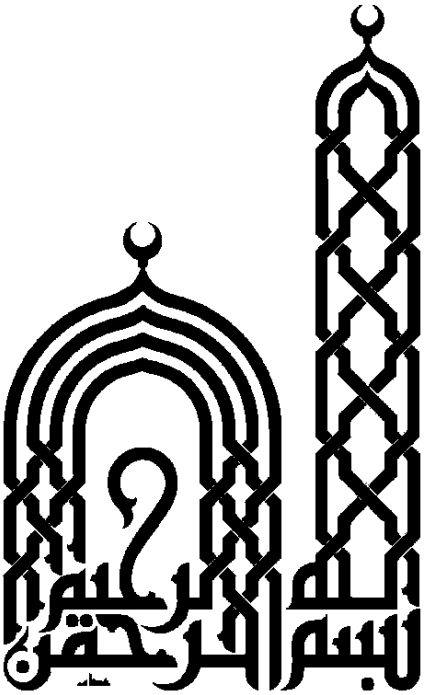

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٰیَاتُهَا 35 | 46 - سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ - 66 | رُكُوْعَاتُهَا 4

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 4 رکوع اور 35 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 46 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 66 ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿حٰمٓ﴾

"حٰمٓ"(1)

سوال: ﴿حٰمٓ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿حٰمٓ﴾ حروف مقطعات میں سے ایک ہے۔ اس کا معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾

"اس کتاب کا نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب کمال حکمت والا ہے"(2)

سوال: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے، اس کی وضاحت ﴿تَنْزِيْلُ ... الْحَكِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ "اس کتاب کا نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب کمال حکمت والا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن نازل فرمایا ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور اس سے راہ نمائی حاصل کریں۔

(2) (i) کتاب اس رب نے نازل کی ہے جو العزیز ہے، وہ بے زور ناصح نہیں غلبہ رکھتا ہے، حکم دیتا ہے اور نافرمانی کرنے والے کو سزا دیتا ہے۔ (ii) کتاب اُس رب نے نازل کی ہے جو الحکیم ہے جس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔ اس نے انسان کو ایسے احکامات دیے ہیں جو اس کے لیے مفید ہیں جن کے بغیر انسانی زندگی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی، جن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احکامات پر عمل کرنا آسان ہے۔(iii) کتاب کا نزول گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ العزیز اور الحکیم ہے۔

(3) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کا کوئی قول اور کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔

﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ

''ہم نے آسمان وزمین اور جو اُن کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ ایک وقت مقررہ کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے

كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ﴾

کفر کیا وہ اُس سے منہ موڑنے والے ہیں جس سے اُنھیں ڈرایا گیا ہے''(3)

سوال: کائنات کی ہر چیز خاص حکمت سے پیدا کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿مَا خَلَقْنَا ... مُعْرِضُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''ہم نے آسمان وزمین اور جو اُن کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ ایک وقت مقررہ کے لیے پیدا کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے کتاب کے نزول کے ساتھ زمین وآسمان کی تخلیق کا ذکر فرمایا۔ اس نے خلق اور امر کو جمع کر دیا، فرمایا:﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اُسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (الاعراف:154) اور فرمایا:﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی اُن ہی کی مثل۔ اُن کے درمیان حکم اُترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علم میں یقیناً ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔'' (الطلاق:12)

(2)﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ﴾ ''وہ فرشتوں کو اپنے حکم سے وحی کے ساتھ اتارتا ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے کہ خبردار کر دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں سو مجھ ہی سے ڈرو۔'' (النحل:2)

(3) رب العزت نے انسانوں کو پیدا کیا اور ان کے لیے زمین وآسمان کی ہر چیز کو مسخر فرمایا، انسان کو عقل عطا فرمائی، بھلائی برائی کی پہچان دی اور انسانوں کے لیے رسول بھیجے اور کتابیں نازل کیں اور انہیں آگاہ کیا کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں ہر شخص جو عمل کر رہا ہے اسے اپنے اعمال کے لیے جوابدہی کرنی ہے پھر اس کی موت کے بعد جب اسے دوبارہ زندگی دی جائے گی وہ ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ اُس زندگی میں جو کچھ ملے گا اِس جہان میں کیے جانے والے اعمال کی جزا کے طور پر، رب العزت کی رحمت سے ملے گا اور جن کو برے اعمال کا بدلہ ملے گا عدل کے ساتھ ملے گا۔ اس لیے اس نے زمین و آسمان کی تخلیق کو ہمارے سامنے رکھا ہے تا کہ ہم اسے محض روٹین کا معاملہ نہیں سنجیدہ معاملہ سمجھیں۔ اس نے فرمایا: ﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ''ہم نے آسمان و زمین اور جو اُن کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بیکار پیدا نہیں کیا۔ اس نے یہ سب کچھ حکمت اور مخلوق میں عدل کے کے لیے پیدا کیا ہے تا کہ اس کے بندے جان لیں کہ جہان بنانے والا عظیم ہے۔ جو یہ زمین و آسمان پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے وہ انسانوں کی جزا سزا کے لیے قیامت کے بعد دوسرا جہان پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ قیامت کے بعد اس جہان میں سب انسانوں کو زندہ کرے گا اور انہیں ان کے اعمال کی جزا سزا دے گا۔

(4) اس نے زمین و آسمان ہمیشہ کے لیے نہیں بنائے، ان کا وقت مقرر ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ ''ایک وقت مقررہ کے لیے'' یعنی اس کی تقدیر میں زمین و آسمان کا وقت مقرر ہے جس میں کمی بیشی ممکن نہیں۔

(5) وہ ہر چیز کو اپنے وقت پر فنا کر دے گا اور وہ قیامت کا دن ہے۔

(6) ﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَمَّاۤ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ اُس سے منہ موڑنے والے ہیں جس سے اُنہیں ڈرایا گیا ہے'' جن لوگوں نے زمین و آسمان بنانے والے کی وحدانیت کو ٹھکرا دیا ہے، اس کا انکار کیا ہے، اس کی تنبیہات کا انکار کیا ہے وہی منہ موڑنے والے ہیں۔ وہ اس سے نہ تو نصیحت حاصل کرتے ہیں اور نہ ہی غور و فکر کرتے ہیں۔ جہاں تک اہل ایمان کا تعلق ہے انہوں نے رب العزت کی نصیحتوں کو قبول کیا، اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور ہر بھلائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ

''کہہ دو کیا تم نے دیکھا جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، مجھے بھی دکھاؤ کہ اُنہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے؟ یا

لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ

آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا

عند الوصل: السّموٰت اِئتونی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

علم کی کوئی نقل شدہ بات ہی میرے پاس لاؤ" (4)

سوال: جھوٹے معبودوں کی بے بسی کی حقیقت بیان کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ ... صٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ "کہہ دو کیا تم نے دیکھا جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو" یعنی آپ ان لوگوں سے کہہ دو جنہوں نے خود ساختہ معبود بنا رکھے ہیں جو نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں، نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں، جن کے اختیار میں نہ زندگی ہے، نہ موت جو اتنے بے بس ہیں کہ کچھ تخلیق نہیں کر سکتے، نہ تخلیق میں ان کا کوئی حصہ ہے۔

(2) ﴿اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ "مجھے بھی دکھاؤ کہ اُنہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے" مجھے دکھاؤ تو سہی کہ زمین کا کون سا ٹکڑا انہوں نے بنایا ہے؟ کیا انہوں نے سمندر بنائے یا پہاڑ جمائے یا دریا چلائے یا درخت اگائے؟ کون سا حصہ ہے آسمان کا جہاں ان کا قبضہ ہے! کیا انہوں نے تخلیق کے کسی کام میں معاونت کی ہے؟ وہ تو کسی ذرے کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ پوری کائنات کا مالک وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ کسی اور کا کوئی اختیار نہیں پھر کیوں انہیں پکارتے ہو؟ کیوں ان سے جڑتے ہو؟ کیوں مصیبت میں انہیں پکارتے ہو؟ وہ تو بالکل بے بس ہیں اور خود تمہارے محتاج ہیں۔

(3) یہ تو بتاؤ یہ شرک تمہیں کس نے سکھایا؟ کس نے تمہیں تعلیم دی ہے؟ ﴿اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ﴾ "اگر تم سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب لاؤ" کوئی کتاب لے آؤ جو قرآن سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

(4) ﴿اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ﴾ "یا علم کی کوئی نقل شدہ بات ہی میرے پاس لاؤ" یا پہلے لوگوں کے علمی آثار میں سے کچھ دکھا دو جو بتوں کی عبادت کے لیے تمہارے دعوے کی درستگی پر دلیل ہوں۔

(5) ﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ "اگر تم سچے ہو" یعنی اپنے اس دعوے میں کہ بتوں کی عبادت تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1457)

(6) قرآن مجید تو یہ تعلیم نہیں دیتا چلو تم کوئی اور آسمانی دلیل لے آؤ پہلے انبیاء کی تعلیمات ہی کو دیکھ لو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾ "اور بلاشبہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو، چنانچہ ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی مسلط ہوگئی سو تم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟'' (النحل:36)

(7) ہر رسول نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی ہے۔﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔'' (الاعراف:59)

(8) اگر شرک درست ہوتا تو تمہارے پاس سینکڑوں دلائل ہوتے۔

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ

''اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے

عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾

حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں'' (5)

سوال: اللہ تعالیٰ کے ما سوا کسی اور کو طاقت ور سمجھ کر اسے پکارنے والا مشرک سب سے بڑا گمراہ ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ... غٰفِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا نہیں پکارتا ہے'' اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو رب العزت کو چھوڑ کر دوسروں کو طاقت ور اور قوت والا سمجھ کر انہیں مدد کے لیے پکارے۔

(2) ﴿مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے'' یعنی جو اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے۔

(3) ﴿وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ''حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں'' کیونکہ نہ وہ سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ بول سکتے ہیں کہ اپنی ضرورت کے بارے میں سوال کر سکیں۔ یعنی نہ تو وہ پکار سنتے ہیں کہ سن کر جواب دے سکیں، نہ پکار سن کر قبول کر سکتے ہیں کہ پھر اس پر عمل درآمد کروا سکیں۔

(4) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہارے ہی جیسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بندے ہیں، پس تم انہیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمہاری دُعا قبول کریں، اگر تم واقعی سچے ہو۔'' (الاعراف:194)

﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾

''اور جب تمام انسان جمع کر دیئے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے'' (6)

سوال: قیامت کے دن خود ساختہ معبود اپنے عبادت گزاروں کے دشمن بن جائیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا حُشِرَ... كٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً﴾ ''اور جب تمام انسان جمع کر دیئے جائیں گے تو وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے'' یعنی قیامت کے دن جب سب قبروں سے اٹھ کر میدان حشر میں جمع ہوں گے تو خود ساختہ معبود اپنے عبادت گزاروں کی عبادت کا انکار کریں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے۔

(2) معبودان غیر اللہ میں وہ معبود بھی شامل ہیں جو لکڑی، پتھر کے بے جان بُت ہیں یا مظاہر قدرت جیسے سورج، چاند، ستارے وغیرہ۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ بولنے کی قوت عطا فرمائے گا اور یہ چیزیں خود بول کر بتائیں گی کہ ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ وہ ہماری عبادت کرتے تھے۔ معبود ان غیر اللہ میں انبیاء، فرشتے اور نیک لوگ شامل ہیں جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدنا عزیر علیہ السلام وغیرہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور انکار کریں گے کہ یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔

(3) ﴿وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ ''اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے'' یعنی جھوٹے معبود کہیں گے یہ ہماری پرستش تو نہیں کرتے تھے۔

(4) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا (٨١) كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (٨٢)﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنائے ہیں تاکہ وہ اُن کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز نہیں! جلد ہی وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مدمقابل ہو جائیں گے۔'' (مریم:82,81)

(5) ﴿وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''اور اس نے کہا کہ تم نے دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کو (معبود) بنایا ہے، دنیا کی زندگی میں اپنے درمیان دوستی کی وجہ سے، قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گا اور تم میں سے کوئی دوسرے پر لعنت کرے گا اور آگ تمہارا ٹھکانہ ہوگی اور تمہارے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔'' (العنکبوت:25)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ﴾ ''ہم آپ کے سامنے برأت کا اظہار کرتے ہیں، یہ ہماری عبادت قطعاً نہیں کرتے تھے۔'' (القصص:63)

(7)﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۲۹﴾﴾ ''اور جس دن ہم اُن سب کو جمع کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے شریک بنائے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ رہو پھر ہم اُن کے درمیان علیحدگی کر دیں گے اور اُن کے شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ سو ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے، بلاشبہ ہم تمہاری عبادت سے یقیناً بے خبر تھے۔'' (یونس:29,28)

﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ

''اور جب ہماری کھلی کھلی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ حق کو جبکہ وہ اُن کے پاس آ چکا کہتے ہیں

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

یہ تو کھلا جادو ہے'' (7)

سوال: مشرک قرآن کو جادو کس وجہ سے کہتے تھے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا تُتْلٰى ... مُّبِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ﴾ ''اور جب ہماری کھلی کھلی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں'' یعنی جب جھٹلانے والوں پر ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو اتنے ہٹ دھرم ہیں کہ جس چیز کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا اس کے متعلق کہتے ہیں۔

(2)﴿قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''تو جن لوگوں نے کفر کیا وہ حق کو جبکہ وہ اُن کے پاس آ چکا کہتے ہیں یہ تو کھلا جادو ہے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں اور اس کی ملاقات کا انکار کرتے ہیں وہ حق یعنی قرآن کے لیے کہتے ہیں کہ یہ کھلا جادو، خود ساختہ کلام ہے۔

(3) کفار مکہ کے قرآن کو صریح جادو کہنے کی دو وجوہ تھیں ایک یہ کہ اس کلام میں بلا کی تاثیر تھی۔ جو بھی یہ کلام سنتا اس کے دل میں اتر جاتا تھا۔ کافر خود بھی اس کی تاثیر کے معترف اور اس سے متاثر ہو جاتے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ جادوگروں کا عموماً یہ کام ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان پھوٹ ڈال دیں یا رشتہ داروں کو آپس میں لڑا دیں۔ ادھر صورت حال یہ تھی کہ جو شخص

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اسلام لے آتا تھا وہ اس کے مقابلہ میں اپنے کسی رشتے دار کی پرواہ نہ کرتا تھا۔اس لحاظ سے بھی کافر قرآن کو جادو اور آپ ﷺ کو جادوگر کہہ دیتے تھے۔(تیسیر القرآن :206/4)

(4)اسلام کی دعوت کی نوعیت اور جادو کی نوعیت ،اسلام کا مقصد اور جادو کا مقصد ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ان دونوں میں کوئی قدر مشترک نہیں جس کی وجہ سے انہیں ایک جیسا قرار دیا جا سکے۔

(5)ان کا یہ قول قلب حقائق کے زمرے میں آتا ہے،جو ضعیف العقل لوگوں میں رواج پا سکتا ہے ورنہ حق ،جسے نبی ﷺ لے کر مبعوث ہوئے ہیں اور جادو کے مابین بہت بڑا تفاوت اور منافات ہے جو زمین و آسمان کے تفاوت سے بڑھ کر ہے۔وہ حق جو غالب ہے اور افلاک کی بلندیوں پر پہنچا ہوا ہے،جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہے،جس کی حقانیت پر دلائل آفاق اور دلائل النفس دلالت کرتے ہیں،جس کے سامنے اصحاب بصیرت اور خردمند لوگ سرنگوں ہیں اور اس کا اقرار کرتے ہیں،اسے باطل پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ جو جادو ہے،جو ظالم،گمراہ،خبیث النفس اور خبیث العمل شخص کے سوا کسی اور سے صادر نہیں ہو سکتا۔پس جادو ایسے ہی شخص کے لئے مناسب اور اس کے موافق حال ہوتا ہے۔کیا یہ باطل کے سوا کچھ اور ہے؟(تفسیر سعدی:2525,2524/3)

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ

''یا وہ کہتے ہیں کہ اُس نے خود ہی اُسے گھڑا ہے؟ کہہ دو اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرے لیے اللہ تعالیٰ سے بچانے کا تم کچھ بھی

هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ

اختیار نہیں رکھتے،تم اُس کے بارے میں جو باتیں بنا رہے ہو وہ انہیں زیادہ جانتا ہے،میرے اور تمہارے درمیان گواہ کے طور پر وہی

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾

کافی ہے اور وہ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''(8)

سوال :قرآن کو گھڑا ہوا کلام قرار دینے والوں کو جو جواب دیا گیا،اس کی وضاحت ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ...الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اُس نے خود ہی اُسے گھڑا ہے''یعنی کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی نہیں بلکہ گھڑا ہوا کلام ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا﴾ ''کہہ دو اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرے لیے اللہ تعالیٰ سے بچانے کا تم کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے'' یعنی اگر آپ لوگ یہ سمجھتے ہو کہ یہ کلام میں نے گھڑا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں ہوں تو مجھے اس کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ ساری دنیا مل کر بھی مجھے اس کے عذاب سے چھڑا نہیں سکتی تھی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (۲۲) اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (۲۳)﴾ ''کہہ دو کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے ہرگز کوئی نہیں بچائے گا اور میں اُس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پاؤں گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بات اور اس کے پیغامات پہنچا دینا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اُس کے لیے بلاشبہ جہنم کی آگ ہے، وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (الجن:23,22)

(3)﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ (۴۴) لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ (۴۵) ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ (۴۶)﴾ ''اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا تو یقیناً ہم اُس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ پھر یقیناً ہم اُس کی رگِ جان کاٹ دیتے۔'' (الحاقۃ:44-46)

(4)﴿هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ﴾ ''تم اُس کے بارے میں جو باتیں بنا رہے ہو وہ انہیں زیادہ جانتا ہے'' رب العزت نے جھوٹا الزام لگانے والوں کو دھمکی دی ہے کہ تمہاری مکاریوں کا رب العزت کو خوب علم ہے۔

(5)﴿كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ﴾ ''میرے اور تمہارے درمیان گواہ کے طور پر وہی کافی ہے'' یعنی مجھ پر اور تم پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے وہی ہمارے درمیان صحیح فیصلہ کرے گا۔

(6)﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' رب العزت نے توبہ کی ترغیب دلائی ہے کہ اب بھی وقت ہے باز آجاؤ۔ سچے دل سے توبہ کرلو۔ گناہوں کو چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم پر رحم فرمائے گا۔

(7) اللہ تعالیٰ اُس کے لئے الغفور ہے جو توبہ کرے، ایمان لے آئے اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ سچا کلام مان لے۔ توبہ کر کے مغفرت کا مستحق بننے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ رحمت کرنے والا ہے۔

(8) وہ تمہیں بھلائی کی توفیق بھی دے گا اور اجر بھی عطا فرمائے گا۔

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ

''کہہ دو میں رسولوں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا؟ میں صرف اس کی پیروی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں تو محض ایک صاف صاف خبردار کر دینے والا ہوں"(9)

سوال: نبوت پر تعجب کیوں ہے بدکتے کیوں ہو، اس کی وضاحت ﴿قُلْ مَا ... نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ "کہہ دو میں رسولوں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں" رب العزت نے نبی ﷺ سے یہ سوال کرنے کے لیے فرمایا ہے کہ تمہیں میری نبوت پر اس قدر تعجب کیوں ہے۔ میں کوئی پہلا نبی تو نہیں ہوں، مجھ سے پہلے ہزاروں رسول آ چکے پھر میری دعوت کا انکار کیوں کرتے ہو؟ یہ بتاؤ کہ مجھ سے اتنا بدکتے کیوں ہو؟

(2) ﴿وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ﴾ "اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا؟" یعنی میں تو ایک بشر ہوں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے اور تمہارے ساتھ کیا! میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے، وہی مجھ پر بھی اپنے فیصلے نافذ کرتا ہے اور تم پر بھی۔

(3) سیدنا خارجہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان کی ایک رشتہ دار عورت ام علاء نامی نے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت بھی کی تھی، انہیں خبر دی کہ انصار نے مہاجرین کو اپنے یہاں ٹھہرانے کے لئے پانسے ڈالے تو سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا قیام ہمارے حصے میں آیا۔ ام علاء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ہمارے گھر ٹھہرے اور کچھ مدت بعد وہ بیمار پڑ گئے۔ ہم نے ان کی تیمارداری کی مگر کچھ دن بعد ان کی وفات ہو گئی۔ جب ہم انہیں کفن دے چکے تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ میں نے کہا: ابوالسائب! (عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت) تم پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں، میری گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے یہاں تمہاری ضرور عزت اور بڑائی کی ہوگی۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: "یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت اور بڑائی کی ہوگی؟" میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں! مجھے یہ بات کسی ذریعہ سے معلوم نہیں ہوئی ہے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: "عثمان رضی اللہ عنہ کا جہاں تک معاملہ ہے تو اللہ گواہ ہے کہ ان کی وفات ہو چکی اور میں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے خیر ہی کی امید رکھتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود مجھے یہ علم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔" ام علاء رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: اللہ کی قسم! اب اس کے بعد میں کسی شخص کی پاکی کبھی بیان نہیں کروں گی۔ (بخاری: 2687)

(4) ﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ "میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے" یعنی میں اپنی طرف سے کچھ بھی پیش نہیں کرتا میں تو وحی کی پیروی کرتا ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور میں تو محض ایک صاف صاف خبردار کردینے والا ہوں'' یعنی میرا کام تو خبردار کرنا ہے۔ اگر تم میری رسالت قبول کرلو تو یہ دنیا و آخرت میں تمہارے لیے باعث سعادت ہے۔ جہاں تک میرے فرائض کا تعلق ہے تو میں انہیں پورا انجام دے رہا ہوں۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ

''کہہ دو کیا تم نے دیکھا اگر یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو اور تم نے اس کا کفر کیا حالانکہ اس جیسے کلام پر بنی اسرائیل کے ایک گواہ

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

نے گواہی بھی دی، پھر وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا، یقیناً اللہ تعالیٰ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (10)

سوال: قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو حق ہے، جو اسے نہیں مانتے وہ ظالم ہیں، اس کی وضاحت ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ﴾ ''کہہ دو کیا تم نے دیکھا اگر یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو اور تم نے اس کا کفر کیا'' یعنی واقعی یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہوا اور تم نے اس کا انکار کیا تو یہ بتاؤ تمہارا کیا حشر ہو گا؟ جس رب نے مجھے یہ کلام دے کر تمہارے پاس بھیجا ہے اور تم نہیں مانتے تو یہ بتاؤ وہ تمہیں کیا سزا دے گا۔

(2)﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ﴾ ''حالانکہ اس جیسے کلام پر بنی اسرائیل کے ایک گواہ نے گواہی بھی دی'' یعنی بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے اس کی گواہی دے دی ہے اور وہ عبداللہ بن سلام تھے اور گواہی یہ تھی کہ تورات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور قرآن اس کی مثل ہے۔

(3)﴿فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ﴾ ''پھر وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا'' یعنی وہ تو قرآن کو پہچان کر اس پر ایمان لے آئے اور ہدایت پاگئے جب کہ ان کے مقابلے میں تم نے تکبر کیا۔ تمہارا یہ رویہ ظلم کے سوا اور کیا ہے؟ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کے بارے میں جو زندہ ہو اور زمین پر چل پھر رہا ہو، میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبانی اس کا جنتی ہونا نہیں سنا، سوائے سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے۔ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔'' اس جیسے (کلام) پر بنی اسرائیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ایک گواہ نے گواہی دی ہے۔ پھر وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (بخاری:3812)

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا" تم نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

(5) اور یہ ظلم ہے کہ حق قبول کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود تکبر سے اسے ٹھکرا دیا جائے۔ (تفسیر سعدی:2526/2)

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ

"اور کافروں نے ایمان والوں کے متعلق کہا کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو وہ ہم سے پہلے اس کی طرف نہ آتے اور جب انہوں نے

يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ﴾

اس سے ہدایت نہیں پائی تو ضرور وہ کہیں گے: "یہ تو پرانا جھوٹ ہے" (11)

سوال: مشرکوں کے قول کی وضاحت ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ ... قَدِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ﴾ "اور کافروں نے ایمان والوں کے متعلق کہا کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو وہ ہم سے پہلے اس کی طرف نہ آتے" مشرکوں نے کہا تھا کہ قرآن میں خیر و برکت ہوتی تو ہم پہلے ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے بن جاتے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، سیدنا عمار رضی اللہ عنہ، سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ، سیدنا خباب رضی اللہ عنہ وغیرہ ہم سے آگے نہ بڑھتے۔ ہم ان سے زیادہ عقل مند ہیں، یہ ہم سے کیسے آگے بڑھ سکتے ہیں۔

(2) (i) دنیا میں مال و دولت کا پانا اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبولیت کی دلیل نہیں۔

(ii) اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کے لئے ایمان اور اخلاص کی ضرورت ہے۔

(3) ان کا یہ قول ایک لحاظ سے باطل ہے۔ کون سی دلیل اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حق کی علامت یہ ہے کہ اہل تکذیب اہل ایمان پر سبقت لے جائیں؟ کیا وہ زیادہ پاک نفس اور عقل و خرد میں زیادہ کامل ہیں؟ کیا ہدایت ان کے ہاتھ میں ہے؟ مگر یہ کلام جو ان سے صادر ہوا، جسے وہ اپنی طرف منسوب کرتے ہیں اس شخص کے کلام کی مانند ہے جو کسی چیز پر قدرت نہ رکھتا ہو اور وہ اس چیز کی مذمت کرنا شروع کر دے۔ (تفسیر سعدی:2527,2526/3)

(4) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ "اور آپ ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ ہٹاؤ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اُس کی رضا چاہتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں، اُن کے حساب میں سے آپ پر کچھ نہیں اور نہ ہی آپ کے حساب میں سے ان پر کچھ ہے کہ آپ ان کو اپنے سے دور ہٹا دیں، پس آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔'' (الانعام:52)

(5) ﴿وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ﴾ ''اور جب اُنہوں نے اس سے ہدایت نہیں پائی تو ضرور وہ کہیں گے: ''یہ تو پرانا جھوٹ ہے'' یعنی ان کے حق قبول نہ کرنے، قرآن کی راہ سے فائدہ نہ اٹھانے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کو جھوٹ، جادو اور گھڑا ہوا کلام کہا، حالانکہ قرآن حق ہے جس میں شک نہیں۔

(6) وہ اپنی ازلی بدبختی کی وجہ سے ایمان نہیں رکھتے اور اپنی ندامت کو دور کرنے کے لیے قرآن کو پرانے لوگوں کی کہانیاں قرار دیتے ہیں۔ یہی ان کا تکبر اور غرور ہے کہ وہ حق کو نہیں مانتے۔

(7) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تکبر حق کا انکار کرنے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔'' (مسلم:265)

﴿وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ

''اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب راہ نما اور رحمت تھی اور یہ تصدیق کرنے والی کتاب عربی زبان میں ہے تا کہ جن لوگوں نے

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ﴾

ظلم کیا وہ اُنہیں ڈرائے اور نیکی کرنے والوں کے لیے خوش خبری ہو'' (12)

سوال: تورات کی طرح قرآن بھی امام اور رحمت ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمِنْ ... لِلْمُحْسِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً﴾ ''اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب راہ نما اور رحمت تھی'' یعنی قرآن سے پہلے تورات نازل ہوئی جو امام اور رحمت تھی اگر وہ اس کی ہدایت پر چلتے تو سعادت اور کمال تک پہنچتے۔

(2) ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ﴾ ''اور یہ تصدیق کرنے والی کتاب'' یہ قرآن تمام الہامی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے یعنی انہیں سچی کتابیں مانتا ہے اور ان کی موافقت کرتا ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ (۴) مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴿٤﴾ ''اُس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اُس نے تورات اور انجیل بھی نازل کی۔ اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور اُسی نے حق اور باطل میں فرق کرنے والا (قرآن) اُتارا ہے، یقیناً جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیا، اُن کے لیے زبردست عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔'' (آل عمران:4،3)

(4)﴿لِّسَانًا عَرَبِيًّا﴾ ''عربی زبان میں ہے'' یعنی عربی زبان کی وجہ سے اس کا علم حاصل کرنا اور اس سے نصیحت پکڑنا آسان ہے۔ (5) یہ اظہار اس لئے کیا گیا تا کہ اہل عرب پر اللہ تعالیٰ کے احسان کا اظہار کیا جائے کہ ان کی زبان میں قرآن مجید کا نازل ہونا اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے۔

(6)﴿لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ''تا کہ جن لوگوں نے ظلم کیا وہ اُنہیں ڈرائے'' تا کہ ان لوگوں کو برے انجام سے خبردار کرے جنہوں نے شرک کیا اور نافرمانیاں کیں اور اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اگر وہ اپنے ظلم پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ انہیں دردناک عذاب دے گا۔

(7)﴿وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور نیکی کرنے والوں کے لیے خوش خبری ہو'' یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اخلاص سے کرتے ہیں اور مخلوق کو نفع پہنچانے اور ان سے حسن سلوک کرنے میں مخلص ہیں، جو اپنے عقیدے، اقوال اور اعمال میں مخلص ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں بڑا اجر ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر ثابت قدم رہے تو اُن پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' (13)

سوال 1: استقامت کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... يَحْزَنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر ثابت قدم رہے'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتے ہیں اور اس کی اطاعت پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔

(2) یعنی انہوں نے توحید کو جو علم کا خلاصہ ہے اور استقامت کو جو عمل کی انتہا ہے، جمع کر دیا ہے۔ (تفسیر قاسمی:14/15)

(3)(i) استقامت اختیار کرنے سے مراد یہ ہے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان کر اسلام کو دین کے طور پر اختیار کر لینا۔

(ii) استقامت اختیار کرنے سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان کر محمد ﷺ کو اپنا راہ نما، ہادی اور راہبر تسلیم کرنا اور اُن کی سنت کی مستقل پیروی کرنا۔ (iii) استقامت سے مراد ہے دل اور نفس کے اسلام پر اطمینان کے بعد ہر قسم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شک کا دور ہو جانا اور خیالات اور تصورات کا اسلام کی حقانیت پر جم جانا۔(iv)استقامت سے مراد ہے تمام دوسری کوششوں اور دلچسپیوں، رجحانات اور میلانات کا محور و مرکز اسلام اور اسلامی مشن کا بن جانا۔(v)استقامت سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر کے حق پر جم جانا۔

(4)رسول اللہ ﷺ نے استقامت کو ایمان کے بعد دین کی سب سے بڑی حقیقت قرار دیا۔ نبی ﷺ کے ایک ارشاد گرامی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ استقامت تکمیل دین ہے۔ سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! مجھے اسلام میں ایک ایسی بات بتا دیجئے پھر میں آپ ﷺ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو کہہ کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا پھر اس پر ڈٹ جا۔'' (مسلم:159)

(5)نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل سے استقامت کا شاندار نمونہ قائم کیا۔ کتب حدیث و سیرت میں ایسے واقعات موجود ہیں جن سے آپ ﷺ کی بے مثال استقامت کا ثبوت ملتا ہے۔ مشرکین مکہ نے جب جناب ابوطالب پر بے پناہ دباؤ ڈالا تھا کہ وہ آپ ﷺ کو دعوت کے کام سے روکیں تو اس انتہائی مایوس کن صورت حال میں آپ ﷺ کا بیان استقامت کی لازوال مثال ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عم محترم! بخدا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تب بھی میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس دعوت کو غالب کر دے یا میں اس کی راہ میں ختم ہو جاؤں۔'' آپ ﷺ نے مشکلات و مصائب، ایذاء رسانیوں اور ستم رانیوں کا مکی دور استقامت سے گزارا اور اب مدنی دور میں کفر کی ان تدابیر کا سامنا تھا جن کے ذریعے وہ مسلمانوں اور اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے۔ یہی وہ پرآشوب دور ہے جس میں آپ ﷺ کو اپنے پیروؤں کے ساتھ میدان جنگ میں مسلح تصادم کا سامنا کرنا پڑا۔ ان جنگوں میں ایسے شدید مراحل آئے جہاں بہادر سے بہادر انسان بھی اپنی جگہ سے ہٹنے پر مجبور ہو جاتا لیکن ان مقامات و مواقع پر نبی ﷺ کی شان استقامت کے شاندار مظاہر نظر آتے ہیں۔ غزوہ حنین میں جب قبیلہ ہوازن کے تیراندازوں کی بوچھاڑ سے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بھی قدم اکھڑ گئے تو آپ ﷺ استقامت کے کوہ گراں کی طرح میدان جنگ میں جمے رہے اور اس وقت زبان مبارک پر تھا: ﴿اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ، اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ﴾ ''میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں'' آپ ﷺ کے بے مثال اسوۂ نے آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں وہ استقامت پیدا کی کہ وہ تاریخ انسانی کے لیے روشن مثالیں بن گئے۔ آل یاسر رضی اللہ عنہ، سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ، سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ، سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سمیت بعض جلیل القدر اور ذونسب صحابہ بھی مشرکین مکہ کی ایذاء رسانیوں اور ظلم و ستم کے سامنے عظمت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پہاڑ ثابت ہوئے۔(انسان کامل:643)

(6)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ(۳۰)نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ(۳۱)نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ(۳۲)﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اُس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے۔ بے حد بخشنے والے، بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر۔'' (حٰمٓ السجدہ:30-32)

(7)﴿وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَی الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا﴾ ''اور یہ کہ اگر لوگ راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہتے تو ہم اُنہیں ضرور بہت وافر پانی سے پلاتے۔'' (الجن:16)

(8)﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ ''تو اُن پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' ان کے لیے نہ آنے والے شر کا خوف ہے اور نہ اس پر غم ہے جو پیچھے چھوڑ دیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کو اپنا رب بنانے سے انسان کی زندگی میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: (1) سب سے پہلی تبدیلی تو انسان کے شعور میں آتی ہے انسان کی سوچ کا رخ رب کی طرف ہو جاتا ہے تو رب اُس کی زندگی کا محور و مرکز بن جاتا ہے۔ (2) انسان کی گفتگو میں تبدیلی آجاتی ہے، اُس کی گفتگو رب کی یادوں کا عکس ہوتی ہے۔ وہ جہاں بھی ہو رب کی بڑائی بیان کرنے والا بن جاتا ہے۔

(3) انسان کی سرگرمیوں کا رخ بدل جاتا ہے، ہر سرگرمی کا ایک ہی عنوان ٹھہرتا ہے: ﴿رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے۔

(4) انسان کے تعلقات کی بنیاد رب کی محبت بن جاتی ہے۔ (5) انسان ہر معاملے میں اُس سے اُمید باندھنے لگ جاتا ہے۔

(6) انسان رب کی ناراضگی سے ڈرنے لگ جاتا ہے۔ (7) انسان رب کی رضا کے لئے بڑے سے بڑا کام کر گزرتا ہے۔

(8) انسان اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو جاتا ہے۔ (9) انسان کا سب سے بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا بن جاتا ہے۔

(10) انسان انبیاء کو اپنے لئے راہ نما بنا کر اُس راستے پر چل نکلتا ہے۔ (11) اللہ تعالیٰ کو اپنا رب بنا لینا تو ایک lifestyle ہے۔ یہ محض زبانی اقرار نہیں زندگی کے ہر میدان میں خدا رُخی زندگی اختیار کرنا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾

''یہی لوگ جنت والے ہیں، اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اُن اعمال کی جزا میں جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' (14)

سوال 1: ﴿اُولٰٓئِكَ ... يَعۡمَلُوۡنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا﴾ ''یہی لوگ جنت والے ہیں، اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''، یعنی وہ ہمیشہ رہنے والی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ وہ وہاں سے کبھی نکلنا نہیں چاہیں گے نہ انہیں نکالا جائے گا۔ وہ اس مقام کو کبھی بدلنا نہیں چاہیں گے۔

(2) ﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''اُن اعمال کی جزا میں جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' ان کی جزا اعمال صالحہ کرنے اور اعمال فاسدہ چھوڑنے پر ہوگی کہ انہیں کوئی غم اور خوف نہ ہوگا۔

سوال 2: جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخلہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟

جواب: جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخلہ نیک اعمال کی وجہ سے ممکن ہوسکتا ہے اور نیک اعمال کی بنیاد اللہ تعالیٰ کو اپنا رب بنا کر اُس پر جم جانا ہے۔

﴿وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ اِحۡسٰنًا ؕ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ كُرۡهًا

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی، اُس کی ماں نے ناگواری کی حالت میں اُس کو پیٹ میں رکھا

وَّوَضَعَتۡهُ كُرۡهًا ؕ وَحَمۡلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا ؕ حَتّٰٓى

اور ناگواری کی حالت میں ہی اُس کو جنم دیا اور اُس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس ماہ کا ہے، یہاں تک کہ

اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِىۡۤ اَنۡ

جب وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا اُس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری

اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِىۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰٮهُ

اُس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائی اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جس سے تو راضی

وَاَصۡلِحۡ لِىۡ فِىۡ ذُرِّيَّتِىۡ ؕۚ اِنِّىۡ تُبۡتُ اِلَيۡكَ وَاِنِّىۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ﴾

ہوجائے اور میرے لیے میری اولاد کی اصلاح کردے، بلاشبہ میں نے تیری طرف توبہ کی اور یقیناً میں مسلمانوں میں سے ہوں'' (15)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ ... شَهْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) توحید، اخلاص اور استقامت کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم ہے۔ ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا﴾ ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی'' یعنی ہم نے تاکید کے ساتھ وصیت کی ہے کہ والدین کے ساتھ حسن معاملہ کریں۔

(2) اور یہ تب ممکن ہے جب ان کو ایذاء دینے سے رکیں اور ان دونوں کو خیر پہنچائیں اور معروف میں ان کی اطاعت کریں اور موت کے بعد بھی ان کے لیے نیکیاں کریں۔ لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اس وصیت پر عمل کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو اس وصیت کو نافذ نہیں کرتے۔ (ایسر التفاسیر: 1462، 1463)

(3) یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف و کرم اور والدین کی قدر و توقیر ہے کہ اس نے اولاد کو حکم دیا اور ان کو اس امر کا پابند کیا کہ وہ نرم و ملائم بات، مال و نفقہ اور دیگر طریقوں سے اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ (تفسیر سعدی: 2528/3)

(4) ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ ''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔'' (بنی اسرائیل: 23)

(5) ﴿حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا﴾ ''اُس کی ماں نے ناگواری کی حالت میں اُس کو پیٹ میں رکھا'' یعنی ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اور نیکیوں کو واجب کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس کی ماں نے 9 ماہ تک حمل کی مشقت اٹھا کر طرح طرح کے درد برداشت کیے اور اس کی پیدائش کی مشقت اٹھائی۔ کوئی سنگ دل ہی ماؤں کی تکلیفوں سے ناواقف رہتا ہے۔

(6) حمل کی مشقتیں: حمل کے فوراً بعد انسان کے ابتدائی cells رحم مادر کی دیواروں سے چمٹ جاتے ہیں اور اسے دیمک کی طرح کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ ماں کے رحم میں خون کا ایک حوض بن جاتا ہے۔ جس وقت ماں کچھ کھاتی ہے اس سے تازہ خون بنتا ہے اور وہ جرثومہ خون کو چوسنا اور بڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ پھر جب ہڈیاں بننے کا وقت آتا ہے اُس وقت وہ زیادہ خون چوسنا شروع کرتا ہے تاکہ جسمانی ڈھانچہ تیار ہو۔ اس دوران ماں کی مشقت کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے سامنے رکھ کر اُس سے حسن سلوک کا مطالبہ کیا ہے۔ (7) ﴿وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ ''اور ناگواری کی حالت میں ہی اُس کو جنم دیا'' وضع حمل کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشقتیں: وضع حمل کا موقع ایسا ہوتا ہے جب عورت کی زندگی داؤ پر لگ جاتی ہے لیکن وہ اپنے بچے کی محبت میں یہ مشقت برداشت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مشقت کو ﴿كُرْهًا﴾ کے الفاظ سے انسان کے سامنے رکھ کر اس سے حسن سلوک کا مطالبہ کیا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اُس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔'' (لقمان:14) (7) ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ ''اور اُس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس ماہ کا ہے'' حمل، رضاعت اور پرورش میں ابتدائی طور پر 30 ماہ لگ جاتے ہیں۔

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: ''تمہاری ماں ہے۔'' پھر پوچھا: اس کے بعد کون؟ فرمایا: ''تمہاری ماں۔'' انھوں نے پھر پوچھا: اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری ماں۔'' انھوں نے پوچھا: پھر اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا باپ ہے۔'' (بخاری:5971)

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز اپنے وقت پر ادا کرنا۔'' میں نے عرض کیا: اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔'' میں نے عرض کیا: پھر اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' (مسلم:252)

(10) سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کیا۔'' (ترمذی:1955)

(11) مذکورہ مشقت تھوڑی سی مدت، گھڑی دو گھڑی کے لئے نہیں بلکہ وہ طویل مدت ہے جس کا عرصہ ﴿ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ جن میں سے غالب طور پر نو ماہ کے لگ بھگ حمل اور باقی مہینے رضاعت کے لئے ہیں۔ اس آیت کریمہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ ''اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں'' کے ساتھ ملا کر استدلال کیا جاتا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے، کیونکہ رضاعت کی مدت کو، جو کہ دو سال ہے، تیس مہینوں میں سے نکال دیا جائے تو حمل کی مدت چھ ماہ بچتی ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2528)

سوال 2: 40 سال کی عمر میں خلوص سے توبہ کرنے کی وضاحت ﴿حَتّٰٓى ... مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا'' یعنی جب وہ پوری قوت والے دور کو پہنچ گیا جب عقل پوری ہو جاتی ہے اور سمجھ بوجھ کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ یہ بردباری کا دور ہے۔

(2)تب وہ دعا کرتا ہے: ﴿قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ﴾ ''اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اُس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کی'' یہ ایمان، توحید اور اسلام کی نعمت ہے۔ وہ دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما جو تو نے مجھ پر کی ہیں۔

(3)﴿وَعَلٰي وَالِدَيَّ﴾ ''اور میرے والدین پر'' اور میرے والدین پر کی ہیں۔ یعنی میں تیری نعمتوں کو تیری اطاعت میں صرف کروں اور تیری حمد وثنا کروں۔ والدین پر انعامات اولاد ہی پر انعامات ہیں کیونکہ ان کے آثار اولاد تک پہنچتے ہیں خاص طور پر ایمان اور اسلام کی نعمت۔ کیونکہ والدین کے نیک ہونے کی وجہ سے ان کی اولاد کے نیک ہونے کا سبب بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

(4)﴿وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ﴾ ''اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے'' یعنی مجھے توفیق دے کہ میں ایسے نیک اعمال کروں جو تجھے پسند آجائیں۔(5) یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے کام ہیں۔(جامع البیان:26/16)

(6)﴿وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ﴾ ''اور میرے لیے میری اولاد کی اصلاح کر دے'' یعنی میری نسل اور آخر تک آنے والی میری اولاد کی اصلاح فرمانا۔

(7)﴿اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ﴾ ''بلاشبہ میں نے تیری طرف توبہ کی'' یعنی میں گناہوں اور نافرمانیوں سے تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور تیری فرماں برداری کا اقرار کرتا ہوں۔

(8)﴿وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ''اور یقیناً میں مسلمانوں میں سے ہوں'' یہ اللہ تعالیٰ سے توسل ہے، اپنی دعا کی قبولیت کے لیے، شرک اور کفر سے توبہ اور توحید اور ایمان کی طرف آنا اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنا ہے۔

(9)اس سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو 40 سال کی عمر میں سچی توبہ کرنی چاہیے اور دینی کاموں میں زیادہ دلچسپی لینی چاہیے اور ان میں استقامت اختیار کرنی چاہیے۔

(10)اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سلیم الفطرت انسان کیسے اپنے رب کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا شعور رکھتا ہے۔ یہ دُعا ظاہر کرتی ہے کہ سلیم الفطرت انسان کو اپنی قوتوں کے ضائع ہونے کا کتنا شعور ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اس لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دُعا کرتا ہے کہ کہیں وہ شکر ادا کئے بغیر ضائع نہ ہو جائے۔

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ

''یہی لوگ ہیں ہم ان سے سب سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انہوں نے کیے اور اُن کی برائیوں سے ہم درگزر کرتے ہیں،

فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾

جنت والوں میں (ہوں گے)، سچے وعدہ کے مطابق جو ان سے کیا جاتا تھا'' (16)

سوال: تھوڑے اعمال سے ان لوگوں کو جنت ملتی ہے جو توبہ کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ... يُوْعَدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا﴾ ''یہی لوگ ہیں ہم ان سے سب سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انہوں نے کیے'' یہ وہ لوگ ہیں جن کے تھوڑے اعمال کو بھی قبول کیا جاتا ہے۔

(2) اس سے مراد نیکیاں ہیں کیونکہ وہ اس کے علاوہ بھی نیک عمل کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2529/3)

(3) ﴿وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ﴾ ''اور اُن کی برائیوں سے ہم درگزر کرتے ہیں'' یعنی ان کی برائیوں پر مواخذہ نہیں کریں گے، بلکہ ان کی مغفرت کریں گے یعنی اکثر خطائیں معاف کر دیں گے۔

(4) ﴿فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ﴾ ''جنت والوں میں (ہوں گے)'' یعنی حسب وعدہ انہیں جنت والوں میں شامل کر دیا جائے گا۔

(5) ﴿وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾ ''سچے وعدے کے مطابق جو ان سے کیا جاتا تھا'' یہ وعدہ ہے جو قطعی سچا ہے جو دنیا میں رسولوں کے توسط سے کیا جاتا ہے۔

(6) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾

''اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے باغات کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔'' (التوبہ: 72)

(7) یہ اس ہستی کا وعدہ ہے جس نے کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی۔ جو اپنے وعدوں میں سچا ہے۔

(8) ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ ''اور وہ کہیں گے: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں گے جگہ بنا لیں۔'' سو کیا ہی بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے!'' (الزمر:74)

﴿وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ

''اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: ''تم پر افسوس ہے، کیا تم دونوں مجھے یہی دھمکی دیتے رہتے ہو کہ میں (قبر سے) نکالا جاؤں گا؟

مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ

حالانکہ مجھ سے پہلے بھی قومیں گزر چکی ہیں' اور وہ دونوں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں کہ ''تیری بربادی ہو! ایمان لے آ، اللہ تعالیٰ کا

فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

وعدہ بلاشبہ سچا ہے۔'' تو وہ کہتا ہے: ''یہ تو پہلے لوگوں کے فرضی قصوں کے سوا کچھ نہیں'' (17)

سوال: گستاخ اولاد کے معاملات کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْ ... الْاَوَّلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ﴾ ''اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا: ''تم پر افسوس ہے، کیا تم دونوں مجھے یہی دھمکی دیتے رہتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا'' رب العزت نے فرماں بردار اولاد کا ذکر کرنے کے بعد نافرمان اولاد کے حالات کو سامنے رکھا ہے کہ جب اس کے والدین نے اسے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور برے اعمال کی سزا سے خوف دلایا جو والدین کا اولاد پر احسان ہے کہ وہ انہیں ابدی فلاح کی طرف بلاتے ہیں اس کے جواب میں اولاد برے طریقے سے پیش آتی ہے یہ کہ تمہارے لیے ہلاکت ہو اور وہ دعوت برباد ہو (نعوذ باللہ) جسے تم پیش کرتے ہو پھر آخرت کو محال سمجھتے ہوئے کہا: کیا تم مجھے اس بات سے ڈراتے ہو کہ قیامت کے دن مجھے میری قبر سے نکالا جائے گا۔

(2) اللہ رب العزت نے والدین کے نافرمان اور بعث اور جزا کے منکر کے بارے میں خبر دی ہے۔ (ایسر التفاسیر:1464، 1465)

(3) ﴿وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ﴾ ''حالانکہ مجھ سے پہلے بھی قومیں گزر چکی ہیں'' یعنی اس سے پہلے بہت لوگ گزر چکے اور ان میں سے کوئی ایک بھی اپنی قبر سے نہیں نکلا۔

(4) ﴿وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ﴾ ''اور وہ دونوں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں کہ ''تیری بربادی ہو! ایمان لے آ'' اس کے والدین اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے فریادیں کرتے ہیں اور بیٹے سے کہتے ہیں ایمان لے آؤ۔

(5) یعنی وہ اس کی ہدایت کے لئے انتہائی جدوجہد اور پوری کوشش کر رہے تھے حتیٰ کہ اس کے ایمان کی سخت حرص کی وجہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح مدد مانگ رہے تھے جیسے ڈوبتا ہوا شخص مدد کے لئے پکارتا ہے۔ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ سے سوال کر رہے تھے جیسے کوئی اچھوتا گا ہوا شخص سوال کرتا ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو ملامت کرتے تھے، اس کے لئے سخت دردمند تھے۔ (تفسیر سعدی: 2530/3)

(6) ﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا وعدہ بلاشبہ سچا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ان کی واپسی اور ان کے اعمال کے محاسبے اور جزا کا جو وعدہ کیا ہے وہ سچا ہے۔

(7) مگر بیٹے کی نفرت اور سرکشی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ ﴿فَيَقُوْلُ﴾ ''تو وہ کہتا ہے'' وہ تکبر سے کہتا ہے۔

(8) ﴿مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''یہ تو پہلے لوگوں کے فرضی قصوں کے سوا کچھ نہیں'' یعنی تم مجھے ایمان کی جو دعوت دیتے ہو یہ فرسودہ خیالات ہیں، پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

(9) ایسا شخص جو غور و فکر نہیں کرتا، جو عقل کی پختگی کی عمر کو پہنچ کر بھی عقلی طور پر نابالغ رہتا ہے، نہ کائنات کی نشانیوں پر غور و فکر کرتا ہے، نہ رب کے کلام سے سبق حاصل کرتا ہے اور حق سے دور رہتا ہے۔

(10) سیدنا یوسف بن مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ مروان کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حجاز کا امیر (گورنر) بنایا تھا۔ اس نے ایک موقع پر خطبہ دیا اور خطبہ میں یزید بن معاویہ کا بار بار ذکر کیا، تاکہ اس کے والد (سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ) کے بعد اس سے لوگ بیعت کریں۔ اس پر سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے اعتراضاً کچھ فرمایا۔ مروان نے کہا: اسے پکڑ لو۔ سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنی بہن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں چلے گئے تو وہ لوگ پکڑ نہیں سکے۔ اس پر مروان بولا کہ اسی شخص کے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوئی تھی کہ ''اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا تف ہے تم پر کیا تم مجھے خبر دیتے ہو'' اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہمارے (آل ابی بکر کے) بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی آیت نازل نہیں کی بلکہ تہمت سے میری برأت ضرور نازل کی تھی۔ (بخاری: 4827)

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ

''یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی، جن و انس کے ان گروہوں میں جو ان سے قبل گزر

وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ﴾

چکے ہیں، یقیناً وہ خسارہ پانے والے تھے'' (18)

سوال: نافرمان اولاد اور بعث کا انکار کرنے والے جہنم میں جائیں گے، اس کی وضاحت ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ ...

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خٰسِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں'' یعنی یہ نافرمان لوگ۔

(2)﴿حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ﴾ ''جن پر اللہ تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی'' جن پر عذاب کی بات واجب ہوگئی۔

(3)﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ﴾ ''جن وانس کے ان گروہوں میں جو ان سے قبل گزر چکے ہیں'' یعنی وہ لوگ نافرمان جنوں اور انسانوں کے گروہ میں شامل ہو گئے جنہوں نے خود کو نقصان پہنچایا اور اپنے گھر والوں کو بھی خسارے میں ڈالا۔

(4)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ خسارہ پانے والے تھے'' وہ خسارہ پانے والے ہیں۔یعنی وہ ایمان سے محروم ہو گئے اور جہنم کے عذاب سے بچ نہیں سکے۔(5) یعنی نافرمان اولاد اور قیامت کے منکر جہنم میں جائیں گے۔

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ

''اور ہر ایک کے لیے درجات ہوں گے اُن کے اعمال کے لحاظ سے جو انہوں نے کیے اور تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے اعمال کا پورا پورا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

بدلہ دے اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا''(19)

سوال:﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ... يُظْلَمُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا﴾ ''اور ہر ایک کے لیے درجات ہوں گے اُن کے اعمال کے لحاظ سے'' یعنی آخرت میں اچھے اور برے لوگوں کو اپنے اعمال کے لحاظ سے درجہ ملے گا۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ہر ایک کے لیے اس کے درجات ہیں اس کی وجہ سے جو انہوں نے عمل کیے اور آپ کا رب اس سے ہرگز بے خبر نہیں جو وہ عمل کرتے ہیں۔'' (الانعام:132)

(3)﴿وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اور تا کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں اُن کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے'' یعنی ان کے اعمال میں کمی نہیں کی جائے گی۔نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا اور برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''تو کیا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کمایا اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (آل عمران:25)

(4)﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' یعنی نیکیوں میں کمی کر کے اور برائیوں میں اضافہ کر کے ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا اور جو بُرائی لائے گا تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (الانعام:160)

(6)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کسی مومن پر ایک نیکی کے معاملے میں بھی ظلم نہیں کرے گا، وہ اسے اس کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا جبکہ کافر کو اس کی ان نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کی ہوں گی دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔'' (مسلم:7089)

﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ

''اور جس دن کافروں کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے چکے

الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ

اور ان سے فائدہ اُٹھا چکے، چنانچہ آج تمہیں توہین کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم ناحق زمین میں تکبر کیا کرتے تھے

فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ﴾ ع 2 10 2

اور اس لیے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے'' (20)

سوال1: کفار کو ان کا بدلہ دنیا میں مل جاتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ... تَفْسُقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ﴾ ''اور جس دن کافروں کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا'' یعنی اے ہمارے رسول! ان انکار کرنے والوں سے کہہ دو کہ جب انہیں جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا۔

(2)﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا﴾ ''تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے چکے'' تم نے اپنے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اعمال کے بدلے میں دنیا کی زندگی کی نعمتیں لے لیں۔جن پر تم مطمئن ہو گئے۔تم نے لذتوں سے دھوکہ کھایا اور اس دنیا کی طیبات یعنی اچھی چیزوں نے تمہیں آخرت کے لیے کوششیں کرنے سے غافل کر دیا۔

(3)﴿وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا﴾''اور ان سے فائدہ اُٹھا چکے''یعنی تم نے دنیا کی نعمتوں سے ایسے ہی فائدہ اٹھایا جیسے جانور کھاتے پیتے اور اپنے لیے فائدہ اٹھاتے ہیں۔اب آخرت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔

(4)سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا،ان کا روزہ تھا۔انہوں نے کہا:سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (اُحد کی جنگ میں) شہید کر دیے گئے وہ مجھ سے افضل اور بہتر تھے لیکن انہیں جس چادر کا کفن دیا گیا (وہ اتنی چھوٹی تھی کہ) اگر اس سے ان کا سر چھپایا جاتا تو پاؤں کھل جاتا اور اگر پاؤں چھپایا جاتا تو سر کھل جاتا تھا۔میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا:اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بھی (اسی جنگ میں) شہید کیے گئے وہ مجھ سے بہتر اور افضل تھے پھر جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو ہمارے لیے دنیا میں کشادگی دی گئی یا انہوں نے یہ کہا کہ پھر جیسا کہ تم دیکھتے ہو ہمیں دنیا دی گئی۔ہمیں تو اس کا ڈر ہے کہ کہیں یہی ہماری نیکیوں کا بدلہ نہ ہو جو اسی دنیا میں ہمیں دیا جا رہا ہے۔اس کے بعد آپ اتنا روئے کہ کھانا نہ کھا سکے۔(بخاری:4045)

(5)﴿فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ﴾''چنانچہ آج تمہیں توہین کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا''آج تمہیں ایسا عذاب دیا جائے گا جو تمہیں ذلیل کر کے رکھ دے گا۔

(6)سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''قیامت کے دن دوزخ میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا،اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا،پھر پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے!کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟کیا تجھ پر کبھی کوئی چین کا لمحہ بھی گزرا تھا؟وہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم!اے میرے رب!کبھی نہیں۔''(مسلم:7008)

(7)﴿بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾''اس وجہ سے کہ تم ناحق زمین میں تکبر کیا کرتے تھے''یعنی یہ تم تھے جو تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے تھے اور اس کی توحید پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔(فتح القدیر:27/5)

(8)﴿وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ﴾''اور اس لیے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے''یعنی ان کے تکبر،غرور اور فسق کی وجہ سے انہیں ذلت کی سزا ملے گی۔

(9)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی غرور اور تکبر ہوگا۔''ایک شخص نے کہا:ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جوتا عمدہ ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔'' (مسلم:265)

(10) یعنی تم دنیا میں عزت والے بنتے تھے تو آج ذلت تمہارا مقدر ہے۔ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکلے تھے۔ آج جہنم کے سب سے نچلے درجے میں جھونک دیے جاؤ گے۔ یا اللہ! ہمیں محفوظ رکھنا۔

سوال 2: کافر کی نعمتیں دنیا میں ختم ہو جاتی ہیں اور مومن کو دنیا اور آخرت میں نعمتیں ملتی ہیں، اس فرق کا سبب کیا ہے؟

جواب: (1) کافر کو دنیا میں نعمتیں ملتی ہیں تو وہ ناشکری کرتا ہے، سرکش اور باغی بن جاتا ہے جس کی وجہ سے آخرت میں اس سے یہ نعمتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ (2) مومن کو دنیا میں نعمتیں ملتی ہیں تو وہ آخرت کی فکر کے ساتھ انہیں استعمال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کر کے شکر ادا کرتا ہے۔ اس طرح دنیا میں بھی وہ نعمتوں کا مستحق بنا رہتا ہے اور آخرت میں اُسے ہمیشہ کے لئے یہ نعمتیں عطا کر دی جاتی ہیں۔

﴿وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

''اور عاد کے بھائی کو یاد کرو جب اُس نے احقاف میں اپنی قوم کو خبردار کیا اور خبردار کرنے والے بلاشبہ اُس سے پہلے بھی

وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾

اور اس کے بعد بھی گزر چکے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' (21)

سوال: نبی ﷺ کو تسلی دینے کے لیے قوم عاد کا ذکر کیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَاذْكُرْ ... عَظِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرْ﴾ ''اور یاد کرو'' یعنی اے محمد ﷺ! آپ اپنی قوم کی عبرت اور نصیحت کے لیے ذکر کریں۔

(2) ﴿اَخَا عَادٍ﴾ ''عاد کے بھائی'' یعنی سیدنا ہود علیہ السلام کا جن کی اخوت نسبی تھی دینی نہیں تھی۔ (ایسر التفاسیر:1465)

(3) سیدنا ہود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی دعوت دینے اور مخلوق کی راہ نمائی کرنے کی وجہ سے فضیلت عطا فرمائی تھی۔

(4) ﴿اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ﴾ ''جب اُس نے اپنی قوم کو خبردار کیا'' یعنی جب انہوں نے قوم عاد کو خبردار کیا یعنی انہیں کہا کہ اگر توبہ نہیں کرو گے، اس کی توحید کا اقرار نہیں کرو گے تو تم پر عذاب آئے گا۔

(5) ﴿بِالْاَحْقَافِ﴾ ''احقاف میں'' یعنی وہ علاقہ جہاں ریت کے بڑے بڑے ٹیلے ہیں۔ اس سے مراد یمن کا حضر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

موت والا علاقہ ہے۔

(6) یہی علاقہ قوم عاد کا مسکن تھا جو کسی زمانہ میں سرسبز اور شاداب علاقہ تھا۔ قوم عاد نے اسی جگہ زمین دوز مکان بنا رکھے تھے۔ یہ علاقہ جنوبی عرب میں حضر موت کے شمال میں واقع ہے۔ اور آج کل وہاں ریت ہی ریت کے ٹیلے ہیں جو سینکڑوں میل تک پھیلتے چلے گئے ہیں۔ اس علاقہ کو آج کل ربع خالی بھی کہتے ہیں۔ کوئی شخص اس صحرا میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کرتا۔ اور جو چیز اس ریت میں گر پڑے وہ بھی ریت میں دھنس کر ریت ہی بن جاتی ہے۔ جیسے کوئی چیز نمک کی کان میں گر پڑے تو وہ بھی نمک ہی بن جاتی ہے۔ (تیسیر القرآن:213/4)

(7) ﴿وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ﴾ ''اور خبردار کرنے والے بلاشبہ اُس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی گزر چکے ہیں'' یعنی ہود علیہ السلام کوئی پہلے خبردار کرنے والے نہ تھے۔ نہ ان کی امت پہلی امت تھی جن کو عذاب سے ڈرایا گیا۔

(8) سیدنا ہود علیہ السلام کی مثال دے کر رب العزت نے تسلی دی ہے کہ نبی ﷺ اپنی قوم کے جھٹلانے سے غم نہ کھائیں۔ پہلے انبیاء کو بھی ان کی قوموں نے جھٹلایا۔ کچھ انبیاء کو تو لوگوں نے شہید بھی کر ڈالا۔

(9) ﴿اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو'' یعنی تمام رسولوں نے شرک کے برے انجام سے ڈرایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور یہی معنی ہیں لا الہ الا اللہ کے جس کی طرف محمد ﷺ نے اپنی امت کو بلایا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔

(10) ﴿اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' یعنی سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کی تو ان پر سخت عذاب نازل ہوگا۔ وہ قیامت کے دن نازل ہوگا جو عظیم ہے۔

(11) جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ﴾ ''پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں کہ میں نے تمہیں ایک کڑک سے ڈرا دیا ہے، عاد اور ثمود جیسی کڑک ہوگی۔'' (فصلت:13)

﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ

''اُنہوں نے کہا: ''کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دے؟ اگر تو واقعی سچا ہے تو جس (عذاب) کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

ہمیں دھمکی دیتا ہے وہ لے آ'' (22)

سوال: سیدنا ہود علیہ السلام کی قوم نے جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا ... مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دے؟'' سیدنا ہود علیہ السلام کی قوم نے انہیں جواب دیا کہ تمہارے پاس کوئی واضح ایجنڈا نہیں ہے۔ تم ہمیں ہمارے معبودوں کی عبادت سے پھیرنا چاہتے ہو۔

(2) ﴿فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ﴾ ''تو جس (عذاب) کی ہمیں دھمکی دیتا ہے وہ لے آ'' یعنی ہمیں عذاب کی کوئی پرواہ نہیں ہے جس کا آپ کو ڈر ہے۔ وہ ہم پر لے آؤ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''اُسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو لوگ ایمان لائے وہ اُس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یقیناً وہ حق ہے۔ سن لو! یقیناً جو لوگ قیامت کے بارے میں آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناً وہ دُور کی گمراہی میں ہیں۔'' (الشوریٰ:18)

(3) ﴿اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تو واقعی سچا ہے'' یعنی اگر تم اپنے وعدوں اور وعیدوں میں سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ۔

﴿قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۡ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ

''اُس نے کہا: ''اُس کا علم تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور میں صرف وہ پیغام تمہیں پہنچا رہا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے

وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ﴾

لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت برتتے ہو'' (23)

سوال: قوم کی طرف سے عذاب کے مطالبے پر سیدنا ہود علیہ السلام نے جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ اِنَّمَا ... تَجْهَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''اُس نے کہا: ''اُس کا علم تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے'' ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہالت کا اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے یہ جواب دیا کہ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے کہ عذاب آئے گا یا نہیں۔ وہ با اختیار ہے، اس کے ہاتھ میں تمام معاملات کی پوری قدرت ہے۔ وہ چاہے تو عذاب بھیج دے گا۔

(2) ﴿وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ﴾ ''اور میں صرف وہ پیغام تمہیں پہنچا رہا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے'' یعنی توحید کا حکم دینا اور شرک اور نافرمانیوں سے روکنا۔

(3) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۫ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کہہ دو یقیناً اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور حقیقتاً میں کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' (الملک:26)

(4) ﴿وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ﴾ ''لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت برتتے ہو'' یعنی میں تمہیں جہالت میں ڈوبا ہوا دیکھتا ہوں جس کی وجہ سے تم عذاب کا مطالبہ کرنے کی جرأت کر رہے ہو۔

﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ

''تو جب اُنہوں نے بادل کی شکل میں اُسے اپنی وادیوں میں آتے ہوئے دیکھا تو کہا: ''یہ ہم پر بارش برسانے والا بادل ہے۔''

بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جسے تم نے جلدی طلب کیا تھا، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے'' (24)

سوال: قوم عاد علیہ السلام پر عذاب آ گیا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ ... اَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ﴾ ''تو جب انہوں نے دیکھا اسے'' پھر جب انہوں نے عذاب آتے دیکھا۔

(2) ﴿عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ﴾ ''بادل کی شکل میں اُسے اپنی وادیوں میں'' یعنی ایسا بادل ہے جو وادیوں کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے اور پھیلتا جا رہا ہے۔ جہاں سے وہ اپنے کھیتوں کو پانی دیتے تھے اور جن کنوؤں سے پانی پیتے تھے۔

(3) ﴿قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا﴾ ''تو کہا: ''یہ ہم پر بارش برسانے والا بادل ہے'' وہ خوشی کے مارے چلا کر کہنے لگے یہ بادل ہے جس کا رخ ہماری طرف ہے۔ یہ ہم پر بارش برسائے گا۔

(4) ﴿بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جسے تم نے جلدی طلب کیا تھا، ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے'' بلکہ وہ عذاب تھا جو ایسی ہوا کی شکل میں تھا جس نے ہر چیز کو برباد کر ڈالا۔

(5) یہ بادل اللہ تعالیٰ کا غضب تھا جس نے اس بدنصیب قوم کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ﴾ ''کسی چیز کو وہ نہ چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بوسیدہ ہڈی جیسا بنا چھوڑتی۔'' (الذٰریٰت:42)

(6) سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے مشرق سے آنے والی ہوا سے مدد دی گئی ہے اور عاد کو مغرب سے آنے والی ہوا سے ہلاک کیا گیا۔'' (بخاری:3205)

(7) ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! جب لوگ بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ اس سے بارش برسے گی لیکن اس کے برخلاف آپ کو میں دیکھتی ہوں کہ جب آپ ﷺ بادل دیکھتے ہیں تو ناگواری کا اثر آپ ﷺ کے چہرہ پر نمایاں ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! کیا ضمانت ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو۔ ایک قوم (عاد) پر ہوا کا عذاب آیا تھا۔ انہوں نے جب عذاب دیکھا تو بولے کہ یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔'' (بخاری:4829)

(8) نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ کے حلق کا کوا نظر آجائے بلکہ آپ ﷺ تبسم فرمایا کرتے تھے، بیان کیا کہ جب بھی آپ ﷺ بادل یا ہوا دیکھتے تو (گھبراہٹ اور اللہ تعالیٰ کا خوف) آپ ﷺ کے چہرے مبارک سے پہچان لیا جاتا۔ (بخاری:4828)

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہوائیں چلتیں تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے: ﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ﴾ ''اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس کو یہ ساتھ لے کر آئی ہے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور تجھ سے اس کی اور اس میں جو ہے اس کی اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں۔'' (مسلم:2084)

﴿تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ ۚ

''جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ و برباد کر دے گی، چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ اُن کے گھروں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا،

كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ﴾

مجرموں کے گروہ کو ہم ایسے ہی سزا دیتے ہیں'' (25)

سوال: قوم ہود علیہ السلام پر آنے والے عذاب کی وضاحت ﴿تُدَمِّرُ ... الْمُجْرِمِينَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا﴾ ''جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ و برباد کر دے گی'' یعنی اپنے رب کے حکم سے یہ ہوا جس چیز سے گزرتی تھی اپنی شدت اور نحوست کی وجہ سے ہر چیز کو غارت کر کے رکھ دیتی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ﴾ ''چنانچہ وہ ایسے ہوگئے کہ اُن کے گھروں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا'' ان کے گھر، مال مویشی اور خود وہ گھر والے سب تباہ ہوگئے۔ ان میں سے کوئی نہ بچ سکا۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ ''اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔'' (الحاقۃ:7)

(4)﴿كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''مجرموں کے گروہ کو ہم ایسے ہی سزا دیتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ مجرموں کو ان کے ظلم کی وجہ سے، نافرمانیوں اور جرائم کی وجہ سے سزا دیتے ہیں۔ ان کو رب العزت نے نعمتوں سے نوازا۔ نہ انہوں نے اس کا ذکر کیا نہ شکر ادا کیا۔ وہ مٹی کے پتلے اپنی ذات کے غرور میں جل کر راکھ ہوگئے۔

﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّ

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اُن چیزوں میں بھی اُنہیں قدرت دے رکھی تھی جس میں ہم نے تمہیں قدرت نہیں دی اور ہم نے اُن کے کان،

اَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ

آنکھیں اور دل بنائے تھے چنانچہ نہ ان کے کان، نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل ہی ان کے کسی کام آئے جب وہ

اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہے تھے اور اُنہیں اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے'' (26)

سوال: بڑی بڑی قومیں عذاب سے تباہ ہوگئیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ ... يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اُن چیزوں میں بھی اُنہیں قدرت دے رکھی تھی جس میں ہم نے تمہیں قدرت نہیں دی'' یعنی پہلی امتوں کو جو نعمتیں عطا کیں، زمین میں جو اختیار انہیں دیا گیا وہ تمہیں نہیں دیا گیا۔ قوت والوں نے عمر پائی مگر یہ نعمت حاصل نہ کی نہ ہدایت پائی۔

(2)انہوں نے اقتدار پایا مگر کچھ بھی ان کے کام نہ آیا، تمہارا اقتدار بھی تمہارے کام نہ آئے گا۔

(3)﴿وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً﴾ ''اور ہم نے اُن کے کان، آنکھیں اور دل بنائے تھے'' یعنی ہم نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

انہیں آنکھیں، کان اور دل دیئے۔ بصارت اور ذہانت میں کوئی کمی نہیں تھی۔ اس کے باوجود انہوں نے حق کو نہیں پہچانا۔

(4) انہوں نے اپنے رب کی نصیحتیں نہیں سنیں اور آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل نہیں دیکھے اور اپنے دل سے انہوں نے اپنے نفع ونقصان کو نہیں سمجھا۔ (جامع البیان:89/26)

(5) ﴿فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''چنانچہ نہ ان کے کان، نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل ہی ان کے کسی کام آئے'' یعنی ان کی سماعت، بصارت اور ذہانت ان کے کسی کام نہ آئی جس کا سبب یہ تھا۔

(6) ﴿اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''جب وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر رہے تھے'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو ٹھکرا دیا جو اس کی توحید اور عبادت کا مستحق ہونے پر دلالت کرتی تھیں۔

(7) یعنی انہوں نے علم پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے حق کو چھوڑ دیا۔

(8) حق قبول کرنے کی توفیق تو اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

(9) ﴿وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور انہیں اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ کے ان عذابوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا جن کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

(10) اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ قریش کے لیے وعید ہے۔ ان سے کہا گیا بچ جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہو جائے جیسا قوم عاد پر آیا تھا۔

(11) کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پکڑے جاؤ پھر تمہارا نام ونشان تک مٹ جائے۔

﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾

''اور ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں تباہ کر دیں اور ہم نے پھیر پھیر کر اپنی آیات بیان کیں، شاید کہ وہ لوٹ آئیں'' (27)

سوال: پچھلی قوموں کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرو، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا ... يَرْجِعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى﴾ ''اور ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں تباہ کر دیں'' اللہ رب العزت نے عرب اور غیر عرب کے مشرکوں کو ڈرایا ہے کہ جن لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2) آس پاس والی بستیوں پر نگاہ ڈال کر تو دیکھو۔ مٹے ناميوں کے نشان کیسے کیسے! کس کس طرح بستیاں تباہ کر دی گئیں۔ یمن کی تاریخ میں عاد کا تذکرہ تو پڑھو۔ ثمود کے مشرکوں کے گھروں کو دیکھو۔ مدین والوں کے انجام پر غور کرو۔ تم تجارتی سفر کرتے ہو اور یہ قومیں تمہاری تجارتی شاہراہ کے کناروں پر آباد تھیں ان سے عبرت حاصل کرو۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا﴾ ”اور کتنے ہی زمانے کے لوگوں کو ہم نے نوح کے بعد ہلاک کر دیا اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری طرح خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے۔“ (بنی اسرائیل:17)

(4) ﴿اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ ”کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ کتنی ہی قومیں ہم نے اُن سے پہلے ہلاک کر دیں؟ یقیناً وہ اُن کی طرف پلٹ کر نہیں آئے۔“ (یٰس:31)

(5) ﴿وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ﴾ ”اور ہم نے پھیر پھیر کر اپنی آیات بیان کیں“ ہم نے اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں جس کا مقصد یہ ہے۔

(6) ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ”شاید کہ وہ لوٹ آئیں“ تاکہ لوگ برائیاں چھوڑ دیں، کفر اور تکذیب سے باز آجائیں اور بھلائی کا راستہ اختیار کریں۔

﴿فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ

”چنانچہ جن کو انہوں نے قرب کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھا تھا اُنہوں نے اُن کی مدد کیوں نہ کی؟ بلکہ وہ اُن سے گم ہو گئے

وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾

اور یہ تھا ہی اُن کا جھوٹ اور جو وہ بہتان باندھتے تھے“ (28)

سوال: مصیبت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کام نہیں آتا، اس کی وضاحت ﴿فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ ... يَفْتَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً﴾ ”چنانچہ جن کو انہوں نے قرب کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھا تھا اُنہوں نے اُن کی مدد کیوں نہ کی؟“ یعنی جن سے نفع اٹھانے کے لیے لوگ ان کی عبادت کرتے تھے انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی؟ لوگ جو ان کا قرب حاصل کرنے کے لیے ان کی عبادت کرتے تھے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ان جھوٹے خداؤں نے ان کی مدد کیوں نہ کی؟

(2) رب العزت نے ان کے غلط عقیدے کی وضاحت فرمائی: ﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾ ''سن لو! دین خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں ہم تو اُن کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، بہت ناشکرا ہو۔'' (الزمر:3)

(3) ﴿بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ﴾ ''بلکہ وہ اُن سے گم ہو گئے'' مشرکوں نے تو اس گمان پر غیر اللہ کی عبادت شروع کی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے لیکن عذاب نازل ہونے کے وقت وہ ان سے غائب ہو گئے۔ انہوں نے ان کی کسی پکار کا کوئی جواب نہ دیا۔

(4) ﴿وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور یہ تھا ہی اُن کا جھوٹ اور جو وہ بہتان باندھتے تھے'' وہ جھوٹ گھڑتے تھے جس کی بناء پر وہ سمجھتے تھے کہ ان کے اعمال انہیں فائدہ دیں گے۔ وہ سارے اعمال کتنا بڑا دھوکہ ثابت ہوئے۔

﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ

''اور جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا کہ غور سے قرآن سنتے تھے تو جب وہ اُس کے پاس آئے تو انہوں نے

قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ﴾

(آپس میں) کہا: ''خاموش ہو جاؤ'' پھر جب وہ پورا کیا گیا (تلاوت کو) تو خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے'' (29)

سوال 1: قرآن سننے کے لیے جنوں کی ایک جماعت نے توجہ کی، کیسے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ ... مُّنْذِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ﴾ ''اور جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا کہ غور سے قرآن سنتے تھے'' اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے دو نوع ایسی ہیں جو شریعت الٰہی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکلف ہیں۔ایک جن، دوسرے انسان۔ پھر انسانوں کی پیدائش سے پہلے جن ہی اس زمین پر آباد تھے اور ان کی طرف بھی پیغمبر مبعوث ہوتے تھے۔اور جس طرح انسانوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کی نافرمان ہی رہی ہے اسی طرح جنوں کی اکثریت بھی نافرمان ہی تھی اور اب بھی ہے۔(تیسیر القرآن:216/4)(2)اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی ﷺ کو تمام مخلوق یعنی انسانوں اور جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے، اس لئے تمام مخلوق کو نبوت ورسالت کی تبلیغ ضروری ہے۔انسانوں کو دعوت دینا اور ان کو برے انجام سے ڈرانا تو آپ کے لئے ممکن ہے۔رہے جنات تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو آپ کی طرف پھیر دیا۔(تفسیر سعدی:2536/3)(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک دفعہ آپ ﷺ اپنے چند صحابہ کے ہمراہ عکاظ کے بازار جانے کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ان دنوں شیطانوں کو آسمانوں کی خبر ملنا بند ہوگئی اور ان پر انگارے پھینکے جاتے تھے۔وہ (زمین کی طرف) لوٹے اور آپس میں کہنے لگے: یہ کیا ہوگیا ہمیں آسمانوں کی خبر ملنا بند ہوگئی اور ہم پر انگارے پھینکے جاتے ہیں، ضرور کوئی بات واقع ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہمیں آسمان کی خبر ملنا بند ہوگئی۔اب یوں کرو کہ ساری زمین مشرق اور مغرب میں پھر کر دیکھو کہ وہ کیا نئی بات واقع ہوئی ہے۔ان میں سے کچھ شیطان تہامہ (حجاز) کی طرف بھی آئے اور آپ ﷺ تک پہنچ گئے۔اس وقت آپ ﷺ نخلہ میں تھے اور عکاظ کے بازار جانے کا قصد رکھتے تھے۔آپ ﷺ اپنے صحابہ کو نماز فجر پڑھا رہے تھے۔جب ان جنوں نے قرآن سنا تو ادھر کان لگا دیا۔پھر کہنے لگے یہ وہی چیز ہے جس کی وجہ سے ہم پر آسمان کی خبر ملنا بند کردی گئی۔پھر اسی وقت وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور کہنے لگے: ﴿يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا﴾ ''قوم کے لوگو! ہم نے حیرت انگیز قرآن سنا جو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔اس لیے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔'' تک اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر سورۃ جن نازل فرمائی۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنوں کی گفتگو آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوئی۔(بخاری:773، بخاری کتاب التفسیر)(4)﴿فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا﴾ ''تو جب وہ اُس کے پاس آئے تو اُنہوں نے (آپس میں) کہا: ''خاموش رہو''، یعنی جنات نے کلام اللہ سننے کے لیے ایک دوسرے کو چپ رہنے کی تلقین کی۔(5)﴿فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ﴾ ''پھر جب وہ پورا کیا گیا (تلاوت کو) تو خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے''، یعنی جب جنوں کی ایک جماعت کو رب العزت نے آپ ﷺ کی طرف متوجہ فرما دیا تو وہ آپ ﷺ سے بہت توجہ کے ساتھ قرآن سن رہے تھے۔جب قرآن سننے سے فارغ ہوگئے تو اپنی قوم کے پاس چلے گئے اور انہیں اعمال کے انجام سے خبردار کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: کیا رسول اللہ ﷺ کے پاس اس واقعے کے علاوہ بھی جن آتے تھے؟

جواب: (1) کچھ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ جنوں کی دعوت پر ان کے ہاں تشریف لے گئے تھے، انہیں جا کر اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا اور متعدد بار جنات کے وفود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے۔ (فتح الباری)

(2) سیدنا عامر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا علقمہ رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لیلۃ الجن میں تھے؟ تو علقمہ نے کہا: میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم میں سے کوئی لیلۃ الجن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا؟ تو انہوں نے کہا: نہیں۔ لیکن ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ہم نے رسول اللہ ﷺ کو نہ پایا تو ہم نے آپ ﷺ کو پہاڑی وادیوں اور کھائیوں میں تلاش کیا۔ ہم نے کہا کہ آپ ﷺ کو جن لے گئے یا کسی نے دھوکے سے شہید کر دیا۔ بہر حال ہم نے وہ رات بدترین رات والی قوم کی طرح گزاری۔ جب ہم نے صبح کی تو آپ ﷺ حراء کی طرف سے تشریف لائے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کو گم پایا اور آپ ﷺ کو تلاش کیا اور آپ ﷺ کو نہ ڈھونڈھ سکے۔ ہم نے رات اس طرح گزاری جیسے کوئی قوم سخت بے چینی میں رات گزارتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس جنات کی طرف سے بلانے والا آیا، میں اس کے ساتھ چلا گیا اور میں نے ان کے سامنے قرآن کی تلاوت کی۔'' فرمایا: ''پھر وہ ہمیں اپنے ساتھ لے گئے اور ہمیں ان کے نقوش قدم اور آگ کے نشانات دکھائے۔'' جنات نے آپ ﷺ سے اپنے کھانے کی چیزوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''وہ ہڈی جس کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ذبح کیا گیا ہو تمہارے ہاتھوں میں آتے ہی وہ گوشت سے پُر ہو جائے گی اور ہر مینگنی تمہارے جانوروں کی خوراک ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہڈی اور مینگنی سے استنجاء نہ کرو کیونکہ یہ دونوں تمہارے بھائیوں (جنات) کا کھانا ہیں۔'' (مسلم: 1007)

﴿قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

''انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! ہم نے بلاشبہ ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، اس کے لیے تصدیق کرنے والی

يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

ہے جو اس سے پہلے ہے، وہ حق اور سیدھی راہ کی ہدایت دیتی ہے'' (30)

سوال: جنوں کے وعظ کی حقیقت کو ﴿قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ ... مُّسْتَقِيْمٍ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے ہماری قوم! ہم نے بلاشبہ ایک کتاب سنی ہے جو سیدنا موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے'' جنوں نے کہا: اے قوم! ہم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل ہونے والی کتاب سنی ہے۔

(2) جنوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب تورات کا نام لیا انجیل کا نام نہیں لیا۔ اس لیے سابقہ آسمانی کتابوں میں سے کوئی کتاب احکام وشرائع کے لحاظ سے تورات جیسی جامع اور اس کے ہم پلہ نہیں تھی۔ اسی پر علمائے بنی اسرائیل کا عمل رہا۔ خود سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا تھا کہ میں تورات کو بدلنے نہیں آیا بلکہ اس کی تکمیل کرنے آیا ہوں اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کے وقت سے جنوں میں تورات ہی مشہور چلی آتی تھی۔ نیز خود تورات میں رسول اللہ ﷺ کی آمد سے متعلق جو پیشین گوئی مذکور ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ''(اے موسیٰ) میں تیری جانب ایک نبی بھیجوں گا'' اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جن پہلے تورات اور کتب سماویہ پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ جب قرآن سنا تو انہیں فوراً معلوم ہو گیا کہ یہ وہی تعلیم ہے جو سابقہ انبیاء دیتے چلے آرہے ہیں۔ لہٰذا وہ فوراً ایمان لے آئے۔ (تیسیر القرآن ج4/ 218)

(3)﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ''اس کے لیے تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے'' جنوں نے کہا کہ وہ کتاب مقدس کتابوں کو سچا مانتی ہے۔ (4)﴿يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''وہ حق اور سیدھی راہ کی ہدایت دیتی ہے'' یعنی وہ عقائد اور احکامات میں سیدھے راستے پر چلاتی ہے۔

﴿يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ

''اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو اور اُس پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے

وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا'' (31)

سوال 1: جنوں کے وعظ ﴿يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا ... اَلِيْمٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ﴾ ''اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو'' جنوں نے کہا کہ اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول کرلو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ انسانوں اور جنوں دونوں کے رسول بنائے گئے۔

(2) یعنی جو رب کی طرف بلاتا ہے وہ کسی لالچ کے لیے تمہیں دعوت نہیں دیتا۔ وہ تو تمہیں اس لیے بلاتا ہے تاکہ تمہارا رب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم سے تمہاری برائیاں دور کردے اور تمہیں ثواب عطا کرے۔

(3)﴿وَاٰمِنُوْا بِهٖ﴾ ''اور اُس پر ایمان لاؤ'' یعنی جو کچھ رسول تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرو۔

(4)﴿يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ﴾ ''وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا'' یعنی جو داعی کی دعوت پر لبیک کہے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔

(5)﴿وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا'' یعنی تمہیں دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ وہ تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گا۔

(6) یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ احکامات اور ان پر عمل کرنا، ثواب وعذاب جنات کے لئے بھی ہوگا۔

سوال 2: کیا جنات میں بھی رسول آئے تھے؟

جواب: جنات میں کوئی رسول نہیں آیا۔ آیات قرآن سے ہی واضح ہوتا ہے کہ جتنے رسول بھی آئے وہ انسان تھے۔﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور ہم نے تم سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے وہ آدمی ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے۔ پھر اہلِ علم سے پوچھ لو اگر تم خود نہیں جانتے۔'' (النحل:43)

﴿وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ

''اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا تو زمین میں وہ عاجز کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے

اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

سوا اُس کے کوئی مددگار ہیں، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں'' (32)

سوال: جنوں کے بیان﴿وَمَنْ لَّا يُجِبْ ... مُّبِيْنٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا تو زمین میں وہ عاجز کرنے والا نہیں ہے'' یعنی جو مسلمان نہیں ہوگا، جو ایمان کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا تو وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کو ہرا نہیں سکتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اندر ہے۔

(2)﴿وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ﴾ ''اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کے کوئی مددگار ہیں'' اللہ تعالیٰ اس پر غالب ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی اسے اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے نہیں بچا سکتا، نہ وہ خود بچ سکتا ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا: ﴿یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾ ''اے گروہِ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا تم نہیں نکلو گے۔'' (الرحمٰن:33)

(4)﴿اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کے کوئی مددگار ہیں'' یعنی یہ لوگ کھلے دھوکے میں ہیں۔ اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جسے انبیاء نے رب کی دعوت دی اور اس نے تکبر کا مظاہرہ کیا۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ

''اور کیا بھلا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس

عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (33)

سوال: موت کے بعد کی زندگی کی دلیل کو ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا ... قَدِيْرٌ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب(1)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى﴾ ''اور کیا بھلا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے'' یعنی کیا قیامت کا انکار کرنے والوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بلند آسمان بنائے، زمین بنائی اور ان کی تخلیق نے اسے کچھ بھی نہ تھکایا تو مرنے کے بعد زندگی کا اعادہ کرنا اسے کیسے عاجز کر سکتا ہے۔

(2)﴿بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' وہ کامل قدرت والا موت و حیات اور زندگی بعد موت پر قادر ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا: ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (غافر:57)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى

''اور جس دن ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا آگ پر پیش کیا جائے گا، کیا یہ حق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں!

وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾

ہمارے رب کی قسم!'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''چنانچہ تم عذاب کا مزہ چکھو اس کے بدلے میں جو تم کفر کیا کرتے تھے'' (34)

سوال: جہنم کے کنارے پر جہنمیوں سے جو سوال کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ... تَكْفُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ﴾ ''اور جس دن ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا آگ پر پیش کیا جائے گا'' جہنم میں جھونکے جانے سے پہلے کافروں کو جہنم کے کنارے پر لا کر کھڑا کیا جائے گا اور انہیں شرمندہ کرنے کے لیے سوال کیا جائے گا۔

(2) ﴿اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ﴾ ''کیا یہ حق نہیں ہے؟'' یہ تو بتاؤ کہ اب تم نے مشاہدہ کر لیا ہے، کیا ہمارے عذاب سچے ہیں؟ کیا رسولوں نے سچ کہا تھا؟ کیا اب یقین آ گیا ہے؟ کیا یہ حق نہیں ہے؟

(3) ﴿قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا﴾ ''کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم!'' وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے کہیں گے ساری باتیں سچ ہیں۔ اب ہم نے مان لیا۔ ہمارے دل ایمان سے بھر گئے۔ ہمیں ذرا سا بھی شک نہیں اے ہمارے رب!

(4) ﴿قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''چنانچہ تم عذاب کا مزہ چکھو اس کے بدلے میں جو تم کفر کیا کرتے تھے'' یعنی اب ہمیشہ رہنے والے عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی ملاقات کا انکار کرتے تھے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾﴾ ''یقیناً زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا۔ کھولتے ہوئے پانی کے جوش مارنے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کی طرح۔ پکڑو اُسے، پھر اُسے گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بالکل درمیان لے جاؤ۔ پھر اُس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا کچھ عذاب انڈیل دو۔ چکھ، یقیناً تم تو بڑے زبردست، بہت معزز آدمی تھے۔ یقیناً یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کرتے تھے۔'' (الدخان:43-56)

(6)﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''رہے وہ لوگ جن لوگوں نے نافرمانیاں کیں ان کا ٹھکانہ آگ ہے، جب کبھی وہ ارادہ کریں گے کہ اس سے نکلیں تو اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ اب آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔'' (السجدہ:20)

﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ

''چنانچہ آپ صبر کریں جیسے پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور اُن کے لئے تم جلدی کا مطالبہ نہ کرو، جس دن یہ لوگ وہ

يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ

(عذاب) دیکھ لیں گے جس کا اُنہ سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے، پیغام پہنچا دینا ہے

فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

چنانچہ نافرمان لوگوں کے سوا کوئی ہلاک نہیں کیا جائے گا'' (35)

سوال1: صبر وضبط کے حکم کی وضاحت ﴿فَاصْبِرْ... تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾ ''چنانچہ آپ صبر کریں جیسے پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ اگر آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کی قدر نہیں پہچان پائی اور آپ ﷺ کو اذیت دینے پر تل گئی ہے، آپ ﷺ کو جھٹلاتی ہے تو آپ ﷺ اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر کریں۔ انھوں نے کیسی کیسی اذیتیں سہیں، کیسی کیسی مخالفتیں برداشت کیں۔

(2) آپ ﷺ سیدنا نوح علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو یاد کریں اور ان کی پیروی کریں۔ وہ بلند ہمت پیغمبر تھے، ان کا صبر عظیم تھا، یقین کامل تھا۔ اس لیے ان کی پیروی کریں۔

(3) آپ ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایسا صبر کیا کہ آپ سے پہلے کسی نبی نے ایسا صبر نہیں کیا۔ آپ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے تمام دشمنوں نے آپ پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیے، ان سب نے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کا راستہ روکا، محاربت اور عداوت میں ان سے جو کچھ ممکن تھا انہوں نے کیا۔ مگر رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بیان کرتے رہے، اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے رہے اور جو اذیتیں آپ کو پہنچتیں ان پر صبر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زمین پر اقتدار سے سرفراز فرمایا، اس نے آپ کے دین کو تمام ادیان پر اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر غالب کر دیا۔ (تفسیر سعدی: 2538/3)

(4) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''انبیاء علیہم السلام کی پھر ان کی جن کا درجہ ان سے کم ہے، پھر ان کی جو ان سے کم درجے کے ہیں، دراصل آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق کی جاتی ہے، اگر کوئی آدمی دین میں مضبوط ہو تو اس کی آزمائش بھی زیادہ سخت ہوگی۔ اگر کوئی آدمی دین کے اعتبار سے کمزور ہے تو اس کے دین کے مطابق ہی آزمائش میں ڈالا جائے گا۔ آدمی پر آزمائشیں آتی رہتی ہیں حتی کہ وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو چکا ہوتا ہے۔'' (ترمذی: 2398)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، کیا آپ ﷺ پر کوئی دن یوم احد سے بھی زیادہ سخت آیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تمھاری قوم کی طرف سے بہت اذیت پہنچی ہے اور سب سے بڑی اذیت مجھے یوم عقبہ کو پہنچی، جب میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تو میں وہاں سے شدید رنجیدہ ہو کر واپس ہوا، پھر جب میں قرن الثعالب (میقات اہل نجد) کے قریب پہنچا تو تب مجھے کچھ ہوش آیا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل مجھ پر سایہ فگن ہے، میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس میں مجھے سیدنا جبریل علیہ السلام نظر آئے۔ انھوں نے مجھے پکارا اور کہنے لگے، آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ سے جو کچھ کہا ہے اور آپ سے جو سلوک کیا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے اور اس نے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے، تاکہ آپ ان لوگوں کے بارے میں جو چاہیں اسے حکم صادر فرمائیں۔ چنانچہ اس پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے پکارا اور سلام کرنے کے بعد کہا، اے محمد ﷺ! آپ جیسے چاہیں گے اسی طرح ہوگا، اگر آپ ﷺ کی منشا ہو تو میں دونوں پہاڑوں کو ان پر آپس میں ملا دوں (اور یہ سب ان کے درمیان ہلاک ہو جائیں)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ان لوگوں کو پیدا کرے گا جو صرف اسی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔'' (بخاری: 3231)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ﴾ ''اور اُن کے لئے تم جلدی کا مطالبہ نہ کرو'' آپ ﷺ کو صبر کا حکم دے کر فرمایا ان کے لیے عذاب مانگنے میں جلدی نہ کریں۔

(7) یعنی عذاب کے لئے جلدی مچانے والے اہل تکذیب کے لئے جلدی نہ کیجئے، یہ سب ان کی جہالت اور حماقت کے سبب سے ہے، وہ اپنی جہالت کی بنا پر آپ کو ہلکا اور حقیر نہ سمجھیں۔ ان کا جلدی مچانا آپ کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ آپ ان کے لئے بددعا کریں، کیونکہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2538/3)

سوال 2: ﴿كَاَنَّهُمْ ... الْفٰسِقُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ﴾ ''جس دن یہ لوگ وہ (عذاب) دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے'' یعنی جس دن یہ عذاب اور جہنم دیکھ لیں گے اس دن انھیں معلوم ہوگا کہ دنیا میں دن کا کچھ حصہ ہی گزارا ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا﴾ ''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟'' (النازعات: 42)

(3)﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾ ''اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع کرے گا، گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر دن میں بس ایک گھڑی، اس میں وہ ایک دوسرے کو پہچانتے رہے جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا یقیناً وہ خسارے میں پڑے رہے اور وہ ہدایت پانے والے نہیں تھے۔'' (یونس: 45)

(4)﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ (۱۱۲) قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَاۗدِّيْنَ (۱۱۳)﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تم سالوں کی گنتی میں زمین میں کتنا رہے ہو؟'' وہ کہیں گے: ''ہم ایک دن یا اس دن کا کچھ حصہ رہے ہیں، پس آپ شمار کرنے والوں سے پوچھ لیں۔'' (المومنون: 113,112)

(5)﴿بَلٰغٌ﴾ ''پیغام پہنچا دینا ہے'' یعنی یہ قرآن لوگوں کے پاس پہنچا دینے کے لیے ہے۔ تبلیغ میں دو احتمال ہیں: یہ دنیا کی عمر صرف پیغام پہنچا دینے کے لیے ہے۔ یہ قرآن عظیم صرف پہنچا دینے کے لیے ہے یعنی اس کی ہر ہر آیت لوگوں تک پہنچا دی جانی چاہیے کہ یہ سراسر تبلیغ ہے۔

(6)﴿فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''چنانچہ نافرمان لوگوں کے سوا کوئی ہلاک نہیں کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ کا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

عدل ہے، وہ صرف اسے تباہ کرتا ہے جو خود تباہ ہونا چاہتا ہے اور وہ فاسق ہیں جن کے علاوہ کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔ فاسق اس لیے ہلاک ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے نکل گئے ہیں اور انھوں نے اس حق کو قبول نہیں کیا جو رسول لے کر آئے۔(7) یا ارحم الراحمین! ہمیں فسق سے بچالینا۔ اپنی ناراضی سے بچالینا۔ آمین!

اٰیاتھا 38 — 47 - سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِيَّةٌ - 95 — رکوعاتھا 4

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 38 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 47 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 95 ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾

”وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا، اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال برباد کر دیے“ (1)

سوال 1: کافروں کے عمل برباد ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ... اَعْمَالَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ”وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا“ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا اور غیر اللہ کی عبادت کی، خود رکے، انکار کیا اور دوسروں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکا۔

(2) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی انبیاء کی دعوت سے انکار کیا، خود رکے اور دوسروں کو روکا۔

(3) جن لوگوں نے دوسروں کو اسلام میں داخل ہونے سے پھیر دیا۔

(4) ﴿اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال برباد کر دیے“ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو برباد کر دیا اور ان کی وجہ سے انہیں بدبختی میں مبتلا کر دیا کیونکہ وہ شیطان کے راستے پر تھے اور اولیاء اللہ کے خلاف خفیہ تدبیریں اور سازشیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا۔ وہ اپنے مقصد کو نہیں پا سکے۔ انہوں نے حق کے مقابلے میں باطل کی مدد کی اس لیے ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(5) سارے اعمال مثلاً مکارمِ اخلاق، صلہ رحمی، مہمان نوازی، قیدیوں کو چھڑانا، مسجدِ حرام میں پانی پلانا اور حاجیوں کی خدمت کرنا وغیرہ۔ یہ اعمال کفر اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے ساتھ قبول نہیں ہوتے۔ (تفسیر منیر:399/13)

(6) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا وہ یقیناً گمراہ ہو گئے، بہت دور کا گمراہ ہونا'' (النساء:167)

سوال 2: انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے کیسے روکا جاتا ہے؟

جواب: (1) خود اسلام کی سچائی کا انکار کیا جاتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلانے کے لئے جو لوگ اُٹھتے ہیں اُن کے مقابلے میں اُٹھ کر ان پر اعتراضات کیے جاتے ہیں اور ان کے خلاف پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔

(3) انسانیت کو سیدھے راستے سے روکنے کے لیے دلوں میں اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کیے جاتے ہیں۔

(4) انسانوں کو بے فائدہ اور فضول کاموں میں اُلجھا دیا جاتا ہے مثلاً لہو ولعب، موسیقی وغیرہ۔

(5) طاقت کے ذریعے زبردستی اسلام کے راستے سے روک دیا جاتا ہے۔

سوال 3: انسانیت کو سیدھے راستے سے روکنے کے کیا نتائج سامنے آتے ہیں؟

جواب: (1) جب بھی انسانوں کو سیدھے راستے (اسلامی نظامِ حیات) سے روکا گیا تو ان کے معاملات خراب ہو جاتے ہیں۔ ان کے اندر سے استقامت ختم ہو جاتی ہے۔ (2) اچھائی اور برائی کے پیمانے خراب ہو جاتے ہیں۔

(3) زمین کے نظام کا ہر شعبہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے مثلاً تعلیمی اور معاشی نظام خراب ہو جاتا ہے۔

(4) انسانی زندگی میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ یہ زندگی سیدھے راستے کی بجائے کجی یعنی ٹیڑھ پر قائم ہوگی۔

(5) انسانی تصورات میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ (6) انسانی ضمیر اور اَخلاق میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

(7) انسان کے طرزِ عمل اور اس کے تعلقات میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کا راستہ کون سا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا راستہ اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ قرآن کا راستہ ہے جس کو انسان شعوری طور پر قبول کرتا ہے۔

(2) اسلام انسان کی سوچ، فکر اور شعور کو اُس کی فطرت کے مطابق سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔

(3) اسلام انسان کو انفرادی طور پر، گھر کے اندر، معاشرے میں رہنے، کمانے اور خرچ کرنے کے اس طریقے پر چلاتا ہے جو بالکل انسان کی فطرت کے مطابق سیدھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)اسلام معاشرے میں امن، انصاف اور خوش حالی کا ایسا پروگرام دیتا ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔
(5)اسلام لوگوں کی کوششوں کے رُخ کو سیدھا کرتا ہے تاکہ انسان کی زندگی، صلاحیتیں، قوتیں اور مال فضول مقاصد کے لیے نہ لگ جائیں۔(6)اسلام انسان کو دُنیا میں کامیاب زندگی گزارنے کے ڈھنگ دیتا ہے اور آخرت میں اس کامیاب زندگی کی جزا کے طور پر جنت کی ضمانت دیتا ہے۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کے راستے پر کیسے چلا جا سکتا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کے لیے قرآنِ مجید اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو سمجھنا ضروری ہے۔
(2)اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کے لیے اللہ والوں کے ساتھ مل کر چلنا ضروری ہے۔
(3)اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا ضروری ہے۔اس راستے پر چلنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُمت کا فرض ٹھہرایا ہے کہ وہ بہترین امت ہونے کے ناطے بھلائی کی دعوت دے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔
(4)اس راستے پر چلنے کے لیے راستے کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔یہ راستہ چونکہ قرآن کا راستہ ہے لہٰذا قرآنِ مجید کی تعلیمات کو عام کرنا، دنیا بھر تک پہنچانا اور اس کے نظام کو نافذ کرنے کے لیے کوششیں کرنا ضروری ہے۔
(5)اللہ تعالیٰ کے راستے پر چل کر ہی انسانیت کو کامیابی نصیب ہو سکتی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ

"اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور وہ اس چیز پر بھی ایمان لائے جو محمد پر نازل کی گئی اور وہ ان کے رب کی طرف سے

كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ﴾

حق ہے، اس نے اُن سے اُن کی بُرائیاں دور کر دیں اور اُن کا حال درست کر دیا"(2)

سوال: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا حال سنوار دے گا، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... بَالَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ "اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے" یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے اعمال کیے اور اس کے اوامر اور نواہی کی پیروی کی۔(جامع البیان:40/26)
(2)اللہ تعالیٰ ایمان لا کر سنت کے مطابق عمل کرنے والوں کے حالات سنوار دے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ﴾ ''اور ایمان لائے اُس چیز پر جو نازل کی گئی محمد پر'' یعنی جو قرآن کریم اور سنت صحیحہ پر ایمان لائے کیونکہ وہ وحی الٰہی ہے جسے اللہ کے رسول ﷺ نے سیکھا اور صحیح حدیث میں ہے۔ ﴿اَلَا وَاِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ﴾ ''یعنی میں قرآن اور اس کی مثل جیسا دیا گیا ہوں۔'' (ایسر التفاسیر:1472,1471)

(4)﴿وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ ''اور وہ حق ہے اُن کے رب کی طرف سے'' یعنی قرآن حق ہے جو رب العزت کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس میں دلیل ہے کہ محمد ﷺ کا دین کبھی منسوخ نہیں ہوگا۔ (تفسیر منیر:401/13)

(5) یعنی جن لوگوں نے قرآن کو دل و جان سے مان لیا جو سراپا صداقت ہے، رب العزت کا کلام ہے۔

(6)﴿كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ﴾ ''اس نے اُن سے اُن کی بُرائیاں دور کر دیں'' اللہ تعالیٰ نے ان کے چھوٹے بڑے گناہ مٹا کر انہیں دنیا اور آخرت کے عذاب سے نجات دی۔

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ ''اور یقیناً اگر اہلِ کتاب ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو ہم ضرور اُن کی برائیاں اُن سے دور کر دیتے اور اُن کو ضرور نعمتوں بھرے باغات میں داخل کرتے۔'' (المائدہ:65)

(8)﴿وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ﴾ ''اور اُن کا حال درست کر دیا'' اللہ تعالیٰ ان کے دین و دنیا، ان کے قلوب اور ان کے اعمال کی اصلاح کرے گا، ان کے ثواب کو نشوونما دے کر اس کی اصلاح کرے گا، نیز اللہ تعالیٰ ان کے تمام احوال کی اصلاح کرے گا۔ (تفسیر سعدی:2540/3)

(9) سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہو کر عرض کی کہ اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھائیں تا کہ میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ آپ ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمرو! کیا بات ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ ایک شرط ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا شرط ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ یہ شرط کہ کیا میرے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمرو! کیا تو نہیں جانتا کہ اسلام لانے سے اس (شخص) کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور ہجرت سے اس کے سارے گزشتہ گناہ اور حج کرنے سے بھی اس کے گزشتہ سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔'' (مسلم:321)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی چھینکے تو ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ کہے اور اس کا بھائی یا اس کا ساتھی (راوی کو شبہ تھا) یرحمک اللہ کہے۔ جب ساتھی ﴿يَرْحَمُكَ اللّٰهُ﴾ کہے تو اس کے جواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں چھینکنے والا ﴿يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ﴾ کہے۔" (بخاری:6224)

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ

"یہ اس وجہ سے ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا بلاشبہ انہوں نے باطل کی پیروی کی اور جو لوگ ایمان لائے یقیناوہ اپنے رب کی طرف سے حق

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ﴾

کے پیچھے چلے، اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اُن کی مثالیں بیان کرتا ہے" (3)

سوال: ایمان والوں کی برائیاں اور کافروں کی نیکیاں مٹانے کی وجہ کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ ... اَمْثَالَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ﴾ "یہ" یعنی کافروں کے اعمال کو مٹانے اور ایمان والوں کی برائیوں کو مٹانے کی وجہ۔

(2) ﴿بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ﴾ "اس وجہ سے کہ یقینا جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے باطل کی پیروی کی" ان کافروں کے اعمال کو ضائع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ باطل کی پیروی کرتے ہیں۔ شیطان ان کے لئے کفر، شرک اور نافرمانیوں کو مزین کرتا ہے اور وہ اس کے پیچھے چلتے ہیں۔

(3) ﴿وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ "اور یقینا جو لوگ ایمان لائے انہوں نے اُس حق کی پیروی کی جو اُن کے رب کی طرف سے ہے" ایمان والوں سے ان کی برائیاں اس لئے مٹا دی جائیں گی اور ان کا حال اس لیے سنوارا جائے گا کیونکہ انہوں نے حق کی پیروی کی جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس آیا ہے جو نور اور برہان ہے۔ (جامع البیان:41/26) (4) یعنی انہوں نے قرآن وسنت کی پیروی کی جو صدق اور یقین ہے۔

(5) جو ان کے رب کی طرف سے صادر ہوا ہے۔ (تفسیر سعدی:2540/3)

(6) ﴿كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ﴾ "اس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اُن کی مثالیں بیان کرتا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مومنوں کے حالات کھول کر سامنے رکھ دیے ہیں، خسارہ اور نجات کو واضح کر دیا ہے تا کہ وہ کامیابی اور نجات کے راستے پر چلیں اور خسارے کی راہ پر چلنے سے بچیں۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ﴾ "تا کہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیلِ روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیلِ روشن کے ساتھ زندہ رہے۔" (الانفال:42)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا

''تو جب ملوان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے حتیٰ کہ جب تم انہیں خوب قتل کر چکو تو مضبوطی سے

الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ؕ وَلَوْ

باندھ دو پھر اس کے بعد یا احسان ہے یا فدیہ ہے یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے، یہی (حکم) ہے اور اگر

يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ

اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور اُن سے بدلہ لے لیتا لیکن تا کہ وہ تمہارے ایک کو دوسرے سے آزمائے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴾

مارے گئے تو اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا''(4)

سوال1: اللہ تعالیٰ کی جانب سے دی جانے والی جنگی حکمتِ عملی کی وضاحت ﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ ... اَوْزَارَهَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ﴾ ''تو جب ملوان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے'' یعنی جب کافروں سے میدانِ جنگ میں روبرو لڑائی ہو جائے تو ان کی گردنیں اڑا دو۔

(2)﴿حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ﴾ ''حتیٰ کہ جب تم انہیں خوب قتل کر چکو تو مضبوطی سے باندھ دو'' یہاں تک کہ جب آپ ان کی کمر توڑ دو اور تم ان کو دیکھ لو کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے ہیں تو ان کی طاقت توڑنے کے بعد ان کے باقی ماندہ افراد کو قید کر لو۔ جب انہیں قید کر لیا جائے گا تو مسلمانوں کی طرف سے جنگ اور ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔

(3) قیدی بنانے کے لئے رب العزت نے پالیسی دی ہے ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۶۷) لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۶۸)﴾ ''کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی آئیں یہاں تک کہ وہ زمین میں (کافروں کا) خوب قتل کر لیتے۔ تم لوگ دنیا کے سامان کا ارادہ رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کا ارادہ رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست، بڑی حکمت والا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا پہلے ہی موجود نہ ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے وصول کیا ہے اس کی وجہ سے تمہیں بڑا عذاب پہنچ جاتا۔'' (الانفال:68,67)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً﴾ ''پھر اس کے بعد یا تو احسان کرنا ہے یا فدیہ لینا ہے'' یعنی جب تمہاری قید میں آ جائیں تو تمہیں اختیار ہے کہ بغیر کچھ لیے احسان کر کے چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے لو۔ یعنی ان کو اس وقت تک نہیں چھوڑو گے جب تک وہ اپنا فدیہ ادا نہ کریں یا ان کے سابق فدیے میں کچھ مال نہ دے لیں یا مسلمان قیدیوں کو جو ان کے پاس ہوں انہیں آزاد نہ کروالیں اور یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے۔(5) سیدنا مروان بن حکم اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہوازن قبیلے کا ایک مسلمان وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اپنے اموال اور قیدیوں کی واپسی کا سوال کرنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے لیے زیادہ پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو لہٰذا تم دونوں چیزوں میں سے کوئی ایک اختیار کر لو یا قیدی یا مال۔'' (بخاری:2308,2307)

(6)﴿حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا﴾ ''یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے'' حتی کہ جنگ باقی نہ رہے اور تمہارے درمیان صلح اور امن قائم ہو جائے کیونکہ ہر مقام کے لئے قول اور ہر صورت حال کے لیے ایک حکم ہے۔ گزشتہ صورت حال اس وقت تھی جب جنگ اور قتال کی حالت تھی۔ جب کسی وقت، کسی سبب کی بنا پر جنگ اور قتال نہ ہو تو قتل اور قیدی بنانے کا فعل بھی نہ ہوگا۔ (تفسیر سعدی:2541/3)

سوال2: فدیے کی کیا صورتیں ہیں؟

جواب:(1) فدیہ کی بھی کئی صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ان سے زر فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ جیسا کہ بدر کے قیدیوں سے لیا گیا تھا اور زر فدیہ ہر شخص سے اس کی حیثیت کے مطابق لیا جائے گا۔ دوسری یہ کہ ان قیدیوں سے پیسہ کی بجائے کوئی اور خدمت لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے جیسا کہ بدر کے موقع پر جن لوگوں کے پاس زر فدیہ کی رقم نہیں تھی ان سے خدمت لی گئی کہ ایسا ہر قیدی مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے اور تیسری یہ کہ جنگی قیدیوں کا آپس میں تبادلہ کر لیا۔ اس کے لیے یہ ضروری نہیں ایک مسلمان کے بدلے میں ایک کافر چھوڑا جائے بلکہ ایک دفعہ آپ نے دو مسلمانوں کے بدلہ میں ایک کافر چھوڑا تھا۔ یہ ہیں وہ مختلف صورتیں جو اس آیت کے اس مختصر سے جملہ میں داخل ہیں۔ ان تمام صورتوں میں سے جو صورت بھی حالات کے مطابق اور مسلمانوں اور اسلام کے حق میں بہتر ہو، امام وہی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ (تیسیر القرآن:223/4)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ سوار نجد کی طرف بھیجے (جو تعداد میں تیس تھے) یہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا پکڑ کر لائے۔ انہوں نے اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور (تیسرے روز ثمامہ کی نیک طبیعت دیکھ کر) آپ ﷺ نے فرمایا: ''ثمامہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو چھوڑ دو۔(رہائی کے بعد) وہ مسجد نبوی سے قریب ایک کھجور کے باغ تک گئے اور وہاں غسل کیا۔ پھر مسجد میں داخل ہوئے اور کہا: ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں'' (بخاری:462)

سوال 3: جہاد کا حکم آزمائش کے لیے ہے، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ ... اَعْمَالَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہی (حکم) ہے'' یعنی یہ حکم کہ کافروں کے ذریعے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو آزمائش میں ڈالیں گے۔

(2) ﴿وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اُن سے بدلہ لے لیتا'' یعنی اب ہو سکتا تھا کہ کافروں کو زمین میں دھنسا دیا جاتا یا ان پر کوئی وبا آجاتی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان سے بدلہ لے لیتا کیونکہ وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

(3) ﴿وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ﴾ ''مگر اس لیے کہ وہ تم لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعے آزمائے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا ہے یہ حکم تمہاری آزمائش کے لیے ہے کہ کون تم میں سے مجاہد اور صابر ہے جو جنت تک پہنچ جاتا ہے اور کافر قتل ہو کر آگ میں داخل ہو جاتے ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک اُن کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تا کہ وہ جان لے صبر کرنے والوں کو۔'' (آل عمران:142)

(5) ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''یا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ان لوگوں کو نہیں جانا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو راز دار نہیں بنایا اور جو بھی تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (التوبہ:16)

(6) ﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''تم اُن سے لڑو، اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں اُن کو عذاب دلوائے گا اور اُنہیں رُسوا کرے گا اور اُن کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور مومنوں کے سینوں کو شفا دے گا۔'' (التوبہ:14)

(7) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! دشمن سے بھڑنے کی آرزو مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو لیکن اگر بھڑ جاؤ تو پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثابت قدم رہو اور جان لو کہ بہشت تلواروں کے سائے تلے ہے۔" (بخاری، کتاب الجہاد)

سوال 4: شہداء کی فضیلت کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... اَعْمَالَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ "اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے تو اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا" جنگ میں مسلمان شہادت پاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اجر کو بھی ضائع نہیں کرے گا۔ ان کے اعمال انہیں بڑھا کر دیے جائیں گے۔

(2) نبی ﷺ نے فرمایا: "شہید کو چھے باتیں عطا کی جاتی ہیں: اس کے خون کے پہلے قطرے سے اس کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔ اسے اس کا جنت والا گھر دکھایا جاتا ہے اور اس کا بڑی بڑی آنکھوں والی، اور گورے جسم والی حوروں سے جوڑا لگا دیا جاتا ہے۔ وہ عظیم گھبراہٹ اور عذاب قبر سے بے خوف رہتا ہے اور اسے ایمان کے حلے سے سجا دیا جاتا ہے۔" (ترمذی:1663)

(3) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ شہید کا ہر گناہ بخش دے گا لیکن قرض نہیں بخشے گا۔" (مسلم:1886) (4) مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے، ہم نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس آیت کا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ "اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہو گئے انہیں تم مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔" (آل عمران:169)

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے اس آیت کو رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "شہیدوں کی روحیں سبز چڑیوں کے قالب میں قندیلوں کے اندر ہیں، جو عرش مبارک سے لٹک رہی ہیں، اور جہاں چاہتی ہیں جنت میں چرتی پھرتی ہیں پھر ان قندیلوں میں آ رہتی ہیں۔ ایک بار ان کے پروردگار نے ان کو دیکھا اور فرمایا: تم کچھ چاہتی ہو؟ انہوں نے کہا: اب ہم کیا چاہیں گی ہم تو جنت میں جہاں چاہتی ہیں، چگتی پھرتی ہیں۔ پروردگار جل جلالہ نے پھر پوچھا، پھر پوچھا: جب انہوں نے دیکھا کہ بغیر پوچھے ہماری رہائی نہیں (یعنی پروردگار جل جلالہ برابر پوچھے جاتا ہے) تو انہوں نے کہا: اے پروردگار! ہم یہ چاہتی ہیں کہ ہماری روحوں کو پھیر دے ہمارے بدنوں میں (یعنی دنیا کے بدنوں میں) تاکہ ہم مارے جائیں دوبارہ تیری راہ میں، جب پروردگار جل جلالہ نے دیکھا کہ اب ان کو کوئی خواہش نہیں تو ان کو چھوڑ دیا۔" (مسلم:1887)

﴿سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ﴾

"وہ ضرور ہی اُن کی راہ نمائی کرے گا اور اُن کا حال درست کر دے گا" (5)

سوال: ایمان اور عمل صالح کرنے والے جنت کا راستہ پالیں گے، اس کی وضاحت ﴿سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿سَيَهْدِيهِمْ﴾ ''وہ ضرور ہی اُن کی راہ نمائی کرے گا'' یعنی اللہ تعالیٰ انہیں جنت کے راستے پر چلنے کی توفیق دے گا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں اُن کا رب انہیں ان کے ایمان کی وجہ سے ہدایت دے گا، نعمت کے باغوں میں ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔'' (یونس:9)

(2)﴿وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ﴾ ''اور اُن کا حال درست کر دے گا'' اللہ تعالیٰ ان کے احوال اور معاملات کی اصلاح کرے گا، ان کا ثواب درست اور کامل ہوگا جس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی تنگی ہوگی نہ تکدر۔ (تفسیر سعدی:2542/3)

﴿وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ﴾

''اور وہ اُس جنت میں انہیں داخل کرے گا جس سے وہ اُنہیں واقف کرا چکا ہے'' (6)

سوال: صالحین جنت میں اپنا گھر پہچان جائیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ﴾ ''اور وہ اُس جنت میں انہیں داخل کرے گا'' یعنی جس جنت کی طرف ان کی راہنمائی کی تھی اس میں انہیں داخل فرما دے گا۔

(2)﴿عَرَّفَهَا لَهُمْ﴾ ''جس سے وہ اُنہیں واقف کرا چکا ہے'' یعنی صالحین جنت میں اپنا گھر پہچان جائیں گے جس کو رب العزت نے ان کے لیے تجویز فرمایا۔ انہیں یوں لگے گا جیسے شروع سے وہیں رہتے بستے چلے آ رہے ہیں۔

(3) یعنی ان کے سامنے جنت کے اوصاف اور اس جنت تک پہنچنے کے اعمال بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں اس کا شوق پیدا کر کے اس سے متعارف اور واقف کرایا اور ان جملہ اعمال میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہادت بھی شامل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کو بجالانے کی توفیق عطا کی اور ان میں رغبت پیدا کی۔ پھر جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی منازل، ان کے اندر موجود نعمتوں اور ہر قسم کے تکدر سے پاک زندگی سے متعارف کرائے گا۔ (تفسیر سعدی:2542/3)

(4) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومنین جہنم سے چھٹکارا پا جائیں گے لیکن دوزخ و جنت کے درمیان ایک پل پر انہیں روک لیا جائے گا اور پھر ایک کے دوسرے پر ان مظالم کا بدلہ لیا جائے گا جو دنیا میں ان کے درمیان آپس میں ہوئے تھے اور جب کانٹ چھانٹ کر لی جائے گی اور صفائی ہو جائے گی تب انہیں جنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی۔ پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! جنتیوں میں سے ہر کوئی جنت میں اپنے گھر کو دنیا کے اپنے گھر کے مقابلہ میں زیادہ بہتر طریقے پر پہچان لے گا۔" (بخاری:6535)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا" (7)

سوال: دین کے مددگار بنو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... اَقْدَامَكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا" یعنی اے وہ لوگو! جو اللہ تعالیٰ اپنے رب پر ایمان لائے ہو اور جنہوں نے اسلام کو دین کے طور پر تسلیم کر لیا اور جو محمد ﷺ کو اپنا رسول مانتے ہیں اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے، اس کے نبی اور اس کے اولیاء کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔

(2) جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ "اور اللہ تعالیٰ یقیناً ضرور اس کی مدد کرے گا جو اُس کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔" (الحج:40)

(3) ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ "یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔" (المومن:51)

(4) ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ "اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ بدر میں بھی تمہاری مدد فرما چکا ہے حالانکہ تم نہایت کمزور تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ تاکہ تم شکر کرو۔" (آل عمران:123)

(5) ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ﴾ "بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سی جگہوں میں تمہاری مدد کی ہے اور حنین کے دن بھی جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسند بنا دیا پھر وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین وسیع ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔" (التوبہ:25)

(6) ﴿وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ "اور تمہارے قدم جما دے گا" کیونکہ بدلہ عمل کی جنس سے ملتا ہے اس لیے فرمایا کہ وہ تمہارے قدم جما دے گا۔ (جنگ میں مدد ہو گی تو دشمن کے مقابلے پر تمہارے پاؤں جم جائیں گے اور تم جی کھول کر لڑو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گے) حدیث میں ہے جو کسی بڑے شخص کے پاس اس کی درخواست پہنچادے جو خود اس تک نہ پہنچ سکتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے پاؤں پل صراط پر جمادے گا۔ (مختصر ابن کثیر:2/188)

(7) یعنی اللہ تعالیٰ طمانیت اور ثبات کے ذریعے سے ان کے دلوں کو مضبوط کرے گا، ان کے اجساد کو ان امور کو برداشت کرنے کی قوت عطا فرمائے گا اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرمائے گا۔ (تفسیر سعدی:3/2542)

(8) ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ایک پختہ بات سے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔'' (ابراہیم:27)

(9) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لئے حکم ہے کہ وہ اقامت دین، اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت اور اس کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کے ذریعے سے اس کی مدد کریں اور ان تمام امور میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ (تفسیر سعدی:3/2542)

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾

''اور جن لوگوں نے کفر کیا اُن کے لیے ہلاکت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال برباد کر دیے'' (8)

سوال: کافروں کے قدم نہیں جمتے، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... اَعْمَالَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا اُن کے لیے ہلاکت ہے'' تعسا کے معنی ٹھوکر کھا کر گرنا اور پھر اٹھ نہ سکنا ہے یا کسی گڑھے میں گر کر ہلاک ہو جانا ہے (مفردات)، گویا اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والوں کے تو اللہ تعالیٰ پاؤں جما دیتا ہے اس کے برعکس منکروں کو منہ کے بل گرا کر ہلاک کر دیا جاتا ہے اور مومنوں کی تو مدد کی جاتی ہے جبکہ کافروں کے سب کیے کرائے پر پانی پھیر دیا جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن:4/224)

(2) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا ان کے لئے ہلاکت ہے۔ وہ رسوائی کے راستے پر چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال برباد کر دے گا۔ دنیا میں تباہی، شکست، بربادی اور آخرت میں اعمال کی تباہی ہے۔

(3) ﴿وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال برباد کر دیے'' اللہ تعالیٰ ان کے اعمال باطل کر دے گا اور ان کی تدبیریں ان پر الٹا دے گا۔ ان کی سازشیں کامیاب نہ ہو پائیں گی۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾

''یہ اس لیے کہ انہوں نے اُس کو ناپسند کیا جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کے اعمال ضائع کر دیے'' (9)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: حق کو ناپسند کرنے والوں کے اعمال ضائع ہو جائیں گے، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ ... اَعْمَالَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ ''یہ اس وجہ سے کہ یقیناً انہوں نے اُس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے'' حق کو ناپسند کرنے والوں کے نیک اعمال بھی بیکار ہیں جنہیں قرآن پسند نہیں، جن لوگوں نے قرآن کو قبول نہیں کیا، جنہوں نے قرآن سے بغض رکھا۔

(2) ﴿فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''تو اس (اللہ تعالیٰ) نے اُن کے اعمال ضائع کر دیئے'' اللہ تعالیٰ ان کے نیک اعمال بھی ضائع کر دیں گے اور وہ دونوں جہانوں کا خسارہ اٹھائیں گے۔

﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ

''کیا وہ زمین میں چلتے نہیں کہ وہ دیکھیں ان سے پہلوں کا انجام کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی ڈال دی

عَلَيْهِمْ ۣ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا﴾

اور کافروں کے لیے بھی اس جیسی (تباہی) ہے''(10)

سوال: جھٹلانے والوں کے لئے پہلی قوموں میں عبرت ہے، اس کی وضاحت ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا ... اَمْثَالُهَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''کیا پھر یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ پھر وہ دیکھتے کہ اُن لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو اُن سے پہلے تھے؟'' یعنی نبی ﷺ کو جھٹلانے والے زمین میں چلتے پھرتے کیوں نہیں۔ انہوں نے پہلے لوگوں کے انجام پر کبھی غور نہیں کیا؟ انہیں شرک اور انبیاء کی مخالفت کی وجہ سے کیسے کیسے عذابوں میں مبتلا کیا گیا۔

(2) ﴿دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن پر تباہی ڈال دی'' یعنی ان کے گھروں، مالوں اور اولادوں کو اللہ تعالیٰ نے کیسے برباد کر دیا۔ (3) رب العزت نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ ان کے مالوں اور گھروں کو برباد کر دیا گیا۔ رب العزت نے ایمان والوں کو نجات عطا کی۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰي عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ ''چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، چنانچہ وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے ہی کنویں بیکار چھوڑے ہوئے اور چونا گچ محل۔ تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ اُن کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' (الحج:46,45)

(5) ﴿اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْٓآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾﴾ ''اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ وہ دیکھتے کہ اُن سے پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا۔ وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ تھے اور اُنہوں نے زمین کو خوب پھاڑا تھا اور اُسے ان سے زیادہ آباد کیا تھا اور اُن کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل لائے۔ تو اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا لیکن اپنی جانوں پر وہ خود ہی ظلم کرتے تھے۔ پھر جن لوگوں نے بُرے کام کیے تھے، اُن کا انجام بہت ہی بُرا ہوا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ اُن کا مذاق اُڑاتے تھے۔'' (الروم:10,9)

(6) ﴿وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا﴾ ''اور کافروں کے لیے بھی اس جیسی (تباہی) ہے'' کافروں کے لئے ان جیسی بہت سی مثالیں ہیں کہ نافرمان کیسے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جہنم میں پہنچے۔

(7) کافروں کی سزاؤں سے اہلِ مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم باز نہ آئے تو گزشتہ قوموں کی طرح تمہیں بھی ہلاک کیا جاسکتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾

ع 1 11 5

''یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اُن لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور کافروں کا یقیناً ان کے لیے کوئی مددگار نہیں'' (11)

سوال: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ ... مَوْلٰى لَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اُن لوگوں کا مددگار ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو ایمان لائے'' یعنی اللہ تعالیٰ مومنوں کا کارساز ہے۔ رب العزت نے اپنی خاص رحمت سے ان کی سرپرستی کی۔ ان کے نیک اعمال کی جزا اور ان کی نصرت کی ذمہ داری لی۔

(2) ﴿وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور یقینا کافروں کا'' یعنی جن لوگوں نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے بند کر لئے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے تعلق کاٹ لیا۔

(3) ﴿لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾ ''ان کے لیے کوئی مددگار نہیں'' یعنی ان کا کوئی کارساز، کوئی مددگار، کوئی راہ نما نہیں جو انہیں سلامتی کا راستہ دکھائے۔

(4) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (احد کی جنگ کے بعد) ابوسفیان نے پہاڑی پر سے آواز دی، کیا تمہارے ساتھ محمد ﷺ موجود ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی جواب نہ دے،'' پھر انہوں نے پوچھا: کیا تمہارے ساتھ ابن ابی قحافہ موجود ہیں؟ نبی ﷺ نے اس کے جواب کی بھی ممانعت فرما دی۔ انہوں نے پوچھا: کیا تمہارے ساتھ ابن خطاب رضی اللہ عنہ موجود ہیں؟ اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ یہ سب قتل کر دیے گئے اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بے قابو ہو گئے اور فرمایا، اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابھی انہیں ذلیل کرنے کے لیے باقی رکھا ہے۔ ابوسفیان نے کہا، ہبل (ایک بت) بلند رہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس کا جواب دو۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہو، اللہ تعالیٰ سب سے بلند اور بزرگ و برتر ہے۔'' ابوسفیان نے کہا: ہمارے پاس عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا جواب دو۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہو، اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و مددگار ہے اور تمہارا کوئی حامی نہیں۔'' (بخاری: 4043)

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾

''جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے انہیں اللہ تعالیٰ یقینا ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ مزے لوٹ رہے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں اور آگ ہی اُن کے لیے ٹھکانہ ہے'' (12)

سوال 1: صالح اعمال والے جنتی ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ اللّٰهَ ... الْاَنْهٰرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے انہیں اللہ تعالیٰ یقینا ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں گی''یعنی قیامت والے دن ایمان والے اور صالح اعمال والے ہی جنت میں جائیں گے۔

(2) یہ وعدہ ہے اللہ تعالیٰ کا جو ایمان والوں کا سرپرست ہے کہ قیامت والے دن انہیں جنت کے باغوں میں داخل فرمائے گا۔(3) ان محلات کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جو خوبصورت باغات کو سیراب کریں گی۔

سوال 2: کفار لذتوں اور شہوات میں ڈوبی زندگی گزار کر آگ میں پہنچیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... لَّهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ مزے لوٹ رہے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں'' کافروں کا کوئی کارساز نہیں اس لئے دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا فائدہ اٹھالیں۔ جانوروں کی طرح عقل سے محروم ہونے کی وجہ سے لذتوں اور شہوتوں میں گم رہ لیں۔

(2) ﴿وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ﴾ ''اور آگ ہی اُن کے لیے ٹھکانہ ہے'' لوٹ کر آگ کے گھر جانا ہے۔

(3) یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کیا اور اس کے رسول کی تکذیب کی ان کی کیفیت یہ ہے کہ اس دنیا سے بے تحاشا کھانے، تفاخرانہ لباس اور ناپائیدار زیب وزینت کی صورت میں متمتع ہو رہے ہیں، اپنے انجام سے بے خبر ہو کر کھانے پینے میں مصروف ہیں اور انہوں نے مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ دلائل کو بھی ناقابل اعتبار سمجھا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی صداقت کا پتہ دیتے تھے۔ یہ تو ان چوپاؤں کی طرح ہیں جو ہمیشہ اپنی چراگاہوں میں کھانے پینے میں مصروف رہتے ہیں حتی کہ ان کو یہ بھی فکر نہیں رہتی کہ کب انہیں ذبح کر دیا جائے۔ تو ان مشرکین کا بھی یہی حال ہے کہ وہ کھانے پینے اور لذت حاصل کرنے میں اس قدر مگن ہیں کہ جہنم کا عذاب بھول چکے ہیں۔ (تفسیر مراغی: 183/9)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن ایک آنت میں کھاتا ہے، جبکہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔'' (بخاری: 5396)

(5) یعنی وہ قیامت کے دن کے بارے میں غفلت کرتے ہیں، اللہ کے راستے کو نہیں اپناتے گویا کہ ان کی غفلت جانوروں جیسی ہے جو ذبح ہونے سے بھی غافل رہتے ہیں۔ نتیجتاً ان کے پاس ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں بچا۔ (تفسیر قاسمی)

(6) دنیا کے مزے لوٹنے اور کھانے پینے کی طرف توجہ کرنے والوں کا کوئی مقصد زندگی نہیں ہوتا۔ وہ آخرت سے غافل ہوتے ہیں، حیوانی سطح پر زندگی گزارتے ہیں، اُصولوں کا لحاظ نہیں کرتے۔ اگر انسان ایسی باتوں کو گم کر دے تو گویا اس نے مقامِ انسانیت کو گم کر دیا، اُس نے اپنے انسان ہونے کو نہیں پہچانا، اپنی زندگی کے مقصد کو پورا نہیں کیا۔ جو چیز اپنے مقصدِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی کو پورا نہ کرے بے کار ہو جاتی ہے اور بے کار چیزوں کا انجام بربادی ہے۔اس لئے محض دنیا کے مزے لوٹنے اور جانوروں کی طرح کھانے پینے والوں کا ٹھکانہ آگ ہے۔

﴿وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ

''اور کتنی ہی بستیاں جو تمہاری اس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس نے تمہیں نکال دیا ہے ہم نے اُن کو ہلاک کر دیا

فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ﴾

پھر اُن کے لیے کوئی مددگار نہ تھا''(13)

سوال1: جب ماضی میں طاقت ور لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں برباد کر دیا، اس کی وضاحت ﴿وَ كَاَيِّنْ ... لَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ﴾''اور کتنی ہی بستیاں جو تمہاری اس بستی سے قوت میں زیادہ تھیں جس نے تمہیں نکال دیا ہے'' اللہ رب العزت نے مشرکوں کو ڈرایا ہے کہ تم سے زیادہ طاقت ور لوگوں نے جب رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں فنا کے گھاٹ اتار دیا۔اگر تم خاتم الانبیاء کو جھٹلاتے رہے ہو تو کیا تم پر دنیا وآخرت کا عذاب نہیں آئے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ﴾''وہ زمین میں بے بس کر دینے والے نہ تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کے لیے کوئی مددگار ہیں، ان کے لیے دوگنا عذاب کیا جائے گا، وہ نہ سننے کی استطاعت رکھتے تھے اور نہ ہی وہ دیکھتے تھے۔''(ہود:20)

(2)﴿اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ﴾''ہم نے اُن کو ہلاک کر دیا پھر اُن کا کوئی مددگار نہ تھا''یعنی جب انہوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں برباد کر دیا۔انہیں نصیحت نے کوئی فائدہ نہیں دیا اور ان کا کوئی مددگار نہیں تھا۔

سوال2: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: اس آیت کے بارے میں روایت ہے کہ یہ مکّہ اور مدینہ کے درمیان اُس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ ہجرت کا سفر کر رہے تھے۔اس میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ بظاہر یہ لوگ بڑے نظر آتے ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کو اپنے ملک سے نکال دیا ہے لیکن یہ جبار بڑے کمزور ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ

''تو کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہو اُس کی طرح ہے جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا

وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾

اور جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی''(14)

سوال: حق پرست اور خواہش پرست برابر نہیں ہو سکتے، اس کی وضاحت ﴿اَفَمَنْ...اَهْوَآءَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾''تو کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہو''یعنی جو اللہ تعالیٰ کے دین کا علم اور سمجھ بوجھ رکھتا ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی وجہ سے سمجھ بوجھ کر نیک اعمال کر رہا ہو اور اسے حق پر چلنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا پورا یقین ہو۔

(2)﴿كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ﴾''اُس کی طرح ہے جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا''یعنی وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے لئے شیطان نے اس کے برے عمل کو خوش نما بنا دیا ہو۔

(3)﴿وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾''اور جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی''یعنی ایسی نفسانی خواہشات جن پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور وہ عبادت کرتے ہیں ان کی جنہوں نے ان کو پیدا نہیں کیا۔(البحر المحیط:465/9)

(4)ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات پر بصیرت رکھتا ہو ہدایت و علم کی صورت میں اور اسے اللہ تعالیٰ نے فطرت سلیمہ بھی عطا کی ہو اور وہ اس بات پر بھی پختہ یقین رکھتا ہو کہ اس کا حقیقی فائدہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے اور یہی جنت کا راستہ ہے اور اس بات کا علم بھی رکھتا ہو کہ بُرے اعمال کا بدلہ جہنم ہے کیا یہ شخص اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جسے شیطان اس کے بُرے اعمال اچھے بنا کر پیش کرتا ہے تا کہ وہ اسے اچھا خیال کرتے ہوئے ان پر عمل پیرا ہو جائے، بری سیرت کا مالک ہو، خواہشات کی پیروی کرنے والا ہو اور پھر اس کی شہوات بھڑکتی ہیں اور وہ گناہوں کا عادی ہو جاتا ہے بلکہ گناہوں کی وادیوں میں گر جاتا ہے پھر وہ کسی ناصح اور گناہوں سے روکنے والے کی طرف التفات نہیں کرتا۔(تفسیر المراغی:184/9)

(5)یقیناً دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾''کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟''(ص:28)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ ''کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے اُنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اُنہیں اُن لوگوں کی مانند بنادیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ اُن کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے؟ بہت بُرا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔'' (الجاثیہ:21)

(8)﴿اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''پھر کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ یقیناً آپ پر جو آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا وہی حق ہے، اس شخص جیسا ہے جو اندھا ہے؟ بلاشبہ نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں۔'' (الرعد:19)

(9)﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔'' (الحشر:20)

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ

''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ

يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ

تبدیل نہیں ہوا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں اور خوب صاف کیے ہوئے شہد کی نہریں ہیں اور اُن کے لیے

فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ

اس میں ہر طرح کے پھل ہیں اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہے، کیا وہ اُس کی طرح ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والا ہے؟

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ﴾

اور اُن کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا'' (15)

سوال 1: جنت کی نہروں کی وضاحت ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ... عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ﴾ ''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے'' مومنوں اور کافروں کا ہدایت و رشد اور گمراہی و ضلالت کے اعتبار سے فرق بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان دونوں گروہوں کی جزا (بدلہ) وسزا (عذاب) اور ان کے ابدی ٹھکانوں اور مقامات کا تذکرہ فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے جنت کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مختلف قسم کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔اور کفار کے لئے ہمیشہ جہنم میں رہنے اور انتہائی سخت گرم پانی کے پینے کا ذکر کیا ہے جو پیتے ہی ان کی آنتوں کو کاٹ دے گا۔اس بیان کے متصل قبل اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ مومنوں کی جزا اور بدلے کا ذکر کر رہے ہیں اور یہاں ان جنتوں کی خوبیوں کو نمایاں کیا جا رہا ہے جن کا متقین اور پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔(تفسیر منیر:423/13)

(2)یعنی وہ دنیا میں اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے اور گناہوں سے بچتے ہوئے اپنے انجام پر توجہ دیتے ہیں۔(جامع البیان:50/26)

(3)﴿فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ﴾ ''اس میں پانی کی نہریں ہوں گی جو خراب نہیں ہوگا'' یعنی ایسے صاف پانی کی نہریں ہوں گی جو ذرا بھی گدلا نہیں ہوگا، موتی کی طرح چمک دار ہوگا۔

(4)عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جنتی نہریں مشک کے پہاڑ سے نکلتی ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1883/2)

(5)جنت کی نہروں کا پانی شفاف، شیریں، خوشبودار اور لذیذ ہوگا۔

(6)﴿وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ﴾ ''اور ایسے دودھ کی نہریں جس کا مزہ بدلا نہیں ہوگا'' دنیا میں دودھ جانوروں کے تھنوں سے نکلتا ہے اور کچھ دیر کے بعد خراب ہو جاتا ہے۔جنت کا دودھ نہروں میں ہوگا، خراب ہونے سے محفوظ ہوگا اور لذیذ ہوگا۔

(7)جنت کا دودھ انتہائی سفید، میٹھا اور لذت والا ہے۔

(8)﴿وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾ ''اور ایسی شراب کی نہریں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی'' جنت کی شراب دنیا کی شراب کی طرح تلخ اور بدبو دار نہیں۔وہ دیکھنے میں خوبصورت، ذائقے میں لذیذ اور کمال درجے کی خوشبودار ہے۔

(9)جنت کی شراب قدموں سے روند کر نہیں نچوڑی گئی۔رب العزت نے فرمایا: ﴿لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ﴾ ''اس سے نہ وہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ وہ بہکیں گے۔''(الواقعہ:19)

(10)﴿بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾ ''سفید، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔''(الصّٰفّٰت:46)

(11)جنت کی شراب پینے والوں کو سرور اور کیف بخشنے والی ہے۔دیکھنے میں وہ سفید ہے۔

(12)﴿وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾ ''اور ایسے شہد کی نہریں جو صاف کیا گیا ہوگا'' جنت میں صاف شفاف اور خالص شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں جو ہر قسم کے میل کچیل اور موم سے پاک ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(13) سیدنا حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں پانی، شہد، دودھ اور شراب کے دریا ہیں جن سے نہریں پھوٹتی ہیں۔'' (ترمذی:2571)

(14) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے درمیانی درجہ ہے اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے۔ اس کے اوپر پروردگار کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔'' (بخاری:2790)

(15) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کوثر کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ ایک نہر ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ نے دی ہے یعنی جنت میں۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اس میں ایسی چڑیاں ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی سی ہیں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ تو بڑی نعمت میں ہیں۔ (ترمذی:2542)

سوال 2: ﴿وَلَهُمْ فِيهَا ... أَمْعَآءَهُمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ﴾ ''اور اُن کے لیے اس میں ہر طرح کے پھل ہیں'' جنت میں طرح طرح کے پھل ہوں گے جن کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ﴾ ''اُن میں وہ ہر قسم کے پھل اطمینان سے طلب کریں گے۔'' (الدخان:55)

(2) ﴿فِيهِمَا مِن كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ﴾ ''دونوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں۔'' (الرحمن:52)

(3) ﴿وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ﴾ ''اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہے'' یعنی تمام گناہوں کے لئے مغفرت ہوگی جس سے خوف زدہ کرنے والے اور ڈرانے والے امور زائل ہو جائیں گے۔

(4) ﴿كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَآءَهُمْ﴾ ''کیا وہ اُس کی طرح ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والا ہے؟ اور اُن کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا'' کیا یہ لوگ ان کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ آگ میں جھلنے والے ہیں جس کی حرارت شدید ہوگی اور انہیں جہنم میں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے آنتیں کٹ جائیں گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ (٦٦) ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ (٦٧)﴾ ''پس بلاشبہ وہ اُس میں سے یقیناً کھانے والے ہیں پھر اُسی سے پیٹ بھرنے والے ہیں، پھر یقیناً اس پر اُن کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی آمیزش ہے۔'' (الصٰفٰت:67,66)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ (۵۱) لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ (۵۲) فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (۵۳) فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ (۵۴) فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ (۵۵) هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ (۵۶)﴾ ''پھر بلاشبہ تم ہی اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کا درخت کھانے والے ہو، پھر اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو پھر اس پر کھولتے ہوئے پانی سے پینے والے ہو، پھر پیاس کی بیماری والے اونٹ کی طرح پینے والے ہو، یہی ہے اُن کی مہمانی بدلے کے دن۔'' (الواقعہ:51-56)

(6) پس پاک ہے وہ ذات جس نے دونوں گھروں یعنی جنت اور جہنم، دونوں قسم کی جزاؤں، دونوں قسم کے عمل کرنے والوں اور دونوں قسم کے اعمال میں تفاوت رکھا۔ (تفسیر سعدی:2546/3)

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

''اور اُن میں سے بعض آپ کی طرف کان لگاتے ہیں حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس سے جاتے ہیں تو اُن سے جنہیں علم عطا کیا گیا کہتے

مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾

ہیں: ''اُس نے ابھی کیا کہا تھا؟'' یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چلے'' (16)

سوال: منافقوں کی حماقت کی وضاحت ﴿وَمِنْهُمْ ... اَهْوَآءَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مومنین کے دنیا اور آخرت میں اوصاف حمیدہ اور کفار کے اوصاف قبیح کا تذکرہ کرنے کے بعد منافقین کے حالات و واقعات اور اعمال قبیح کو اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ منافقین کفار میں سے ہیں اور یہ جاہل ہیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کے ارشادات مبارکہ کو سننے کے باوجود بھی نہیں سمجھتے۔ یہ سنتے ہیں لیکن اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے کیونکہ ان کے نزدیک یہ بیانات و ارشادات معمولی چیزیں ہیں جن کی کوئی اہمیت نہیں اور یہ مذاق اور تمسخر کے لائق ہیں۔ ان کے برعکس مومن ہدایت یافتہ ہیں، جو کچھ سنتے ہیں اسے سمجھتے ہیں اور جو سیکھ لیتے ہیں اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے منافقین کو مخاطب کرتے ہوئے ہدایت کی ہے اور ان کو حکم دیا ہے کہ وہ نصیحت اور عبرت حاصل کرلیں اور روز قیامت برپا ہونے سے قبل اپنا محاسبہ کرلیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ صحیح عقیدہ جس پر آپ مستقیم ہیں ثابت قدم رہیں اور اپنے مومنین اور مومنات کے لئے توبہ و استغفار کرتے رہیں۔ (تفسیر منیر:430/13)

(2)﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ﴾ ''اور اُن میں سے بعض آپ کی طرف کان لگاتے ہیں'' ابن منذر رحمہ اللہ ابن جریج رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: منافقین اور مومنین نبی کریم ﷺ کے پاس جمع ہوتے تھے۔ مومن جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چیز آپ ﷺ سے سنتے اسے یاد کر لیتے اور جو منافقین سنتے وہ اسے بھلا دیتے، ان کا سب نسیا منسیا ہو جاتا۔ جب وہ باہر آتے تو منافقین صحابہ رضی اللہ عنہم سے سوال کرتے آپ ﷺ نے ابھی ابھی کیا کہا ہے۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ﴾۔ (تفسیر منیر:429/13)

(3) منافقوں کی حماقت کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کے پاس اگر سنتے بھی ہیں تو سمجھتے نہیں اس لیے کہ وہ قبول کرنے کی غرض سے نہیں سنتے۔

(4) ﴿حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ تمہارے پاس سے نکلے تو انہوں نے اُن لوگوں سے کہا جنہیں علم عطا کیا گیا: ''اُس نے ابھی کیا کہا تھا؟'' پھر جب مجلس ختم ہو جاتی ہے تو اہل علم صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں ابھی ابھی انھوں نے کیا کہا تھا یہ قول ان کی بدنیتی کا عکاس ہے کیوں کہ اگر وہ ایمان اور حب رسول ﷺ رکھتے تو انہیں پتہ ہوتا کہ ابھی ابھی آپ ﷺ نے کیا کہا۔

(5) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ ان منافقین کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ لوگ دو قسم کے ہیں یا دو شخصوں کی طرح ہیں: (i) ایک وہ آدمی جس نے اللہ تعالیٰ سے رشتہ ناطہ جوڑ لیا اور جو کچھ اس نے سماع کیا اس سے فائدہ اٹھایا۔ (ii) دوسرا وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ سے بے رغبتی اختیار کی یعنی کوئی چیز نہ سمجھا اور نہ سمجھنے کی کوشش کی تو پھر اس سے فائدہ بھی ایسا ہی حاصل کیا۔

(6) اور ایک قول یہ ہے کہ لوگ تین قسم کے ہیں: (i) سننے والے اور اس پر عمل کرنے والے۔ (ii) سننے والے اور اس پر غور وخوض کرنے والے۔ (iii) غفلت سے سننے والے اور ترک کر دینے والے۔ (جامع البیان:52/26)

(7) ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ ''یہی لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے'' ان کی خواہش پرستی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔

(8) ﴿وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''اور انہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی'' یعنی وہ ہدایت کی طلب نہیں رکھتے جس کی وجہ سے خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

(9) لوگ اندھے اور بہرے ہونے کی وجہ سے خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اس لئے ہدایت نہیں پاتے۔

(10) دو متضاد اور مختلف اشیاء کا مقارنہ اور موازنہ کرنا قرآن کریم کا منہج اور اسلوب ہے تاکہ ان کے درمیان فرق واضح ہو سکے جیسے مذکورہ بالا آیات میں مومنین اور کفار کے اعمال کا موازنہ کیا گیا ہے یا مومنین اور فجار کا مقارنہ کیا گیا ہے۔ یہاں قابل ذکر جو چیز ہے وہ ہدایت یافتہ مومنین اور منافقین کا موازنہ اور مقارنہ ہے۔ منافقین وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر کفر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مہریں لگادی ہیں اور انہوں نے کفر کرتے ہوئے اپنی خواہشات کی اتباع و پیروی کی اور مومن وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کے اعتبار سے بڑھا دیا۔ جو چیز وہ سنتے ہیں سمجھتے ہیں اور جس کو جان لیتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور پرہیزگاری سے نوازا ہے یعنی ان کو تقویٰ و عمل کی توفیق دی ہے جو ان پر فرض کیا گیا ہے۔ (تفسیر منیر:434/13)

﴿وَ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ﴾

''اور جن لوگوں نے ہدایت قبول کی، اس نے ان کو ہدایت میں بڑھا دیا اور انہیں اُن کا تقویٰ عطا کیا'' (17)

سوال: ہدایت کے متلاشی ہدایت پا جاتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا ... تَقْوٰىهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے ہدایت قبول کی'' یعنی جو صحیح ایمان لا کر عمل صالح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق انہیں ہدایت میں بڑھا دیتے ہیں جیسا کہ وہ اشیاء کی نشوونما کرتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں بڑھاتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:1478,1477)

(2) رہے وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے حق کی اتباع کی توفیق عطا فرمائی ہے اور اے محمد ﷺ! ان کے سینوں کو ایمان اور کلام پاک سننے اور سمجھنے کے لیے کھول دیا ہے جب آپ ان پر تلاوت فرماتے ہیں وہ اس کو آپ سے سنتے ہیں۔ (جامع البیان:53/26)

(3) ﴿وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا﴾ سے مراد ہے حق کی اتباع کرنا اور دلائل و براہین کے مطابق زندگی بسر کرنا۔ (تفسیر القاسمی:49/15)

(4) ﴿زَادَهُمْ هُدًى﴾ ''اس نے ان کو ہدایت میں بڑھا دیا'' اللہ تعالیٰ جو ان کی رشد و ہدایت میں اضافہ فرماتا ہے اس میں چار قول ہیں۔ (i) سیدنا ربیع بن انس رحمہ اللہ کہتے ہیں: ان کا علمی اضافہ مراد ہے۔

(ii) ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں: ان کا سن کر اسے سمجھ لینا مراد ہے۔

(iii) کلبی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: ان کا دینی لحاظ سے بصیرت و فہم میں اضافہ اور نبی ﷺ کی تصدیق مراد ہے۔

(iv) ایک قول یہ ہے کہ ایمان کے لحاظ سے شرح صدر مراد ہے۔ (تفسیر قرطبی:172/8)

(5) ﴿وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ﴾ ''اور اُن کو ان کا تقویٰ عطا کیا'' اس کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ ان کو تقویٰ عطا کیا اور اس پر ان کی مدد و نصرت فرمائی۔ ''تقویٰ'' کے بارے میں مفسرین کے کافی اقوال ہیں۔ (i) سیدنا ربیع رحمہ اللہ کہتے ہیں: تقویٰ خوف و خشیت کا نام ہے۔ (ii) سیدنا ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں: تقویٰ آخرت کے ثواب کو کہا جاتا ہے۔ (iii) سیدنا مقاتل رحمہ اللہ کہتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں: تقویٰ سے مراد نیک عمل کی توفیق مل جانا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ (iv) ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ ناسخ پر عمل کرنے اور منسوخ کو ترک کر دینے کا نام ہے۔ (v) ایک قول یہ ہے کہ رخصت کو ترک کرتے ہوئے عزیمت کو اپنا لینا تقویٰ ہے۔ (فتح القدیر: 44/5)

﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ

''سو وہ اپنے پاس قیامت ہی کے اچانک آنے کا انتظار کر رہے ہیں، بے شک اس کی علامات تو آ چکیں،

فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ﴾

پھر جب وہ ان کے پاس آ جائے گی ان کے لیے نصیحت کیسے ممکن ہوگی؟'' (18)

سوال: جھٹلانے والے تیاری سے غافل ہیں اور قیامت کا انتظار کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ ... ذِكْرٰىهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً﴾ ''سو وہ اپنے پاس قیامت ہی کے اچانک آنے کا انتظار کر رہے ہیں'' یعنی کیا جھٹلانے والے منتظر ہیں کہ قیامت کی گھڑی اچانک بے شعوری کے عالم میں ان پر آئے اور انہیں پتہ ہی نہ چلے یعنی وہ قیامت کی گھڑی سے غافل ہوں۔

(2) ﴿فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا﴾ ''بے شک اس کی علامات تو آ چکیں'' یعنی قرب قیامت کی نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى (۵۶) اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ (۵۷)﴾ ''یہ بھی پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے۔ قریب آنے والی قریب آ گئی ہے۔'' (النجم: 57,56)

(3) ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ ''بہت قریب آ گئی قیامت اور چاند پھٹ گیا۔'' (القمر: 1)

(4) ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔'' (الانبیاء: 1)

(5) ﴿اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا سو اس کو تم جلدی طلب نہ کرو، وہ پاک ہے، اور بے حد بلند ہے اس سے جن کو وہ شریک بناتے ہیں۔'' (النحل: 1)

(6) سیدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ہم باہم گفتگو کر رہے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم کس بات کا تذکرہ کر رہے ہو؟“ انہوں نے عرض کیا: ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ ہرگز قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پہلے دس علامات دیکھ لو گے۔“ پھر دھوئیں، دجال، دابۃ الارض، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے اور سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نازل ہونے اور یاجوج وماجوج اور تین جگہوں سے دھنسنے، ایک دھنسنا مشرق میں اور ایک دھنسنا مغرب میں اور ایک دھنسنا جزیرۃ العرب میں ہونے اور آخر میں یمن سے آگ نکلنے کا ذکر فرمایا جو لوگوں کو جمع ہونے کی جگہ کی طرف لے جائے گی۔ (مسلم: 7285)

(7) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت کے لوگ شراب پئیں گے لیکن اس کا نام کچھ اور رکھ دیں گے، ان کی سرپرستی میں باجے بجیں گے، گانے والیاں گائیں گی، اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور بعض کو بندر اور خنزیر بنا دے گا۔“ (ابن ماجہ: 3247/2)

(8) ﴿فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ﴾ ”پھر جب وہ ان کے پاس آجائے گی ان کے لیے نصیحت کیسے ممکن ہوگی؟“ یعنی جب قیامت آجائے گی تو نصیحت مان لینے سے کیا حاصل ہوگا! جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَىٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى﴾ ”اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور اب اس کے لیے نصیحت کہاں؟“ (الفجر: 23)

(9) ﴿وَّقَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ”اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں حالانکہ دور کی جگہ سے ان کے لیے (ایمان کو) حاصل کرنا کہاں ممکن ہے؟“ (سبا: 52)

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ

”پس آپ جان لیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ﴾

ع 2/8/6

اور اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے کو بھی جانتا ہے اور تمہارے ٹھکانوں کو بھی“ (19)

سوال: توحید کا علم حاصل کرنے اور مومنوں کے لیے استغفار کرنے کے احکام کی وضاحت ﴿فَاعْلَمْ ... وَمَثْوٰىكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ”پھر جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں“ یعنی اے محمد ﷺ! آپ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی ہر چیز کا مالک ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(2)علم میں اقرار قلب اور اس معنی کی معرفت، جو علم اس سے طلب کرتا ہے لازمی امر ہے اور علم کی تکمیل یہ ہے کہ اس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جائے اور یہ علم جس کے حصول کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا علم ہے اور ہر انسان پر فرض عین ہے اور کسی پر بھی، خواہ وہ کوئی بھی ہو، ساقط نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک کے لئے اس کا حصول ضروری ہے۔ اس علم کے حصول کا طریق کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، چند امور پر مبنی ہے: (i) سب سے بڑا امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال میں تدبر کیا جائے جو اس کے کمال اور اس کی عظمت وجلال پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ اسماء وصفات میں تدبر عبادت میں کوشش صرف کرنے اور رب کامل کے لئے تعبد کا موجب ہوتا ہے جو ہر قسم کی حمد ومجد اور جلال وجمال کا مالک ہے۔ (ii) اس حقیقت کا علم کہ اللہ تعالیٰ تخلیق وتدبیر میں منفرد ہے، اس کے ذریعے سے اس بات کا علم حاصل ہوگا کہ وہ الوہیت میں بھی منفرد ہے۔ (iii) اس امر کا علم کہ ظاہری اور باطنی، دینی اور دنیاوی نعمتیں عطا کرنے میں وہ منفرد ہے۔ یہ علم دل کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھنے، اس سے محبت کرنے، اس اکیلے کی عبادت کرنے کا موجب بنتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ (iv) ہم یہ جو دیکھتے اور سنتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے لئے جو اس کی توحید کو قائم کرتے ہیں، فتح ونصرت اور دنیاوی نعمتیں ہیں اور اس کے دشمن مشرکین کے لئے سزا اور عذاب ہے، یہ چیز اس علم کے حصول کی طرف دعوت دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور تمام تر عبادت کا وہی مستحق ہے۔ (v) ان بتوں اور خود ساختہ ہم سروں کے اوصاف کی معرفت، جن کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے اور انہیں معبود بنا لیا گیا ہے، یہ ہر لحاظ سے ناقص اور بالذات محتاج ہیں، یہ خود اپنے لیے اور اپنے عبادت گزاروں کے لئے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے، ان کے اختیار میں زندگی ہے نہ موت اور نہ یہ دوبارہ زندگی ہی عطا کر سکتے ہیں، یہ ان لوگوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے جو ان کی عبادت کرتے ہیں، بھلائی عطا کرنے اور شر کو دور کرنے میں ان کے ذرہ بھر کام نہیں آسکتے کیونکہ ان اوصاف کا علم، اس حقیقت کے علم کا موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی عبادت کی مستحق نہیں، نیز یہ علم اللہ کے ماسوا کی الوہیت کے بطلان کا موجب ہے۔ (vi) حقیقت توحید پر اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں اتفاق کرتی ہیں۔ (vii) اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جو اخلاق، عقل، رائے، صواب اور علم کے اعتبار سے اس کی مخلوق میں سب سے زیادہ کامل ہیں یعنی انبیاء ومرسلین اور علمائے ربانی اس حقیقت کی گواہی دیتے ہیں۔ (viii) اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو دلائل افقیہ اور نفسیہ قائم کیے ہیں، جو توحید الٰہی پر سب سے بڑی دلیل ہیں، اپنی زبان حال سے پکار پکار کر اس کی باریک کاریگری، اس کی عجیب وغریب حکمتوں اور اس کی انوکھی تخلیق کا اعلان کرتے ہیں۔ یہ وہ طریقے ہیں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو کثرت سے اس امر کی دعوت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معبود نہیں، ان کو اپنی کتاب میں نمایاں طور پر بیان کیا ہے اور بار بار ان کا اعادہ کیا ہے۔ ان میں سے بعض پر غور وفکر کرنے سے بندے کو علم اور یقین حاصل ہونا ایک لازمی امر ہے، تب بندے کو کیوں کر علم اور یقین حاصل نہ ہوگا جب دلائل ہر جانب سے مجتمع اور متفق ہو کر توحید پر دلالت کرتے ہوں۔ یہاں بندہ مومن کے دل میں توحید پر ایمان اور اس کا علم راسخ ہو کر پہاڑوں کی مانند بن جاتے ہیں، شبہات وخیالات انہیں متزلزل نہیں کر سکتے اور باطل شبہات کے بار بار وارد ہونے سے ان کی نشوونما اور ان کے کمال میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اگر آپ اس عظیم دلیل اور بہت بڑے معاملے کو دیکھیں اور وہ ہے قرآن عظیم میں تدبر اور اس کی آیات میں غور وفکر تو یہ علم توحید تک پہنچنے کے لئے بہت بڑا دروازہ ہے، اس کے ذریعے سے توحید کی وہ تفاصیل حاصل ہوتی ہیں جو کسی دوسرے طریقے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ (تفسیر سعدی: 3/2547-2549)

(3) ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ ''اور اپنے گناہ کی بخشش مانگیں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی'' اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں اور گناہوں کو چھوڑ کر مغفرت کے اسباب پر عمل کریں۔

(4) مومن مرد اور مومن عورتیں ایمان کی وجہ سے سب مسلمانوں پر زیادہ حق رکھتے ہیں، ان کے حقوق میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ ان کے گناہوں کی بخشش مانگی جائے۔

(5) جب آپ ان کے لیے استغفار پر مامور ہیں، جو ان سے گناہوں اور ان کی سزا کے ازالے کو متضمن ہے، تب اس کے لوازم میں سے ہے کہ ان کی خیر خواہی کی جائے، ان کے لیے بھلائی کو پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں، ان کے لیے برائی کو ناپسند کریں جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں، انہیں ان کاموں کا حکم دیں جن میں ان کے لیے بھلائی ہے اور ان کاموں سے روکیں جن سے ان کو ضرر پہنچتا ہے، ان کی کوتاہیوں اور عیبوں کو معاف کر دیں، ان کے ساتھ اس طرح اکٹھے رہنے کی خواہش رکھیں جس سے ان کے دل اکٹھے رہیں اور ان کے درمیان کینہ اور بغض زائل ہو جو عداوت اور ایسی مخالفت کا سبب بنتا ہے جس سے ان کے گناہ اور معاصی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 3/2549)

(6) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا کیا کرتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ، وَجَهْلِيْ، وَإِسْرَافِيْ فِيْ أَمْرِيْ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ هَزْلِيْ، وَجِدِّيْ، وَخَطَايَايَ، وَعَمْدِيْ، وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ﴾ ''اے اللہ! میری خطا اور نادانی اور میرے کاموں میں زیادتی سے درگزر فرما اور اس گناہ سے بھی جس کا علم مجھ سے زیادہ تجھے ہے۔ اے اللہ! میری مغفرت فرما اس بات سے جس کو میں نے ارادے اور سنجیدگی سے کیا اور اس سے بھی جس کو ہنسی اور دل لگی میں کیا اور ان کاموں سے بھی جنہیں میں نے بھول چوک میں کیا اور ان سے بھی جنہیں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے دانستہ طور پر کیا۔'' (بخاری:6399)

(7)﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ﴾ ''اے اللہ! تو میرے اگلے پچھلے، پوشیدہ اور ظاہر تمام گناہ معاف فرما اور جو میں نے زیادتی کی اور وہ گناہ جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے وہ بھی معاف فرما تو ہی اپنی بارگاہ عزت میں آگے کرنے والا اور اپنی بارگاہ جلال سے پیچھے کرنے والا ہے، صرف تو ہی سچا معبود ہے۔'' (مسلم:1812)

(8)سیدنا عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ کے ساتھ کھانا کھایا اور پانی پیا، پھر میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ عاصم کہتے ہیں: میں نے سیدنا عبداللہ سے دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کے رسول نے بھی تمہارے لیے مغفرت کی دعا کی تھی؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، آپ نے میرے لیے اور تم سب اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی، پھر اس آیت کی تلاوت کی: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ ''اور آپ اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور جملہ اہل ایمان خواتین اور مردوں کے لیے بھی مغفرت کی دعا کریں۔'' (سورہ محمد:19) پھر میں نے آپ ﷺ کے دائیں یا بائیں کندھے (یہ شک شعبہ کو ہے) کی نرم ہڈی کو دیکھا، ایسے لگ رہا تھا کہ بند مٹھی کی طرح وہاں گوشت جمع ہو اور اس پر مسّے ہوں۔ ایک روایت میں ہے: میں نے آپ کے بائیں کندھے کی نرم ہڈی کے قریب بند مٹھی کی مانند گوشت دیکھا، وہ مہر نبوت تھی، اس پر کالے تل تھے، جیسے وہ مسّے ہوتے ہیں۔ (مسند احمد:11152)

(9)امام نسفی رحمہ اللہ نے کہا ہے: اس کا مفہوم یہ ہے کہ اے پیغمبر! آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے علم پر ثابت قدم رہیے اسی طرح عاجزی وانکساری سے اور اپنے گناہوں اور اپنے دین کے ماننے والوں کے گناہوں سے استغفار کے ساتھ تزکیہ نفس کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔ ''شرح التاویلات'' میں ہے کہ ہوسکتا ہے آپ کی کوئی غلطی ہو جو ہمارے علم میں نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں ہو اُس وجہ سے اس نے آپ ﷺ کو استغفار کا حکم دیا ہے۔ تاہم یہ بات بھی قابل غور ہے کہ انبیاء کا گناہ، قباحت کا ارتکاب کرنے کی بجائے کسی افضل شے کے ترک کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ ہمارے گناہوں کو چھوٹی اور بڑی قباحتوں کے ارتکاب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (الاساس:5324/9)

(10)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار اور اس سے توبہ کرتا ہوں۔'' (بخاری:6307)(11)ایک حدیث سے یوں روایت کیا جاتا ہے: شیطان نے کہا: اے اللہ! مجھے تیری عزت وجلالت کی قسم! میں لوگوں کو تب تک بہکاتا رہوں گا جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک اُن کی روحیں ان کے جسموں سے الگ نہیں ہو جاتیں۔تو اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا: مجھے اپنے عزت وجلالت کی قسم! میرے بندے جب تک مجھ سے بخشش طلب کرتے رہیں گے میں تب تک ان کو معاف کرتا رہوں گا۔(صحیحہ:104)

(12) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سو بار: ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ ''اے میرے رب! مجھے بخش دے، میری توبہ قبول کر، تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے'' کہنے کو شمار کرتے تھے۔(ابوداؤد:1516)

(13) ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے کو بھی جانتا ہے اور تمہارے ٹھکانوں کو بھی'' یعنی اللہ تعالیٰ دن میں معاش کے لیے تمہاری سرگرمیوں کو جانتا ہے اور تمہارا لوٹنا اور بستروں پر آرام کرنا بھی اس لیے اس سے ڈرو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور وہی ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے۔ اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے۔ پھر وہ اس میں تمہیں اُٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری کی جائے۔ پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے۔ پھر وہ تمہیں اس سے باخبر کر دے گا جو تم کرتے رہے تھے۔'' (الانعام:60)

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ

''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت نازل کیوں نہیں کر دی گئی؟ چنانچہ جب کہ ایک محکم سورت اتار دی

وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ

جاتی ہے اور اس میں جنگ کا ذکر کیا جاتا ہے آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں

نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ﴾

ایسے شخص کی طرح دیکھنا جس پر موت سے غشی ڈال دی گئی ہو، پس اُن کے لئے بہت بہتر ہے'' (20)

سوال: جہاد سے لوگوں کی گھبراہٹ کی وضاحت ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ... فَاَوْلٰى لَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اسلام میں، توحید، محشر، بعث اور اس کے علاوہ اصول عقیدہ کے بارے میں نازل ہونے والی آیات سنتے وقت کافر، منافق اور ہدایت یافتہ لوگوں کے حالات و تاثرات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عملی معاملات یعنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاد، نماز، زکوٰۃ اور اس جیسے دوسرے اعمال سے متعلق نازل ہونے والی آیات سنتے وقت مذکورہ گروہوں کے تاثرات بیان فرمائے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مومن ایسی آیات کے نزول کا انتظار کرتا ہے اور جب ایسے احکام مؤخر ہوتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ کیوں نہیں اللہ تعالیٰ عبادات میں سے کسی عبادت کو واجب کرتے تاکہ ہم اس کا تقرب حاصل کر سکیں جبکہ منافق جب ایسی آیات نازل ہوتی ہیں جسے بجالانے میں وہ جسمانی و مالی مشقت سمجھتا ہے، ناپسند جانتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ دونوں گروہوں میں علم اور عمل کے اعتبار سے تباین ہے، نہ تو منافق کے پلّے علم پڑتا ہے اور نہ ہی وہ عمل کرتا ہے جبکہ مومن علم بھی رکھتا ہے اور عمل بھی کرتا ہے۔ (تفسیر منیر:438,437/13)

(2)﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ کہتے ہیں'' یعنی مخلص مومن مشکل کاموں پر جلدی مچاتے ہوئے کہتے ہیں۔

(3)﴿لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ﴾ ''کہ کوئی سورت نازل کیوں نہیں کر دی گئی؟'' یعنی کوئی ایسی سورت کیوں نہیں نازل ہوتی جس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہو۔

(4)﴿فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ﴾ ''چنانچہ جب کہ ایک محکم سورت اتار دی جاتی ہے اور اس میں جنگ کا ذکر کیا جاتا ہے'' یعنی اپنے بیان اور فرائض کے اعتبار سے پختہ سورت نازل کی جاتی ہے جس پر عمل کو لازم ٹھہرایا گیا ہو اور اس میں جہاد کا ذکر کیا گیا ہو۔

(5) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تمام وہ سورتیں جن میں جہاد کا ذکر کیا گیا ہے، پختہ ہیں اور منافقین کے اعتبار سے قرآن کریم کی تمام سورتوں میں سے زیادہ سخت ہیں۔ (غرائب القرآن:137/6)

(6)﴿رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ ''آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں ایسے شخص کی طرح دیکھنا جس پر موت سے غشی ڈال دی گئی ہو'' یعنی قتال کی شدت اور اس کو ناپسند کرنے کی وجہ سے کمزور ایمان والے ثابت قدم نہ رہے۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً﴾ ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پس جب اُن پر قتال لکھ دیا گیا تب ان میں سے ایک گروہ انسانوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہو یا اس سے بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادہ ڈرنا!'' (النساء:77)

(8) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ ﴿يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ﴿اِلَيْكَ﴾ سے مراد محمد ﷺ ہیں ﴿نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ یعنی اس خوف سے کہ آپ ان کو مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کرنے کا حکم دیں گے گویا کہ وہ دشمن کے ساتھ مقابلے سے ڈرے ہوئے ہیں اور آپ کی طرف وہ ڈرے ہوئے آدمی کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ ﴿مِنَ الْمَوْتِ﴾ یعنی موت کے خوف سے۔ ایسا فعل (پہلے آرزو کرنا پھر دامن بچانا) منافق ہونے کی علامت ہے۔ (جامع البیان:55/26) (9) ﴿فَاَوْلٰى لَهُمْ﴾ ''پس اُن کے لئے بہت بہتر ہے'' یعنی بزدلی اور نفاق بربادی لانے والا ہے۔

(10) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿فَاَوْلٰى لَهُمْ﴾ سے مراد ان کا بیان وعید ہے۔ (جامع البیان:55/26)

﴿طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾

''حکم ماننا اور بھلی بات کہنا، پھر جب حکم جہاد پختہ ہو جائے تو اگر وہ اللہ تعالیٰ سے سچے رہیں تو یقیناً اُن کے لیے بہتر ہوگا'' (21)

سوال: جہاد میں حصہ لینا ہی بہتر ہے، اس کی وضاحت ﴿طَاعَةٌ ... خَيْرًا لَّهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ﴾ ''حکم ماننا اور بھلی بات کہنا'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ یہ آیت: ﴿فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ﴾ ''ایک محکم سورت اتار دی جاتی ہے'' (محمد:20) نازل ہونے سے پہلے جب منافقین سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ تم پر جہاد فرض کرنے والے ہیں تو یہ کہتے ہم سمع وطاعت کریں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے محکم سورۃ نازل فرما دی جس میں جہاد کا حکم دیا گیا تھا تو ان پر یہ بہت گراں گزرا اور انہوں نے اسے ناپسند کیا۔ یعنی ان منافقین کے ہاں سمع واطاعت جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے تھی جب فرض کر دیا گیا تو یہ اسے ناپسند جاننے لگے اور اسے اپنے لئے تکلیف دہ عمل سمجھنے لگے۔ (جامع البیان:56/26)

(2) یعنی اب تو ان کے لیے حکم پر عمل کرنا واجب ہو گیا ہے اس لیے وہ حکم کی تعمیل کریں۔

(3) ﴿فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ﴾ ''پھر جب حکم جہاد پختہ ہو جائے'' یعنی جب کوئی سخت اور واجب معاملہ آ گیا تو اس حال میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر کے اور اس کی اطاعت میں پوری کوشش کے ذریعے سے، اس کے ساتھ صدق کا معاملہ رکھتے۔ (تفسیر سعدی:2551/3)

(4) ﴿فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ﴾ ''تو اگر وہ اللہ تعالیٰ سے سچے رہیں'' یعنی اگر وہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے۔

(i) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں کھوٹ کو دور کر لیں یعنی نفاق کو چھوڑ دیں اور خالص ہو جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ii)اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر لڑنے کے لئے جو رسول سے معاہدہ کیا ہے اس میں سچے رہیں۔

(5)﴿لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ ''تو یقیناً اُن کے لیے بہتر ہوتا'' یعنی جہاد کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے، نیک نیتی اور اخلاص کا ثبوت دیتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ﴾

''پھر بلاشبہ تم سے توقع ہے کہ اگر تم حاکم بن جاؤ تو تم زمین میں فساد برپا کردو گے اور اپنے رشتوں کو توڑ دو گے'' (22)

سوال 1: فساد اور قطع رحمی کی ممانعت کی وضاحت ﴿فَهَلْ...اَرْحَامَكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب (1): ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ﴾ ''پھر بلاشبہ تم سے توقع ہے کہ اگر تم حاکم بن جاؤ'' اگر ﴿تَوَلَّيْتُمْ﴾ کا معنی پھر جانا اور اعراض کرنا لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر تم جہاد سے بدک کر اسلام سے پھر جاؤ تو تمہارے متعلق یہی توقع کی جاسکتی ہے کہ تم پر پھر اسلام سے ماقبل کی حالت عود کر آئے۔ انہی پہلی سی قبائلی جنگوں میں تم پڑ جاؤ گے جن سے نکلنے کی تمہیں کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ (تیسیر القرآن: 4/231)

(2)﴿اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''تو تم زمین میں فساد برپا کردو گے'' یعنی زمین میں شرک اور نافرمانیاں کرو گے۔

(3)﴿وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ﴾ ''اور اپنے رشتوں کو توڑ دو گے'' اور رشتہ داریوں کو کاٹو گے، قطع رحمی کر کے اپنی جاہلیت والی زندگی کی طرف لوٹ جاؤ گے یعنی یہ احتمال ہے کہ اگر تم جہاد نہ کرو تو ملک میں بدامنی پھیلاؤ گے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تخلیق فرمائی تو جب اس کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ فارغ ہوئے تو رحم کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کوکھ یعنی پہلو سے تخلیق فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے کیا ہے؟ تو رحم نے کہا: قطع رحمی کے بعد میرا لوٹنے کا یہی ٹھکانہ اور مکان ہے۔ تو اللہ جل شانہ نے فرمایا: کیا تو اس بات پر خوش نہیں ہے کہ جو تجھے کاٹے گا میں اسے کاٹ دوں گا اور جو تجھے قائم رکھے گا میں اس کو قائم رکھوں گا۔ تو رحم نے کہا: ہاں ٹھیک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تیرے لیے ہے۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر تمہیں پسند ہے تو یہ آیت کریمہ تلاوت فرمالیں۔

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ﴾ (بخاری: 4830)

(5) سیدنا ابی بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سرکشی اور قطع رحمی دوسرے گناہوں کی بہ نسبت زیادہ لائق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مرتکب کو دنیا میں بھی جلد سزا دے اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اس کے لیے اس سزا کو ذخیرہ رکھے۔'' (مسند احمد: 20423)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے نسبوں کے بارے میں اتنا علم تو حاصل کرلو کہ جس کے ذریعے آپس میں صلہ رحمی اختیار کرسکو، کیونکہ صلہ رحمی سے قرابتداروں میں محبت پیدا ہوتی ہے، مال میں برکت ہوتی ہے اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔'' (صحیحہ:276)

(7) سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے کہا: یارسول اللہ! کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں لے جائے۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ اسے کیا ہوگیا ہے، اسے کیا ہوگیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیوں ہوگیا ہے؟ اس کو ضرورت ہے، بیچارہ اس لیے پوچھتا ہے۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دیتے رہو اور صلہ رحمی کرتے رہو۔ (بس یہ اعمال تمہیں جنت میں لے جائیں گے) چل اب نکیل چھوڑ دے۔'' راوی نے کہا: شاید اس وقت نبی کریم ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ (بخاری:5983)

(8) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے نسب کی معرفت حاصل کرو، تاکہ صلہ رحمی کرسکو۔ کیونکہ رشتوں کے قریبی ہونے کا (کوئی مقصد نہیں) جب سرے سے قطع رحمی کردی جائے اگرچہ وہ رشتے بہت ہی قریبی ہوں اور رشتوں کے بعید ہونے (کا کوئی معنی نہیں) جب صلہ رحمی کی جائے، اگرچہ وہ بہت دور کی قرابتیں ہوں۔'' (صحیحہ:277)

(9) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے اپنی انگلی کو مروڑا اور فرمایا: ''صلہ رحمی رحمٰن سے ملی ہوئی شاخ ہے۔ اس کی ایک فصیح وبلیغ زبان ہے، جیسے چاہتی ہے کلام کرتی ہے۔ جس نے اس (صلہ رحمی) کو ملایا اللہ تعالیٰ اس کو ملائے گا اور جس نے اس کو کاٹ دیا اللہ تعالیٰ اس کو کاٹ دے گا۔'' (صحیحہ:2474)

(10) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ رحم رحمٰن کی طرف سے ہے۔ اس کے ملانے والے کو اللہ ملاتا ہے اور اس کے توڑنے والے کو اللہ تعالیٰ خود توڑتا ہے۔'' (ترمذی:1924)

(11) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کسی کام کا بدلہ دینا صلہ رحمی نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ نہ کیا جارہا ہو تب بھی وہ صلہ رحمی کرے۔'' (بخاری:5991)

سوال 2: رشتہ داری کیسے مضبوط کی جاسکتی ہے؟

جواب: جب انسان اللہ تعالیٰ کے آگے رشتوں کے بارے میں جواب دہی کا احساس نہیں کرتا تو رشتوں کو توڑنا آسان ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔(1) صلہ رحمی حُسنِ سلوک سے ہوتی ہے۔(2) رشتے داروں کے ساتھ دُکھ سکھ میں شریک ہونے سے رشتہ داری جڑتی ہے۔(3) رشتے داروں پر مال خرچ کر کے رشتہ داری جڑتی ہے۔

﴿أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمٰٓى أَبْصَارَهُمْ﴾

''یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے پس اُنہیں بہرا کر دیا اور اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا''(23)

سوال: ﴿أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ ... أَبْصَارَهُمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے'' ایسے فساد کرنے والوں اور رشتہ داریاں توڑنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔

(2) ﴿فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمٰٓى أَبْصَارَهُمْ﴾ ''پس اُنہیں بہرا کر دیا اور اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا تو اب نہ وہ ایسی بات کو سنتے ہیں جو انہیں فائدہ دے، نہ وہ دیکھتے ہیں کہ دیکھنا انہیں نفع دے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے ان کے کان پھوڑ دیے ہیں اور آنکھیں اندھی کر دی ہیں۔ اس آیت میں فساد مچانے کی عموماً اور قطع رحمی کی خصوصیت سے ممانعت ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1886)

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ أَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ أَقْفَالُهَا﴾

''تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کچھ دلوں پر ان کے تالے ہیں''(24)

سوال 1: قرآن مجید میں غور کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ ... أَقْفَالُهَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) منافقین کی بھلائی کے کاموں اور سماعتِ قرآن سے بے رخی کی حالتِ زار بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن میں غور و فکر کی دعوت پیش کی ہے اور قرآن سے بے رخی اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ وہ اس لئے کہ کہیں وہ ہلاکت خیز گناہوں کی دلدل میں نہ پھنس جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ ان کے لئے درحقیقت اسلام اپنے تمام تر روشن دلائل و براہین کے ساتھ آشکار ہو چکا تھا۔ یا وہ صفات محمد ﷺ جو تورات میں موجود تھیں وہ بھی اُن کے لئے اپنے تمام تر روشن معجزات کے ساتھ واضح ہو چکی تھیں لیکن اس کے بعد بھی انہوں نے کفر و ارتداد کی راہ اختیار کی ہے۔ بعد ازاں اُن کے ارتداد کی وجہ بھی بیان کر دی ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہودیوں سے کہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ ہم بعض معاملات وحالات میں تمہاری فرمانبرداری کریں گے۔ (تفسیر المیر :445/13)

(2)﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ﴾ ''تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے'' یعنی وہ قرآن میں غور کر کے حق اور باطل کی پہچان کر لیتے۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں پر واجب ہے کہ وہ قرآن میں تفکر وتدبر سے کام لیں تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اغراض ومقاصد سے معرفت حاصل کر سکیں اور اس بات سے بھی آگاہ ہو سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام سے راہِ فرار اختیار کرنے والوں کے لئے کیسی کیسی سزائیں تیار کر رکھی ہیں۔ لہٰذا اگر وہ (یعنی مسلمان وغیر مسلم) قرآن کی فہم وتفہیم اور تفکر وتدبر کی راہ اختیار نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں کو کفر وعناد کے ایسے تالوں سے مقفل کر دے گا جس کے بعد وہ عقل وخرد سے عاری نظر آئیں گے۔ (تفسیر منیر:450/13)

(3) کتاب اللہ سے روگردانی کرنے والے یہ لوگ کتاب اللہ میں تدبر اور غور وفکر کیوں نہیں کرتے، جیسا کہ غور وفکر کرنے کا حق ہے اگر انہوں نے اس میں اچھی طرح تدبر کیا ہوتا تو یہ بھلائی کی طرف ان کی راہ نمائی کرتی، انہیں ہر برائی سے بچاتی، ان کے دلوں کو ایمان سے اور ان کی عقلوں کو ایقان سے لبریز کر دیتی، وہ انہیں بلند مقاصد اور انمول عطیات تک پہنچاتی، ان کے سامنے وہ راستہ روشن کر دیتی جو انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے نیز اس جنت کی تکمیل کرنے والے امور پر اور اس کو فاسد کرنے والے امور پر دلالت کرتی، انہیں وہ راستہ بھی دکھاتی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف جاتا ہے اور یہ بھی بتاتی کہ کس چیز کے ذریعے سے اس سے بچا جائے۔ وہ انہیں ان کے رب، اس کے اسماء وصفات اور اس کے احسان کی معرفت عطا کرتی، ان میں بے پایاں ثواب حاصل کرنے کا شوق پیدا کرتی اور انہیں دردناک عذاب سے ڈراتی۔ (تفسیر سعدی:2552/3)

(4)﴿اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ ''یا کچھ دلوں پر ان کے تالے ہیں'' سیدنا مقاتل رحمہ اللہ کہتے ہیں: یعنی دل پر مہر لگا دی گئی ہے اور اقفال دل کے بند ہونے سے استعارہ لیا گیا ہے جو اسلام اور قرآن کی معرفت سے بند ہے اور تنکیر القلوب کا معنی ہے دلوں کا یہ ارادہ فرمانا۔ (تفسیر الوسیط:127/4)

(5) سیدنا خالد بن معدان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہر شخص کی چار آنکھیں ہوتی ہیں۔ دو آنکھیں اس کے سر میں ہیں جو وہ اپنی دنیا اور عیش ومعیشت کے لئے بروئے کار لاتا ہے اور انہیں استعمال کرتا ہے اور دو آنکھیں اس کے دل میں اس کے دین کی اصلاح کے لیے ہوتی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے اس سے غیب کا وعدہ فرمایا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی سے فلاح وکامیابی اور بھلائی کا ارادہ وقصد فرما لیتا ہے تو اس کے دل کی دونوں آنکھوں کو کھول دیتا ہے اور جب اس سے اس کے علاوہ کوئی ارادہ فرماتا ہے تو ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں آنکھوں کو جکڑ دیتا ہے۔اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (تفسیر طبری:58/26)

(6)امام ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:ابن جریر ہشام سے اور وہ اپنے باپ عروہ رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ تو اہل یمن سے ایک نوجوان نے کہا بلکہ اس پر تالا لگ گیا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھول دیا اور اس کو آزاد کر دیا۔پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات رہی یہاں تک کہ اپنی خلافت کے زمانے میں اس سے مدد لیتے رہے۔(الاساس فی التفسیر:5326/9)

(7)یعنی کیا ان کی عقلوں پر تالے لگ گئے ہیں کہ وہ قرآن حکیم کی نصیحتوں اور دلائل کو نہیں سمجھتے۔اگر وہ پڑھتے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے دروازے کھول دیتا اور وہ ہدایت اور گمراہی کو پہچان جاتے۔اب جب کہ ان کے دلوں پر تالے ہیں تو ہدایت دلوں میں کبھی داخل نہیں ہوگی۔

سوال 2:قرآنِ مجید پر کیسے غور وفکر کیا جا سکتا ہے؟

جواب:(1)غور وفکر کرنے کے لیے سنجیدگی ضروری ہے۔اگر کسی بھی وجہ سے انسان کے اندر کوئی غلط جذبہ بیدار ہو جائے تو وہ غور وفکر نہیں کر سکتا خواہ قرآنِ مجید کو کتنے ہی اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہو۔

(2)قرآنِ مجید پر غور وفکر کرنے کے لیے آنکھوں کے پردوں کا زائل ہونا ضروری ہے۔

(3)قرآنِ مجید پر غور وفکر کرنے کے لیے اس کو سننا ضروری ہے۔جب کان سنتے ہیں تو قرآنِ مجید کی روشنی تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے،انسان کے شعور میں ہلچل پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے قرآنِ مجید کے معانی اور مفاہیم سمجھ آنے لگتے ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ

''یقیناً جو لوگ اپنی پشتوں پر پھر گئے اس کے بعد کہ اُن کے لیے ہدایت واضح ہو گئی،اُن کے لیے شیطان نے

سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ﴾

(ان کا عمل)خوش نما بنا دیا اور ان کے لیے مہلت لمبی بتائی''(25)

سوال:اس آیت میں مرتد ہونے کی مذمت ہے،اس کی وضاحت﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ۔۔۔ وَاَمْلٰى لَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)شانِ نزول:کہا گیا ہے یہ منافقین کے بارے میں ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ اُن منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا پھر اُن کے دِل مردہ ہو گئے تھے۔(تفسیر منیر:447/13)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى﴾ ''یقیناً جولوگ اپنی پشتوں پر پھر گئے اس کے بعد کہ اُن کے لیے ہدایت واضح ہوگئی'' یعنی وہ اسلام سے جاہلیت کی طرف لوٹ گئے۔ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا: انہوں نے علیحدگی اختیار کی اور راہِ کفر پر گامزن ہوئے۔(الاساس فی التفسیر:5315/9)

(3)یعنی جن کے دل کفر کی طرف لوٹ گئے لیکن زبانیں نہیں لوٹیں اور وہ منافق ہیں۔یہ معاملہ تب ہوا جب ان پر ہدایت واضح ہوگئی یعنی رسول اللہ ﷺ کی صداقت اوران کے دین اسلام کی صحت۔(ایسر التفاسیر:1481/1480)

(4)سیدنا قتادہ رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں مروی ہے﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى﴾ کہ ان سے مراد، اللہ تعالیٰ کے دشمن اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) ہیں جو محمد ﷺ کی بعثت اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اچھی طرح واقف تھے لیکن اس کے باوجود بھی آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔ (جامع البیان:59/26)

(5)﴿الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ﴾ ''ان کے لیے شیطان نے (ان کا عمل) خوش نما بنادیا اوران کے لیے مہلت لمبی بتائی'' رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ ان کا کفر کی طرف لوٹنا کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں بلکہ ان کے دشمن ابلیس نے انہیں گمراہ کیا اور برائیوں کی ترغیب دلائی۔(i)شیطان کی وسوسہ اندازی جہاد کے بارے میں تھی۔(ii)شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا تھا کہ ابھی تمہاری اتنی عمر پڑی ہے کیوں جہاد میں اپنی جان گنواتے ہو۔

(6)شیطان کی وسوسہ اندازی کے نتیجے میں منافق یہودی سازش میں شریک ہوگئے اور انہوں نے وعدہ کرلیا کہ جو منصوبہ بندی وہ کریں گے یہ ان کی اطاعت کریں گے۔

(7)رب العزت نے فرمایا:﴿يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''وہ اُنہیں وعدے دیتا ہے اور انہیں جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے اور شیطان ان سے دھوکہ کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتا۔''(النساء:120)

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ

''یہ اس وجہ سے کہ بیشک انہوں نے اُن لوگوں سے کہا، جنہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی کہ بعض معاملات میں ہم

الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ﴾

جلد ہی تمہاری اطاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ اُن کے رازوں کو جانتا ہے''(26)

سوال: نفاق کی نحوست کی وضاحت﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ ... اِسْرَارَهُمْ﴾کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ﴾''یہ''یعنی یہ وبال۔

(2)﴿بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ﴾''اس وجہ سے کہ بے شک انہوں نے اُن لوگوں سے کہا جنہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی''انہوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے نفرت کرتے ہیں جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کو برا جانا۔

(3)یہ نفاق کا وبال ہے جو ان کے دلوں پر چھا رہا تھا جس کی وجہ سے ان کا ظاہر اور باطن ایک نہیں تھا۔

(4)﴿سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ﴾''کہ بعض معاملات میں ہم جلد ہی تمہاری اطاعت کریں گے''یعنی جو کام ان کی خواہشات کے مطابق ہیں ان کے بارے میں کافروں سے کہتے تھے عنقریب ہم کچھ باتوں میں تمہارا ساتھ دینے والے ہیں۔

(5)﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ﴾''اور اللہ تعالیٰ اُن کے رازوں کو جانتا ہے''رب العزت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی چھپی باتوں کو جانتا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔یہ دراصل دھمکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قوت کے مقابلے میں کوئی قوت نہیں۔

﴿فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ﴾

''تو کیا ہوگا جب فرشتے ان کی ارواح قبض کریں گے،ان کے چہروں اور ان کی کمروں پر ماریں گے''(27)

سوال1:فرشتے کافروں کی روحیں مار مار کر نکالتے ہیں،اس کی وضاحت ﴿فَكَيْفَ اِذَا...وَاَدْبَارَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَكَيْفَ﴾''تو کیا ہوگا''یعنی ان کا بُرا حال آپ دیکھیں گے۔

(2)﴿اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾''جب فرشتے ان کی ارواح قبض کریں گے''یعنی جب روح قبض کرنے والے مقررہ فرشتے ان کی جانیں قبض کریں گے۔

(3)﴿يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ﴾''ان کے چہروں اور ان کی کمروں پر ماریں گے''یعنی جب روحیں جسموں میں چھپتی پھریں گی اور فرشتے انہیں مار مار کے نکالیں گے،جیسا کہ فرمایا:﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ﴾''اور کاش آپ دیکھیں جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنہوں نے کفر کیا،وہ ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں جلنے کا عذاب چکھو''(الانفال:50)﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''اوراس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟ یا کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ کیا گیا ہو اور جو کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے جلد ہی میں بھی ویسا ہی اُتاروں گا اور کاش آپ دیکھیں جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہوتے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے'' (الانعام:93)

(4) پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس کیفیت کو بیان کیا ہے کہ جب فرشتے ان کی ارواح کو قبض کرنے آئیں گے، اپنی خواہشات کی پیروی اور اپنے رب کی ناراضگی کی وجہ سے وہ فرشتے ان کے چہروں پر تھپڑ ماریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت کے ساتھ موت کے وقت اُن کے رسوا کن حالات کا تذکرہ بھی کیا ہے اور مکمل صراحت کے ساتھ اُن کے لئے اس بات کا اعلان کر دیا ہے کہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے جس میں اوامر و نواہی کے ساتھ امتحان مقصود ہے جیسا کہ جہاد وغیرہ جیسے مشکل ترین امور ہیں۔ ان سب باتوں کا مقصد یہ تھا کہ ایک سچا مجاہد اپنے ایمان کے بارے میں اور ایک صابر جو مصائب و آلام پر صبر کرتا ہے اپنے ایمان کے بارے میں علم و آگاہی حاصل کر لیں۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ منافقین بھی اپنے اچھے اور بُرے اعمال کا اور وہ باتیں جن کو وہ ادھر اُدھر پھیلا رہے ہیں ان سب امور کا دنیا میں ہی موازنہ کر لیں۔ بصورت دیگر روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ان سے اُن کے اعمال کا حساب کتاب ضرور لے گا۔ (تفسیر منیر:446/13)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اُلٹے پاؤں پھرنے والوں کو ان کے انجام کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: رب العزت نے موت کے منظر میں لے جا کر آج کے عمل کا انجام دکھایا ہے کہ جب فرشتے روحیں قبض کریں گے۔ اپنی موت کے وقت کیسے بے بس ہوں گے۔ فرشتے ان کی نئی زندگی کے آغاز پر اُن کے چہروں اور کمروں پر ماریں گے۔ اس وقت جب روح بچنے کے لیے جسم کے اندر چھپتی پھرے گی، اِدھر اُدھر بھاگے گی تو فرشتے زور زور سے پکڑ پکڑ کر کھینچیں گے اور ماریں گے۔ موت کے اس دردناک منظر کو دکھا کر عبرت دلائی گئی ہے کہ دیکھو اُلٹے پاؤں پھرنے کی کیا سزا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ

''یہ اس وجہ سے کہ یقیناً اُنہوں نے اُس کی پیروی کی جس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا اور اُنہوں نے بھی اُس کی رضا کو بُرا جانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ع 3 7

فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ

تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیے" (28)

سوال: کافروں کے برے انجام کی وجہ کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ ... اَعْمَالَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ﴾ "یہ" یعنی یہ عذاب جس کے وہ مستحق بن گئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے۔

(2) ﴿بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ﴾ "اس وجہ سے کہ یقیناً اُنہوں نے اُس کی پیروی کی جس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا" کہ انہوں نے ہر کفر اور گناہ کا کام کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔

(3) ﴿وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ﴾ "اور اُنہوں نے بھی اُس کی رضا کو بُرا جانا" یعنی انہیں ایسے کاموں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بنتے ہیں مثال کے طور پر جہاد فی سبیل اللہ۔

(4) ﴿فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ "تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال ضائع کر دیے" اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ ان امور کی پیروی کرنے والوں کی برائیاں دور کر دے گا اور انھیں کئی گنا ثواب عطا کرے گا۔

﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ﴾

"یا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ خیال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے کینوں کو ہرگز باہر نہیں نکالے گا؟" (29)

سوال 1: اللہ تعالیٰ منافقوں کا پول کھول کر رہے گا، اس کی وضاحت ﴿اَمْ حَسِبَ ... اَضْغَانَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ "یا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ خیال کیا ہے" یعنی جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے کیا وہ گمان کرتے ہیں۔

(2) ﴿اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ﴾ "کہ اللہ تعالیٰ اُن کے کینوں کو ہرگز باہر نہیں نکالے گا" کہ اللہ تعالیٰ ان کی منافقت کا پول نہیں کھولے گا اور ایمان والوں پر ان کے دلی بغض اور دلی حسد کی حقیقت کو ظاہر نہیں کرے گا۔

(3) ان کے دلوں میں اسلام اور اہلِ اسلام کے لئے اور جو اسلام کی اعانت کرتے ہیں اور اس کی نشر و اشاعت کے کام کرتے ہیں ان کے خلاف جو کینہ اور دشمنی ہے اللہ تعالیٰ اسے ظاہر نہیں کرے گا۔

(4) اللہ تعالیٰ سچ اور جھوٹ کو واضح کرتے ہیں۔ اس کے لئے امتحانی صورت حال پیدا کر دی جاتی ہے۔ جو امتحان میں کامیاب ہو وہ سچا مومن ہے اور جو کامیاب نہ ہو اس کے دل کا بغض اور کینہ ظاہر ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2: منافقین مسلمانوں کے خلاف سازشوں کو چھپانے میں کامیاب ہوجاتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں کیا شعور دلایا؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے شعور دلایا کہ تمہارے دلوں کے اندر جو کینہ ،بغض اور حسد ہے اور اوپر سے تم نے اسلام کا جھوٹا لبادہ اوڑھ رکھا ہے تو کیا وہ اسے ظاہر کرنے پر قادر نہیں ہے؟

(2)اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔وہ سارے راز کھول سکتا ہے اور مسلمانوں کو یہ بتا سکتا ہے کہ ان منافقوں کے دلوں میں کتنا بغض بھرا ہوا ہے۔

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ

''اور اگر ہم چاہیں تو ضرور آپ کو وہ سب دکھادیں پھر اُن کے چہرے کی علامات سے آپ اُنہیں ضرور پہچان لیتے اور آپ انہی کے اندازِ

لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ﴾

کلام سے ضرور اُنہیں پہچان جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کو جانتا ہے''(30)

سوال1: کیا نبی ﷺ کو منافقوں کی صورتیں دکھائی گئیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ نَشَآءُ...اَعْمَالَكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ﴾''اور اگر ہم چاہیں تو ضرور آپ کو وہ سب دکھادیں پھر اُن کے چہرے کی علامات سے آپ اُنہیں ضرور پہچان لیتے''یعنی اے اللہ کے نبی ﷺ !اگر ہم چاہیں تو منافقوں کی صورتیں آپ کو دکھادیں۔آپ ان کی علامات سے انہیں پہچان لوگے۔

(2)یعنی اے محمد(ﷺ!)اگر ہم چاہتے تو آپ کو منافق اشخاص دکھادیتے اور آپ واضح طور پر انہیں پہچان لیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمام منافقین کے بارے میں ایسا نہیں کیا تاکہ وہ اپنی مخلوق کی پردہ پوشی فرمائے ،امور کو ظاہر پر محمول کیا جائے اور باطنی احوال کو اسی کی ذات گرامی کے سپرد کردیا جائے۔(المصباح المنیر :487/5)

(3)جب غزوہ تبوک سے واپسی پر منافقوں نے آپ ﷺ کو ایک گھاٹی کی راہ پر ڈال کر ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی تو اس وقت سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ کے کہنے پر ان منافقوں کی سواریوں کے چہروں پر اپنی ڈھال سے پے در پے وار کررہے تھے۔بعد میں یہی منافق اہل عقبہ کے نام سے مشہور ہوئے۔رسول اللہ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے ان چودہ پندرہ منافقوں کے نام اوران کے باپوں کے نام بھی بتادیئے تھے۔ تاہم آپ ﷺ نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ تاکید بھی کردی تھی کہ ان ناموں کو دوسروں پر ہرگز ظاہر نہ کرنا۔اسی لیے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو رازدان رسول ﷺ بھی کہا جاتا ہے۔(تیسیر القرآن:4/234,233)

(4)﴿وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ﴾''اورتم اُن کے اندازِ کلام سے ضرور اُن کو پہچان لوگے''یعنی آپ ان کے دل کی بات یعنی کینہ،حسد،بغض اور مسلمانوں کے بارے میں زبان کی لغزش سے پہچان لوگے۔

(5)سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ ثالث اور امیر المومنین فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی پوشیدگی کو چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے پر اوراس کی زبان پر ظاہر فرمادیتا ہے۔(تفسیر الراغی:9/196)

(6)﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ﴾''اوراللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتا ہے''اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے خطاب کرکے فرمایا ہے کہ وہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے وہ تمہیں اس کے مطابق جزا دے گا۔چنانچہ ایمان اور تقویٰ پر صبر کرو۔(ایسر التفاسیر:1482)

سوال2:اللہ تعالیٰ منافقین سے کیسا معاملہ کرنے کا حکم دیتے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ منافقوں اور عام انسانوں کے ساتھ اُن کے ظاہر کے مطابق معاملہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

(2)باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اُس کے سپرد کردیا جائے۔

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ ۙ

''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں

وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ﴾

اور تمہارے احوال کو جانچ لیں''(31)

سوال: اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے انسان ممتاز ہو جاتا ہے،اس کی وضاحت﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ ... اَخْبَارَكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ﴾''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے''اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ ضرور اپنے بندوں کو آزماتا ہے اس لئے اس نے سب سے بڑے عمل پر اپنے بندوں کی آزمائش کی اور وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ اس آیت کریم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں سے اہل ایمان کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ﴾''اے مومنو!اللہ تعالیٰ تمہیں دشمن سے جہاد وقتال سے آزمائے گا۔''(جامع البیان:26/62)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)رب العزت نے فرمایا: ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے ﴿حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ﴾ ''یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور ہم تمہارے احوال کی جانچ کرلیں''، یعنی تمہارے ایمان اور صبر کا امتحان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکامات اور ممانعتوں سے آزماتے ہیں۔ ہر مومن جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے، وہ کسی امر کے واقع ہونے سے پہلے ہی جانتا ہے مگر وہ چاہتا ہے کہ مومنوں کو بھی معلوم ہوجائے کہ مخلص کون ہے اور منافق کون؟ جو مخلص ہو وہ اللہ تعالیٰ کے دین کا مددگار ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لیے جہاد کرتا ہے اور جو سستی سے کام لیتا ہے اس کے ایمان میں کمزوری ہوتی ہے۔

(4)سیدنا ابراہیم بن اشعث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے جب اس آیت کریم کی تلاوت فرمائی تو رو پڑے۔ پھر فرمایا: اے اللہ! ہماری آزمائش نہ کرنا۔ اگر ہم آزمائش میں ڈالے گئے تو ہماری برائیاں ظاہر ہوجائیں گی اور ہمارے پردے کھل جائیں گے۔ (تفسیر منیر:450/13)

(5)دنیا کی زندگی دارالامتحان اور دارالتوبہ ہے تاکہ اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ذریعے آزمائے اور اس طرح آزمائے کہ کون اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے سلف صالحین کو مختلف امور کے انجام سے آزمایا۔ اور اسی طرح مجاہدین کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں بہادری دکھانا اور مختلف مصائب وآلام میں صابرین کا صبر کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش تھی جس پر وہ پورا اترے۔ ان کو ان کے غیر سے آزمایا گیا اور ملائکہ کے لئے ان کے امتحان کا اظہار کیا گیا۔ جہاد ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے ہر سچا اپنے ایمان کو جان لیتا ہے۔ وہ شخص جو ایمان کو ظاہر کرتا ہے اور کفر کو چھپائے ہوئے ہے اس کی پہچان ہوجائے گی۔ (تفسیر منیر:452/13)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ہدایت اُن پر واضح ہو

لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ﴾

چکی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کا ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں کریں گے اور جلد ہی اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو ضائع کردے گا'' (32)

سوال: کفار کے اعمال ضائع کردیے جائیں گے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... اَعْمَالَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین پھر منافقین کا تذکرہ فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی ایک جماعت جو بنونضیر اور بنوقریظہ کے قبائل پر محیط تھی اس کا ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے پہلے تو خود کفر کیا پھر دیگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو ایمان واسلام قبول کرنے سے روکا۔تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مغلوب کرتے ہوئے ختم فرمادیا کیونکہ انہوں نے حق کو جان لینے کے بعد اس کو ترک کر دیا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کچھ صحابہ کا تذکرہ فرمایا۔اور اس سے مراد بنوسعد قبیلہ کے صحابہ ہیں۔وہ اسلام قبول کرنے سے روکے گئے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت سے نوازا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے بارے میں حکم نازل فرمایا جن کو کفر پر موت آئی تھی۔ان کو اللہ تعالیٰ کبھی بھی معاف نہیں فرمائے گا اور وہ دنیا وآخرت میں ذلیل و خوار ہوں گے اور کوئی بھی ان کی کمزوری وضعف اور ذلت و رسوائی کی صدائیں بلند کرنے والا نہیں ہوگا۔اور مومن دنیا و آخرت میں مضبوط قوت وغلبہ اور فوقیت و برتری کے حامل ہوں گے۔(تفسیر منیر:455/13)

(2)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا''یعنی اللہ تعالیٰ،اس کی ملاقات اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور جو وہ دین حق میں سے لے کر آئے۔(ایسر التفاسیر:1482,1481)

(3)﴿وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾''اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا''یعنی جو لوگوں کو اسلام سے پھیرتے ہیں۔

(4)اس کا مطلب ہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور لوگوں کو ہدایت و ارشاد کے راستے سے روکا۔(صفوۃ التفاسیر:198/3)

(5)﴿وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰی﴾''اور رسول کی مخالفت کی جب کہ ہدایت اُن پر واضح ہو چکی تھی''یعنی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی،ان سے دشمنی رکھی۔ہدایت پا جانے کے بعد بھی انہوں نے دشمنی جاری رکھی۔

(6)﴿لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا﴾''وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے''یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے۔اس سے اللہ تعالیٰ کے اقتدار میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

(7)﴿وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ﴾''اور جلد ہی وہ (اللہ تعالیٰ) اُن کے اعمال کو ضائع کر دے گا''قیامت کے دن انہیں ناکامی اور دیوالیہ پن کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔وہ اس دن خالی ہاتھ ہوں گے۔

(8)یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے لیے نہایت سخت وعید ہے جن میں ہر قسم کا شر جمع ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا،جو اللہ تعالیٰ نے اپنے تک پہنچانے کے لیے مقرر کیا ہوا ہے۔(تفسیر سعدی:2555/3)

(9)ارتداد سے پہلے کے نیک عمل مرتد ہونے کی وجہ سے برباد کر دیے جائیں گے اور انہیں ان کے اعمال کا مچھر کے برابر بھی ثواب نہیں ملے گا۔جس طرح نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں اسی طرح ارتداد اور کفر نیکیوں کو مٹا سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو'' (33)

سوال: اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... اَعْمَالَكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے مراد ہے اخلاص کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی مکمل پیروی کرتے ہوئے احکامات پر عمل کرنا اور نواہی سے اجتناب کرنا۔

(2) ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ﴾ کا مطلب اور مفہوم ہے کہ قرآن کریم کے احکام کو بجالاؤ۔ ﴿وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ سے مراد ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی میں آپ کی اطاعت کرنا اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی سنت کی اتباع و پیروی کرنا۔ (الاساس: 5327/9)

(3) ﴿وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ ''اور اپنے اعمال ضائع نہ کرلو'' یعنی اپنے اعمال کو شرک، ریاکاری اور نافرمانیوں سے باطل نہ کرلو۔ (ایسر التفاسیر: 1483)

(4) یعنی اپنے اعمال کا ثواب ضائع نہ کرو۔

(5) اس کا مطلب ہے کہ اپنے اعمال حسنہ کو معصیات کا ارتکاب کر کے ضائع نہ کرو۔ یہ قول سیدنا امام حسن بصری رحمہ اللہ کا ہے۔ امام زہری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کبائر کا ارتکاب کر کے اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔ سیدنا مقاتل رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کسی پر احسان جتلا کر اور کسی کو اذیت اور تکلیف پہنچا کر اپنے عملوں کو برباد نہ کرو۔ سیدنا عطا رحمہ اللہ کا قول ہے کہ منافقت اور شرک کا ارتکاب کر کے اپنے عمل ضائع نہ کرو۔ سب سے اچھا اور اولیٰ قول یہ ہے کہ ہر اس سبب سے اور ہر اس چیز کے ارتکاب سے اجتناب کرنا جس سے عمل باطل ہو جاتے ہوں۔ (تفسیر المراغی: 199/9)

(6) یعنی اپنے اعمال کو ریاکاری اور منافقت سے باطل نہ کرلو۔

(7) سیدنا ابوالعالیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ خیال تھا کہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ کوئی گناہ نقصان دہ نہیں جس طرح شرک کے ساتھ کوئی نیک عمل مفید نہیں۔ اس پر یہ آیت اتری پھر صحابہ رضی اللہ عنہم ڈرنے لگے کہ کہیں گناہ نیکیوں کو نہ کھا جائیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ہمارا یہ خیال تھا کہ ہر نیکی مقبول ہے یہاں تک کہ یہ آیت اتری: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اطاعت کرواور رسول کی اطاعت کرواور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔'' (تعظیم قدر الصلاۃ:2/646)

(8) اللہ تعالیٰ کے فرمان میں نہی عمل کو بجالانے کے بعد اس کو فاسد کرنے والے امر کے ذریعے سے اس کے باطل کرنے کو شامل ہے، مثلاً نیکی کرنے کے بعد احسان جتلانا، تکبر، فخر اور شہرت کی خواہش کرنا وغیرہ، نیز ایسے گناہوں کا ارتکاب جو نیک اعمال کو مضمحل کرکے ان کے اجر و ثواب کو ضائع کر دیتے ہیں۔ نیز یہ نہی عمل کے وقوع کے وقت، اس کو فاسد کرنے کو بھی شامل ہے، مثلاً عمل کو مکمل کیے بغیر چھوڑ دینا یا کسی ایسے امر کا ارتکاب کرنا جو اس عمل کی مفسدات میں شمار ہوتا ہے۔ پس نماز، روزہ اور حج کو باطل کرنے والے امور اسی زمرے میں آتے ہیں اور ان سے روکا گیا ہے۔ اس آیت کریمہ سے فقہاء بغیر کسی موجب کے فرض کو منقطع کرنے کی تحریم اور نفل کو منقطع کرنے کی کراہت پر استدلال کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اعمال کو باطل کرنے سے روکا ہے تو اس نے گویا اعمال کی اصلاح، ان کی تکمیل و اتمام اور ان کو اس طرح بجالانے کا حکم دیا ہے جو علم و عمل کے اعتبار سے درست ہو۔ (تفسیر سعدی:3/2555)

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا پھر اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر ہی تھے

فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾

اللہ تعالیٰ اُن کو ہرگز نہیں بخشے گا'' (34)

سوال: کفر کی حالت میں مرنے والوں کی بخشش ممکن نہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ۔۔۔لَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کیا اور مخلوق کے سامنے باطل کو مزین کرکے اس کی دعوت دے کر حق سے دور کیا۔ مخلوق کو دین سے، شریعت اور اس کی دعوت سے دور کیا۔

(2) ﴿ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ ''پھر اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر ہی تھے اللہ تعالیٰ اُن کو ہرگز نہیں بخشے گا'' یعنی وہ اس حال میں مر گئے کہ انہوں نے کفر سے توبہ نہیں کی تو اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا۔ جہنم میں ان کا ہمیشہ رہنا لازم ہو گیا۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے بند ہو گئے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (۱۶۱) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (۱۶۲)﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے، وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے'' (البقرہ:162,161)

(4) آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ اپنی موت سے پہلے توبہ کر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا، ان پر رحم کر کے جنت میں داخل کر دے گا خواہ انہوں نے اپنی عمریں کفر، اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کیوں نہ گزاری ہوں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندوں پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیے، اس نے کسی شخص پر، جب تک وہ زندہ ہے اور توبہ کرنے پر قادر ہے، اپنی رحمت کے دروازوں کو بند نہیں کیا۔ اور پاک ہے وہ ذات جو نہایت حلم والی ہے، جو گناہ گاروں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتی، بلکہ ان کو معاف کرتی ہے اور انہیں رزق عطا کرتی ہے، گویا انہوں نے کبھی اس کی نافرمانی کی ہی نہیں، حالانکہ وہ ہستی ان پر پوری قدرت رکھتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2556/3)

﴿فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ

''چنانچہ تم کمزور نہ بنو اور نہ تم صلح کی طرف بلاؤ اور تم ہی سب سے بلند ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے

يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾

اعمال میں کمی نہ کرے گا'' (35)

سوال: ﴿فَلَا تَهِنُوْا ... اَعْمَالَكُمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ﴾ ''چنانچہ تم کمزور نہ بنو اور نہ تم صلح کی طرف بلاؤ'' یعنی اپنے دشمن کے ساتھ جہاد کرنے میں سستی کا اظہار نہ کرو، کمزور بن کر صلح کی درخواست نہ کرو، نہ خوف کھاؤ، صبر کرو اور ثابت قدم رہو۔

(2) (i) جو لوگ جہاد کی مسلسل مشقتوں کو بوجھ محسوس کر رہے تھے، جن کے ارادوں میں کمزوری تھی، وہ امن چاہتے تھے تاکہ جنگ سے بچ کر آرام میں رہیں۔ (ii) کچھ لوگوں کی مشرکین کے ساتھ رشتہ داریاں تھیں اور مالی معاملات میں حصہ داری تھی جس کی وجہ سے یہ لوگ صلح اور امن کو پسند کرتے تھے۔

(3) ﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ﴾ ''اور تم ہی سب سے بلند ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے'' یعنی تم غالب رہو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾''اور نہ تم ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔'' (آل عمران:139)

(5)﴿وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾''اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں کمی نہ کرے گا'' وہ تمہارے اعمال کے اجر کو کم نہیں کرے گا بلکہ تمہیں پورا بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا۔ (ایسر التفاسیر:1483)

(6)اس آیت کے مفہوم سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ اسلام صلح پسندی کے خلاف ہے بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایسی حالت میں صلح جوئی جائز نہیں ہے جب اسے کمزوری پہ محمول کیا جائے اور دشمن اور زیادہ دلیر ہو جائیں بلکہ مسلمانوں کو چاہیے کہ پہلے اپنی طاقت کا لوہا منوالیں اور پھر صلح کے لئے بات چیت کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ (ترجمان القرآن:387/3)

﴿اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ

''بلاشبہ دنیا کی زندگی صرف کھیل اور دل لگی ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ وہ تمہارے اجر تمہیں دے گا

وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ﴾

اور وہ تمہارے تمام مال تم سے نہیں مانگے گا'' (36)

سوال: دنیا میں نہ عزت وعظمت ہے نہ پائیداری ہے، اس کی وضاحت﴿اِنَّمَا الْحَيٰوةُ...اَمْوَالَكُمْ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے جہاد کے حکم اور دشمنان اسلام سے صلح جوئی اور آمنے سامنے ہو کر اُن سے مقابلہ بازی کرنے میں کمزوری اور بزدلی دکھانے سے منع کرنے کے بعد، جان ومال کے ساتھ جہاد کرنے پر، انفاق فی سبیل اللہ پر، اہل ایمان کی آنکھوں میں دنیا کی بے ثباتی پر اور ایمان وتقویٰ پر ترغیب دلائی ہے تاکہ اہل ایمان کو مذکورہ اعمال کا فائدہ حاصل ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے اختتام کی اس بات کے ساتھ حد بندی کر دی ہے کہ اگر تم نے ایمان، جہاد اور تقویٰ سے بے رخی اختیار کی تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ ایسی قوم کو لائے گا جو اس کے دین کی اقامت اور اس کی دعوت کی نصرت کے لئے تم سے زیادہ افضل ترین اور موزوں ترین ہوں گے۔ (تفسیر منیر:461/13)

(2)﴿اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ﴾''بلاشبہ دنیا کی زندگی صرف کھیل اور دل لگی ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو اس دنیا کی حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے کہ دنیا محض لہو ولعب ہے یعنی بدن کے لیے لعب اور قلب کے لئے لہو، اس میں زہد کی ترغیب ہے۔ پس بندہ اپنے مال ومتاع، اولاد، اپنی زیب وزینت، اپنی بیویوں، ماکولات ومشروبات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے حصول لذت، اپنے مساکن ومجالس، مناظر اور ریاست میں مگن ہو کر غافل اور ہر بے فائدہ عمل میں کھیلتا رہتا ہے بلکہ وہ بے کاری، غفلت اور گناہوں کے دائرے میں گھرا رہتا ہے، یہاں تک کہ اپنی دنیا کی زندگی کو مکمل کر لیتا ہے اور اس کی اجل آجاتی ہے۔ جب یہ تمام چیزیں منہ موڑ کر بندے سے جدا ہو جاتی ہیں اور بندے کو ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس کا خسارہ اور محرومی واضح ہو جاتی ہے اور اس کا عذاب آموجود ہوتا ہے تو یہ چیز خردمند شخص کے لیے دنیا میں زہد، عدم رغبت اور اس کے معاملے میں اہتمام کی موجب ہے۔ (تفسیر سعدی:2558/3)

(3) رب العزت نے دنیا کی حقارت اور ناپائیداری کو بیان فرمایا ہے کہ نہ تو اس میں عزت ہے، نہ عظمت اور نہ پائیداری ہے اس کی مثال بچوں کے گھروندے کی سی ہے کہ کھیلا تو کھیل لیا اور اکتا گئے تو توڑ دیا۔ وہ دنیا جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کی جائے عظمت والی ہے۔ اس کا نتیجہ آخرت میں ظاہر ہوگا جو عظیم ہوگا۔

(4) ﴿وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ﴾ ''اور اگر تم لوگ ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمہارے اجر تمہیں دے گا'' یعنی اگر تم ایمان لا کر گناہوں سے بچتے رہے تو قیامت کے دن تمہیں تمہاری نیکیوں کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

(5) یہ دنیا لہو ولعب اور شغل وشہوت کی جگہ ہے۔ سعادت مند وہی ہے جو اس دنیا کو آخرت کے لئے اچھا استعمال کر لے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی ضرورت وحاجت کے مطابق اس دنیا سے اپنے حق کو پس پشت نہیں ڈالتا۔ لہٰذا جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں اور یوم آخرت پر ایمان رکھا اور فرائض کی ادائیگی اور نواہی سے اجتناب کے ساتھ اپنے رب سے تقویٰ اختیار کیا، تو وہ ابدی گھر یعنی آخرت میں بہت بڑے ثواب سے ہمکنار ہوگا۔ (تفسیر منیر:464/13)

(6) ﴿وَلَا يَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ﴾ ''اور تمہارے مال تم سے نہ مانگے گا'' یعنی وہ تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا کہ تمہارے مال لے کر تمہیں چھوڑ دے جس سے تمہیں نقصان پہنچے۔ وہ تمہارے مال سے بے نیاز ہے۔ جو تمہارے پاس ہے وہ بھی اس کا دیا ہوا ہے۔ جو تم صدقہ کرتے ہو وہ بھی اس کو نہیں چاہیے۔ وہ تو تمہارے محتاج بہن بھائیوں کی ہمدردی کے لئے فرض کیا گیا ہے۔ قیامت کے دن تمہیں اس کا پورا پورا اجر ملے گا۔

﴿اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ﴾

''اگر وہ تم سے تمہارا سارا مال مانگے اور اصرار کے ساتھ مانگے تو تم بخل کرنے لگ جاؤ گے اور وہ تمہارے دلوں کے کینوں کو باہر نکال دے گا'' (37)

سوال: ﴿اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا ... اَضْغَانَكُمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا﴾ ''اگر وہ تم سے اسے (تمہارے مال) مانگ لے، پھر وہ تم سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصرار کر کے مانگے تو تم لوگ بخل کرنے لگو گے" ﴿يُحْفِكُمْ﴾ حفا کا لغوی معنی کسی چیز کی طلب میں مبالغہ اور اصرار ہے پھر اسی مبالغہ اور اصرار سے بعض دفعہ تنگ کرنے کے معنی بھی پیدا ہو جاتے ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تم سے سارے ہی مال کا مطالبہ کر لیتا کیونکہ یہ مال اسی کا دیا ہوا تھا تو اکثر لوگ ایسے ہوں گے جو بخل اور تنگ دلی کا ثبوت دیں گے۔ (تیسیر القرآن: 236/4)

(2) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کل مال کے سوال سے اسلام کے خلاف کینہ پروری پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ وہ اس لیے کہ مال سے محبت انسانی فطرت و جبلت میں راسخ ہوتی ہے۔ اگر ہم کسی شخص کی محبوب ترین چیز یعنی مال کو اس طرح تقسیم کریں گے یعنی کل مال کا مطالبہ کریں گے تو وہ فوراً اسلام کے خلاف اپنے بغض و عناد کا اظہار کر دے گا۔ (تفسیر المراغی: 201/9)

(3) ﴿وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ﴾ "اور وہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے شدید کینے کو باہر نکال دے گا" یعنی اگر وہ تم سے تمہارے مال کا مطالبہ کرتا اور تمہیں مجبور کرتا تو تمہارے دلوں کے کینے ظاہر ہو جاتے۔

(4) اس آیت میں ان لوگوں کے لیے دور رس درس ہے جو جہاد میں مصروف عمل ہوتے ہیں کہ وہ لوگوں کو زیادہ مال خرچ کرنے کا مکلف نہ بنائیں کیونکہ یہ روش ان کی بخیلی و عدوات پر منتج ہوگی۔ اس آیت میں ایک دوسرا درس بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں مخفی نفاق کو جاننے کے لیے مال کثیر کے مطالبے کے ساتھ اس کا امتحان لیا جا سکتا ہے۔ اس آیت میں ایک نیا درس یہ بھی ہے کہ منافق آدمی کی اس کی قولی غلطی کی وجہ سے معرفت ہو جاتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کے فیصلے کے بارے میں اپنے طریقے کی وضاحت کر دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کبھی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا جو مال و دولت کی کمی کا باعث بن سکے۔ تاہم یہ بات بھی تمہارے علم میں ہونی چاہیے کہ مسلمانوں کو اپنے اموال اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی دعوت دی گئی ہے وہ اس لیے کہ جہاد، مال کا محتاج ہوتا ہے۔ (تفسیر الاساس: 5329/9)

﴿هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ

"سنو تم وہ لوگ ہو کہ تمہیں بلایا جاتا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے

فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ

بس وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہارے علاوہ کسی

قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴾

دوسری قوم کو بدل لائے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے" (38)

ع 4 10 8

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: بخیل اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اس کی وضاحت ﴿هَآ اَنْتُمْ ... الْفُقَرَآءُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿هَآ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''سنو تم وہ لوگ ہو کہ تمہیں بلایا جاتا ہے تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو'' یعنی جب تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور نیکی کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (البقرہ:195)

(2) ﴿فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ﴾ ''تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں'' تو تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو سکڑنے اور بخل کرنے لگتے ہیں۔ یہ دراصل اپنی جان کے لئے سکڑنا اور بخل کرنا ہے۔

(3) ﴿وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ ''اور جو بخل کرتا ہے تو یقیناً وہ اپنے آپ سے ہی بخل کرتا ہے'' کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ثواب سے محروم کر لیا اور اس سے خیر کثیر فوت ہو گئی۔ وہ انفاق فی سبیل اللہ کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (تفسیر سعدی: 2595/3)

(4) رب العزت نے فرمایا ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (۱۸۰)﴾ ''اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اس میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے وہ ہرگز گمان نہ کریں کہ اُن کے لئے وہ بہتر ہے بلکہ اُن کے لئے وہ بہت ہی برا ہے، جلد ہی قیامت کے دن انہیں اس کا طوق پہنایا جائے گا جو اُنہوں نے بخل کیا اور آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (آل عمران:180)

(5) ﴿وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تو غنی ہے اور تم لوگ محتاج ہو'' انسان محتاج ہے اور رب بے نیاز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خرچ کی ترغیب اس لیے نہیں دیتا کہ اسے تمہارے مال کی ضرورت ہے وہ تو انسانوں کے نفع کے لیے حکم دیتا ہے تا کہ ان کے نفس پاک ہوں اور پھر ضرورت مندوں کی ضروریات پوری ہوں اور تم اپنے دشمن پر غالب اور برتر رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا محتاج نہیں، تم اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد کے محتاج ہو۔

سوال 2: ﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا ... اَمْثَالَكُمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا﴾ ''اور اگر تم منہ موڑو گے'' یعنی اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے منہ موڑ لیا۔ تم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

7

ایمان اور نیک اعمال سے منہ موڑ لیا، تم نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پس پشت ڈال دیا۔

(2)﴿يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ تمہارے سوا دوسری قوم کو بدل کر لے آئے گا۔ پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے'' وہ عزت کا مالک تمہاری جگہ ایسی قوم لے آئے گا جو نافرمان اور سرکش نہیں ہوگی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سنیں گے، ان کو جانیں گے اور ان پر عمل کریں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والے ہوں گے، جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ جلد ہی ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، وہ مومنوں پر بہت نرم اور کافروں پر بہت سخت ہوں گے، وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (المائدہ:54)

(3) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اگر خیرِ اُمت ہونے کی ذمہ داری نہ نبھائی، دعوت اسلامی کا کام نہ کیا، عظیم امانت کا حق ادا نہ کیا تو تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئیں گے۔

(4) ایمان کے چھن جانے کا نقصان وہی محسوس کر سکتا ہے جس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا ہو۔ ایمان بہت بڑی دولت ہے۔ اس کا کوئی بدل پوری کائنات میں نہیں۔ اس لیے یہ بہت بڑی دھمکی ہے جو ایمان والوں کو دی گئی۔

آیاتُها 29	48 - سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ - 111	رُكُوْعَاتُهَا 4

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے۔ اس میں 4 رکوع اور 29 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 48 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 111 ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ سورت فتح صلح حدیبیہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔(بخاری:4834)

(2)سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن سورۂ فتح خوب خوش الحانی سے پڑھی۔ سیدنا معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں چاہوں کہ تمہارے سامنے نبی ﷺ کے اس موقع پر طرز قرأت کی نقل کروں تو کرسکتا ہوں۔(بخاری:4835)

(3)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''آج رات مجھ پر وہ سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا ومافیہا سے زیادہ عزیز ہے۔'' (بخاری:4177)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾

''یقیناہم نے آپ کوایک کھلی فتح عطا کی ہے''(1)

سوال:﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾''یقیناہم نے آپ کوایک کھلی فتح عطا کی ہے'' سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم غزوہ حدیبیہ سے واپس لوٹے اور ہمیں ادائیگی عمرہ سے روک دیا گیا تو ہم انتہائی رنجیدہ اور پریشان تھے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کردیں:﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''مجھ پر ایک ایسی آیت نازل کی گئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔''(جامع البیان:71/26)

(2)اس فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے،جب مشرکین مکہ نے نبی ﷺ کو عمرہ کرنے سے روک دیا اور رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ دس سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرلیا اس شرط پر کہ آئندہ سال عمرہ کریں گے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ حالت امن میں دعوت دین کا دائرہ وسیع ہوگا اور اس مدت کے دوران لوگ فوج درفوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوں گے۔ رب العزت نے اس صلح کو فتح مبین کے نام سے موسوم کیا۔

(3)مسلمانوں کو جب یہ سورت سنائی گئی تو وہ حیرت سے ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ ایسی صلح ''فتح مبین'' ہوسکتی ہے؟

(4)براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تم لوگ (سورہ اِنَّا فَتَحْنَا میں) فتح سے مراد مکہ کی فتح لیتے ہو۔فتح مکہ تو بہرحال فتح ہی تھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن ہم غزوہ حدیبیہ کی بیعت رضوان کو حقیقی فتح سمجھتے ہیں۔اس دن ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چودہ سو آدمی تھے۔حدیبیہ نامی ایک کنواں وہاں پر تھا،ہم نے اس میں سے اتنا پانی کھینچا کہ اس کے اندر ایک قطرہ بھی پانی باقی نہ رہا۔نبی کریم ﷺ کو جب یہ خبر ہوئی (کہ پانی ختم ہو گیا ہے) تو آپ ﷺ کنویں پر تشریف لائے اور اس کے کنارے پر بیٹھ کر کسی ایک برتن میں پانی طلب فرمایا۔اس سے آپ ﷺ نے وضو کیا اور کلی کی اور دعا فرمائی۔پھر سارا پانی اس کنویں میں ڈال دیا۔تھوڑی دیر کے لیے ہم نے کنویں کو یوں ہی رہنے دیا اور اس کے بعد جتنا ہم نے چاہا اس میں سے پانی پیا اور اپنی سواریوں کو پلایا۔(بخاری:4150)

(5) یہ صلح اللہ تعالیٰ کی وحی اور ارادے کے مطابق ہوئی۔آپ ﷺ ہجرت مدینہ کے 6 سال بعد تک ہنگامی حالات میں زندگی گزار رہے تھے۔آپ ﷺ کے دشمنوں میں سب سے بڑے قریش تھے۔آپ ﷺ چاہتے تھے ان کی طرف سے امن نصیب ہوتا کہ دوسرے دشمنوں سے نمٹا جا سکے۔صلح حدیبیہ سے واپسی کے بعد آپ ﷺ نے بنو نضیر کی سرکوبی کی اور خیبر فتح ہوا۔(6) اس صلح کے بعد آپ ﷺ نے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط ارسال فرمائے۔

(7) صلح حدیبیہ نے یہ ثابت کر دیا کہ مسلمان امن پسند ہیں۔اس کے بعد بڑے بڑے سردار ایمان لائے مثلاً سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وغیرہ۔(8) مشرکوں کے شہر فتح کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے دین کا اعزاز اور مسلمانوں کی نصرت ہے اور یہ مقصد اس فتح سے حاصل ہو گیا۔(تفسیر سعدی:2560/3)

(9) سیدنا ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جنگ صفین کے دن سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرتے ہوئے کہا: اے لوگو! اپنے نفسوں کو متہم کرو۔میں نے صلح حدیبیہ کے دن محسوس کیا اگر لڑائی کرنا بہتر ہوتا تو ہم ضرور لڑتے۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ کیا ہمارے مقتولین شہداء جنت میں نہیں ہیں؟ کیا ان کے مقتولین جہنم میں نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیوں نہیں“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو پھر ہم انہیں اپنے دین میں سے کیوں کچھ دیں اور ہمارے اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہوئے بغیر ہی لوٹ جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابن خطاب! میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔“ اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے وہی سوالات کئے، جو نبی کریم ﷺ سے ابھی کر چکے تھے۔انہوں نے بھی یہی کہا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں کبھی برباد نہیں ہونے دے گا۔راوی کہتا ہے: پھر سورۃ فتح نازل ہوئی اور نبی کریم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو اسے آخر تک پڑھ کر سنایا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا یہی فتح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں! بلاشک یہی فتح ہے۔“ (بخاری:3182) (10) اس آیت مبارکہ کے بارے میں سیدنا عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وہیں اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کر دیا اور سر کا حلق کروالیا۔ (جامع البیان: 70/26)

﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ

''تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے بخش دے آپ کا کوئی گناہ، جو پہلے ہو چکا اور جو بعد میں ہوا اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور

يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾

آپ کی سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرے'' (2)

سوال: نبی ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے، اس کی وضاحت ﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ ... مُّسْتَقِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ﴾ ''تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے بخش دے'' یعنی آپ کے شکر اور جہاد فی سبیل اللہ کے سبب اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرما دے۔

(2) ﴿مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾ ''آپ کا کوئی گناہ جو پہلے ہو چکا اور جو بعد میں ہوا'' یعنی جو فتح سے پہلے ہوئے اور فتح کے بعد ہوئے۔ (ایسر التفاسیر: 1485)

(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو کھڑے رہتے یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں میں ورم آ جاتا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں آپ کے تو اللہ نے پہلے اور پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' (مسلم: 7126)

(4) ﴿وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ﴾ ''اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے'' یعنی آپ ﷺ کے دشمنوں پر آپ ﷺ کو فتح نصیب کرے اور آپ ﷺ کے دین کو غلبہ عطا فرمائے اور آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کرے۔ (ایسر التفاسیر: 1485)

(5) یعنی آپ ﷺ کے کلمے کو وسعت عطا کر کے آپ ﷺ پر اپنی نعمت پوری کرے۔

(6) ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے۔'' (المائدہ: 3) (7) (i) صلح حدیبیہ کی وجہ سے جس دین کی طرف نبی ﷺ دعوت دے رہے تھے وہ غالب آ گیا۔ اس طرح غلبہ دین کی نعمت کی تکمیل کا سبب بنا۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے فتح عطا کر کے نعمت کو مکمل کیا۔

(iii) مغفرت، ہدایت اور استقامت یہ نعمت کی تکمیل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8)﴿وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا﴾ ''اور آپ ﷺ کی سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی کرے'' یعنی دین کے ایسے طریقے کی طرف راہ نمائی کرے جس میں کوئی کجی نہیں اور آپ ﷺ کو رب تک پہنچادے۔

(9)یعنی آپ ﷺ کو عظیم شریعت اور دین قیم عطا کرے۔(الاساس:5348/9)

﴿وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا زبردست مدد''(3)

سوال1:﴿وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا زبردست مدد'' اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دشمن کے مقابلے میں آپ ﷺ کی مدد کی اور آپ ﷺ کی دعوت کے پھیلاؤ میں آپ ﷺ کی ایسی مدد کی جس میں اس دین کی، نبی ﷺ کی عزت ہے، ذلت نہیں۔

(2)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی عزت ہی میں اضافہ فرماتا ہے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سربلند فرما دیتا ہے۔''(مسلم:6592)

سوال2:اس فتح مبین کے نتیجے میں نبی ﷺ کو کیا انعامات عطا کیے گئے؟

جواب:اس فتح مبین کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چار چیزیں عطا فرمائیں۔

(1)سابقہ اور آئندہ لغزشوں کی معافی۔

(2)اتمام نعمت، اتمام نعمت سے مراد یہ ہے کہ آئندہ اب مسلمانوں پر ہنگامی فضا مسلط نہ رہ سکے گی اور وہ اپنی جگہ ہر طرح کے خوف اور بیرونی مداخلت سے محفوظ و مامون رہ کر پوری طرح اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلامی قوانین واحکام کے مطابق آزادنہ زندگی بسر کر سکیں گے اور اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ بجالا سکیں گے۔

(3)اس مقام پر آپ کو سیدھا راستہ دکھانے کا مطلب آپ کو فتح وکامرانی کی راہ دکھانا ہے۔یعنی فتح مبین کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے وہ راہ ہموار کر دی جس سے تمام اسلام دشمن طاقتیں مغلوب ہوتی جائیں۔

(4)﴿نَصْرًا عَزِيْزًا﴾ سے مراد ایسی مدد ہے جو بظاہر دشمن کو اپنی فتح نظر آرہی ہے مگر حقیقت میں وہی اس کی جڑ کاٹ دینے والی اور مغلوب کرنے والی ہے۔(تیسیر القرآن:243/3)

سوال3:اس فتح کے نتیجے میں نبی ﷺ کو کون سی چیزیں حاصل ہوئیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اس فتح کے نتیجے میں نبی ﷺ کو چار چیزیں حاصل ہوئیں: (1) گناہوں کی مغفرت۔ (2) بادشاہت اور نبوت کا اجتماع۔ (3) صراط مستقیم کی طرف ہدایت۔ (4) عزت۔ (تفسیر مراغی: 9/210,211)

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ

''وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل کی تا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور بڑھ جائیں۔

وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

اور اللہ تعالیٰ کے ہیں آسمانوں اور زمین کے لشکر اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (4)

سوال 1: صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل سکون سے لبریز تھے، اس کی وضاحت ﴿هُوَ الَّذِيْٓ... اِيْمَانِهِمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ﴾ ''وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل کی تا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور بڑھ جائیں'' رب العزت نے اپنے احسان سے آگاہ فرمایا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی بات مان لی رب العزت نے ان کے دل سکون، اطمینان، رحمت اور وقار سے لبریز کر دیئے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1894)

(2) سکینت سے مراد وہ سکون، اطمینان اور ثبات ہے جو مضطرب کر دینے والے مصائب و محن اور ایسے مشکل امور کے وقت بندہ مومن کو حاصل ہوتا ہے، جو دلوں کو تشویش میں مبتلا کرتے ہیں، عقل کو سوچنے سمجھنے کی قوت سے عاری اور نفس کو کمزور کر دیتے ہیں۔ پس اس صورت حال میں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کے لیے نعمت ہے کہ وہ اس کو ثابت قدم رکھتا ہے، اس کے قلب کو مضبوط کرتا ہے تا کہ وہ ان مصائب کا سامنا کر سکے اور اس حال میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو قائم کرنے کے لیے مستعد رہے، اس سے اس کے ایمان میں اضافہ اور اس کے ایقان کی تکمیل ہو۔ (تفسیر سعدی: 3/2560,2561)

(3) ﴿لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ﴾ ''تا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور بڑھ جائیں'' اس آیت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ایمان کے گھٹنے اور بڑھنے پر استدلال کیا ہے۔

(4) جب رسول اللہ ﷺ اور مشرکوں کے مابین، صلح کی یہ شرائط طے ہوئیں، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے بظاہر ذلت آمیز اور ان کے مرتبے سے فروتر تھیں، تو ان شرائط پر ان کے نفوس صبر کرنے کی قوت نہیں پا رہے تھے۔ جب انہوں نے ان شرائط کو صبر کے ساتھ قبول کر لیا اور اپنے نفوس کو ان کی قبولیت پر آمادہ کر لیا تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوا۔ (تفسیر سعدی: 1/2562)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2:اس فتح کے نتیجے میں مومنوں کوکون سی چیزیں حاصل ہوئیں؟

جواب:(1)طمانیت اوروقار۔(2)ایمان میں اضافہ۔(3)جنت میں داخلہ۔

(4)گناہوں کی معافی۔(تفسیر مراغی:9/210,211)

سوال3:﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ... حَكِيْمًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾''اوراللہ تعالیٰ کے ہیں آسمانوں اورزمین کےلشکر''اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں کمی نہیں آتی۔آسمانوں اور زمین کے سارے لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔اس کا ایک فرشتہ سب کوموت کے گھاٹ اتارسکتا ہے مگراس نے اپنی خاص رحمت سے مومنوں پر جہادفرض کیا ہے۔

(2)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾''اوراللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کوجانتا ہے۔وہ اپنے اولیاء کے لیے اپنی تدابیر میں حکمت والا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ لوگوں کے درمیان دنوں کوگھمایا پھرایا جاتا رہے۔

(4)اس کا کوئی کام علم اورحکمت سے خالی نہیں۔

(5)(i)اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کےلشکروں کی موجودگی میں بھی مومنوں کوقتال کا حکم دے کراپنی صفت حکیم کا شعور دلایا ہے کہ یہ اس کی حکمت کا تقاضا تھا کہ وہ فرشتوں سے یا دیگرمخلوقات سے کافروں کوہلاک نہ کروائے۔

(ii)اللہ تعالیٰ ایک کافرگروہ کودوسرے کافرگروہ پرمسلط کرکے مسلمانوں کی مدد کی صورت نکالتا ہے۔یقیناوہ علیم ہے۔

﴿لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

''تاکہ وہ مومن مردوں اورمومن عورتوں کوباغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں،ان میں وہ ہمیشہ رہنے

وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾

والے ہیں اوروہ ان کی برائیاں اُن سے دورکردے اورہمیشہ ہی سے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے''(5)

سوال:جہاد کی فرضیت کی حکمتوں کی وضاحت ﴿لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ... عَظِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔۔ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ اس وقت آپ ﷺ صلح حدیبیہ سے واپس آرہے تھے اورصحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ غمگین اورافسردہ تھے اورآپ ﷺ نے حدیبیہ ہی میں ہدی کونحرکردیا تھا کیونکہ کافروں نے آپ ﷺ کومکہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی جانے سے روک دیا تھا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔'' اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کو مبارک باد دینے لگے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو ہوئی آپ کے لیے، ہمارے لیے کیا ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ''تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور وہ اُن کی برائیاں اُن سے دور کردے اور ہمیشہ ہی سے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے'' (مسلم:4637، بخاری:4172)

(2) ﴿لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' جہاد کو فرض کرنے کی ایک مصلحت یہ ہے کہ اہل ایمان کو جنت کی بہاریں اور ایسے باغات مل جاتے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ ''چنانچہ جو آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا۔'' (آل عمران:185)

(3) ﴿وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ﴾ ''اور وہ اُن کی برائیاں اُن سے دور کردے'' جہاد کو فرض کرنے کی دوسری مصلحت یہ ہے کہ اس بہانے ان کے گناہ مٹ جائیں۔ انسان کے گناہوں کا مٹایا جانا بہت بڑی کامیابی ہے۔

(4) ﴿وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ''اور ہمیشہ ہی سے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے'' یعنی جنت میں داخلہ اور گناہوں کا مٹایا جانا فوز عظیم ہے۔

﴿وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّاۗنِّيْنَ بِاللّٰهِ

''اور تاکہ اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ تعالیٰ کے

ظَنَّ السَّوْءِ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ

بارے میں گمان رکھنے والے ہیں، بُرا گمان، بُرائی کا چکر دراصل اُن ہی پر ہے اور اُن پر اللہ تعالیٰ غصے ہوا اور اُس نے اُن پر لعنت کی

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾

اور اُن کے لیے جہنم تیار کردی ہے اور بہت ہی بُرا وہ ٹھکانہ ہے'' (6)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: جہاد کی فرضیت کی حکمت کی وضاحت ﴿وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ ... مَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ﴾ ''اور تا کہ اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے'' جہاد کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ منافقوں اور مشرکوں کو عذاب ملے۔

(2) ﴿الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمان رکھنے والے ہیں بُرا گمان'' یعنی عذاب دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں سے بدگمان ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا﴾ ''بلکہ تم نے یہ سمجھا تھا کہ رسول اور مومنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے'' (الفتح:12)

(3) رہے منافق مرد اور منافق عورتیں، مشرک مرد اور مشرک عورتیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس فتح مبین کے ذریعے سے عذاب دے گا، انہیں ایسے ایسے امور دکھائے گا جو ان کے لیے نہایت تکلیف دہ ہوں گے، چونکہ مشرکین کا مقصد یہ تھا کہ مومنین بے یار و مددگار رہ جائیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ برا گمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد کرے گا نہ اپنے کلمہ کو بلند کرے گا اور اہل باطل کو اہل حق پر غلبہ عطا کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے گمان کو الٹ دیا اور دنیا ہی میں ان پر برا وقت آ گیا۔ (تفسیر سعدی:2562/3)

(4) ﴿عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ﴾ ''بُرائی کا چکر اُن ہی پر ہے'' یعنی منافق تو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے تو یہ سارا ہنگامہ ختم ہو جائے گا تو رب العزت نے فرمایا ''ان کی بدگمانی ان پر ہی لوٹ آئے گی ان کا دنیا سے نام و نشان مٹا دیا جائے گا ان کے لیے ذلت اور عذاب ہے۔''

(5) ﴿وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور اُن پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوا'' ان پر اللہ تعالیٰ کا قہر اور عتاب ہے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ دشمنی رکھی۔

(6) ﴿وَلَعَنَهُمْ﴾ ''اور اُس نے اُن پر لعنت کی'' اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا۔

(7) ﴿وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ ''اور اُن کے لیے جہنم تیار کر دی ہے اور بہت ہی بُرا وہ ٹھکانہ ہے'' جہنم ان کی منتظر ہے جو بدترین ٹھکانہ ہے۔

سوال 2: کفار کی جزا کن چار چیزوں پر مرتب ہوئی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)عذاب(2)غضب(3)لعنت(4)جہنم میں داخلہ۔(تفسیر مراغی:211,210/3)

﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾

''اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(7)

سوال1: آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ تعالیٰ کے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَلِلّٰهِ ... حَكِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں'' آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ تعالیٰ کے ہیں۔

(2)فرشتے، انسان، جن، شیاطین وہ رب العزت سب کے معاملات کی جیسے چاہتا ہے تدبیر کرتا ہے۔ بعض کو بعض پر مسلط کرتا ہے اور بعض کو بعض کے ذریعے سے گھیر لیتا ہے۔(فتح القدیر: 56/5)

(3)اللہ تعالیٰ اپنے لشکروں سے جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے شکست دیتا ہے۔(ایسر التفاسیر:1487)

(4)اللہ تبارک وتعالیٰ نے بتکرار آگاہ فرمایا ہے کہ آسمان اور زمین اور ان کے اندر موجود لشکر اسی کی ملکیت ہیں، تاکہ بندے اس حقیقت کو جان لیں کہ وہی عزت عطا کرنے والا اور وہی ذلت سے دوچار کرنے والا ہے۔ وہ عنقریب اپنے ان لشکروں کو فتح ونصرت سے ہم کنار کرے گا جو اس کی طرف منسوب ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''بلاشبہ ہمارا لشکر ہی غالب آکر رہے گا۔''(تفسیر سعدی:2563/3)

(5)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ طاقت ور، زبردست اور ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔ وہ اپنی قوت اور غلبہ کے باوجود اپنی تخلیق اور تدبیر میں حکمت والا ہے۔ وہ اپنی حکمت اور مہارت کے مطابق فعل انجام دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:2563/3)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عزیز اور حکیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت عزیز کا شعور اس بات سے دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کے لشکروں کا مالک ہے، قوت والا ہے، غالب ہے۔ اسلام کے دشمن مشرک، منافق اور کافر اُسے عاجز نہیں کر سکتے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور مشرکوں کی پوشیدہ سرگرمیوں سے شعور دلایا ہے کہ وہ علیم ہے۔ اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔

﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾

''یقیناً ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے''(8)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: رسول اللہ ﷺ کی صفات کی وضاحت ﴿اِنَّآ ... وَّنَذِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا﴾ ''یقیناہم نے آپ کو گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ہے'' یعنی اے نبی ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کو اپنی امت پر شاہد بنایا۔ (جامع البیان:75/28)

(2) یعنی آپ کی امت جو نیکی یا بدی کرتی ہے، ہم نے آپ کو اس پر گواہ بنا کر بھیجا نیز تمام حق اور باطل مقالات اور مسائل پر، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ہر لحاظ سے اس کے اپنے کمال میں منفرد ہونے پر آپ کو گواہ بنا کر مبعوث کیا۔ (تفسیر سعدی:2563/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔'' (النساء:41)

(4) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سیدنا نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے: لبیک وسعدیک یارب! اللہ رب العزت فرمائے گا: کیا تم نے میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ سیدنا نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ پہنچا دیا تھا۔ پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا: کیا انہوں نے میرا پیغام تمہیں پہنچایا تھا؟ وہ لوگ کہیں گے کہ ہمارے یہاں کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائے گا کہ آپ علیہ السلام کے حق میں کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ کہیں گے کہ محمد ﷺ اور ان کی امت میری گواہ ہے۔ چنانچہ محمد ﷺ کی امت ان کے حق میں گواہی دے گی کہ انہوں نے پیغام پہنچا دیا تھا اور رسول یعنی نبی ﷺ اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے سچی گواہی دی ہے یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں افضل ترین اُمت بنایا ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔'' (بخاری:4487) (5) ﴿وَّمُبَشِّرًا﴾ ''اور بشارت دینے والا'' جو دین کی دعوت قبول کر لیں انہیں جنت کی خوشخبری دینے والا ہے۔ (جامع البیان:75/26)

(6) ﴿وَّنَذِيْرًا﴾ ''اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' یعنی کفر اور نافرمانی سے بچا کر جہنم سے ڈرانے والا۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ ''اے نبی ﷺ! یقینا ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے'' (الاحزاب:45)

(8) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یہ آیت جو قرآن میں ہے ''اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' تو نبی ﷺ کے متعلق یہی اللہ تعالیٰ نے تورات میں بھی فرمایا تھا ''اے نبی ﷺ!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ان پڑھوں (عربوں) کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے ہیں اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا، آپ نہ بدخو ہیں اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیں گے بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک کہ وہ کج قوم (عربی) کو سیدھا نہ کر لیں یعنی جب تک وہ ان سے ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کا اقرار نہ کرا ڈالیں پس اس کلمہ توحید کے ذریعہ وہ اندھی آنکھوں کو اور بہرے کانوں کو اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔" (بخاری:4838)

﴿لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾

"تاکہ تم سب اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس کی مدد کرو اور اُس کی تعظیم کرو اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہو" (9)

سوال: ﴿لِّتُؤْمِنُوْا ... وَّاَصِيْلًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ "تاکہ تم سب اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ" یعنی یہ رسالت بھیجنے کی علت ہے۔ (ایسر التفاسیر:1488,1487) (2) یعنی نبی ﷺ آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور ان کی اطاعت کرو۔ (3) ﴿وَتُعَزِّرُوْهُ﴾ "اور اُس کی مدد کرو" تاکہ آپ نبی کی تعظیم کرو۔ (4) تاکہ تم ان کی مدد کرو۔ (ایسر التفاسیر:1487) (5) ﴿وَتُعَزِّرُوْهُ﴾ تعزیر سے مشتق ہے۔ (معارف:71/8)

(6) ﴿وَتُوَقِّرُوْهُ﴾ "اور اُس کی تعظیم کرو" تاکہ آپ نبی ﷺ کا ادب کرو، آپ کی توقیر و تعظیم کرو، آپ کو مرتبے میں بڑا تسلیم کرو اور آپ کے حقوق ادا کرو جیسا کہ تمہاری گردنوں پر آپ ﷺ کا بڑا احسان ہے۔

(7) ﴿وَتُسَبِّحُوْهُ﴾ "اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہو" اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو۔ تسبیح اور تقدیس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ سبحان اللہ کہنے سے اور نماز اور "لا الہ الا اللہ" کہنے سے اور اللہ وحدہ سے دعا کرنے سے تسبیح ہوتی ہے۔

(8) ﴿بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ "صبح وشام" یعنی صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہو۔

(9) آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وہ حق بیان کیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان مشترک ہے، یعنی ان دونوں پر ایمان۔ ایک حق وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ سے مختص ہے اور وہ ہے آپ کی تعظیم و توقیر اور ایک حق وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے مختص ہے اور وہ ہے نماز وغیرہ کے ذریعے سے اس کی تسبیح و تقدیس۔ (تفسیر سعدی:2564,2563/3)

(10) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، ان کا ادب، احترام، تعظیم و توقیر کرنا اور ان کے حقوق ادا کرنا واجب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔(ایسر التفاسیر:1488)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ

''بلاشبہ وہ لوگ جو تم سے بیعت کر رہے ہیں، درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں، اُن کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے،

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ

چنانچہ جس نے عہد توڑا تو وہ اپنے نفس کے خلاف ہی توڑے گا اور جو پورا کرے گا اس عہد کو جو اُس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے

فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اُس کو اجر عظیم عطا فرمائے''(10)

سوال: بیعت رضوان کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ...عَظِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ ''بلاشبہ وہ لوگ جو تم سے بیعت کر رہے ہیں، درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں'' یعنی صلح حدیبیہ کے موقع پر جن لوگوں نے نبی ﷺ کے ہاتھ پر بیعت رضوان کی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر ہی بیعت کی ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ ''اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر آپ کو نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔'' (النساء:80)

(2) اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی کہ وہ آپ ﷺ کو چھوڑ کر فرار نہیں ہوں گے خواہ تھوڑے لوگ باقی رہ جائیں۔

(3) یہ ایک خاص معاہدہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ ''اُن کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے'' یعنی وہ ہر وقت ان کی باتیں سنتا اور جانتا ہے اور انہیں ان کی جگہ دیکھتا ہے۔ اس لیے رسول کے ہاتھ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے ہی بیعت کی جاتی ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ یقیناً اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں، چنانچہ وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کیے بھی جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کے ذمے پکا وعدہ ہے، اور کون اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوشیاں مناؤ جو تم نے اللہ تعالیٰ سے سودا کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔" (التوبہ:111)

(4) اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاہدہ کرنے والوں نے گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مصافحہ کیا ہے۔ یہ زیادہ تاکید اور اس بیعت کو پورا کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے فرمایا۔

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر مکہ والوں کے نزدیک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی عزت والا اور بااثر ہوتا تو نبی ﷺ اسی کو ان کی جگہ وہاں بھیجتے۔ یہی وجہ ہوئی تھی کہ نبی ﷺ نے قریش سے باتیں کرنے کے لیے مکہ بھیج دیا تھا اور جب بیعت رضوان ہو رہی تھی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مکہ جا چکے تھے اس موقع پر نبی ﷺ نے اپنے داہنے ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا تھا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اسے اپنے دوسرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے۔ (بخاری:3699)

(6) سیدنا یزید بن ابی عبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابو مسلم! اس دن تم لوگ کس چیز پر بیعت کر رہے تھے؟ سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: موت پر۔ (بخاری:2960)

(7) سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے درخت والے دن اپنے آپ کو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ جب لوگوں سے بیعت لے رہے تھے تو میں درخت کی ٹہنیوں میں ایک ٹہنی کو آپ کے سر سے اوپر اٹھائے ہوئے تھا۔ اس دن ہماری تعداد چودہ سو تھی، ہم نے یہ بیعت موت پر نہیں کی تھی بلکہ ہم نے یہ بیعت اس بات پر کی تھی کہ میدان جنگ سے بھاگیں گے نہیں۔ (مسلم:4817)

(8) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنا گھوڑا لانے کے لیے بھیجا جو ایک انصاری شخص کے پاس تھا، انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ درخت کے نیچے لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم نہ تھا، پس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کر لی، پھر گھوڑا لینے گئے اور اس کو لے کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور وہ زرہ پہنے ہوئے تھے، ہتھیار پہن رہے تھے تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ یہ وہ قصہ ہے کہ جس کی وجہ سے لوگ کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلے اسلام لائے۔(بخاری:4186)

(9)رسول اللہ ﷺ بیعت لے رہے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ کے ہاتھ کو سہارا دیے ہوئے تھے۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چودہ سو آدمی تھے ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور یہ بیعت کیکر کے ایک درخت کے نیچے کی جارہی تھی۔(مسلم:4807)

(10)سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ پہنچے۔ہم چودہ سو آدمی تھے اور وہاں ہمارے پاس پچاس بکریاں تھیں جن کو کنویں کا پانی سیر نہیں کرسکتا تھا تو رسول اللہ ﷺ کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔آپ نے دعا کی یا کنویں میں تھوکا تو کنواں پانی سے ابلنے لگا۔ہم نے جانوروں کو پانی پلایا اور خود بھی پیا۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیعت کے لیے ایک درخت کے نیچے بلایا۔میں نے لوگوں میں سب سے پہلے آپ ﷺ سے بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی۔آپ ﷺ بیعت لیتے رہے یہاں تک کہ آدھے آدمیوں نے بیعت کرلی۔اس وقت آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:''اے سلمہ!بیعت کرو۔''میں نے عرض کی:اے اللہ کے رسول ﷺ!میں تو لوگوں سے پہلے ہی آپ سے بیعت کرچکا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا:''پھر سہی۔''آپ ﷺ نے مجھے نہتا(بے ہتھیار)دیکھا تو آپ ﷺ نے ایک بڑی یا چھوٹی ڈھال مجھے دے دی۔پھر آپ ﷺ بیعت لینے لگے یہاں تک کہ لوگ ختم ہونے لگے۔اس وقت آپ ﷺ نے پھر مجھ سے فرمایا:''اے سلمہ!کیا تم مجھ سے بیعت نہیں کرو گے؟''میں نے عرض کی:اے اللہ کے رسول ﷺ میں تو آپ ﷺ سے شروع میں بھی بیعت کرچکا ہوں اور درمیان میں بھی کرچکا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا:''پھر سہی۔''غرض کہ یہ میں نے تیسری مرتبہ آپ ﷺ سے بیعت کی۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا:''اے سلمہ!تمہاری وہ بڑی یا چھوٹی ڈھال کہاں ہے جو میں نے تمہیں دی تھی؟''میں نے عرض کی:اے اللہ کے رسول ﷺ!میرے چچا عامر مجھے ملے تو وہ بے ہتھیار تھے چنانچہ میں نے وہ ڈھال انہیں دے دی۔یہ سن کر آپ ہنسے اور فرمایا:''تمہاری مثال تو اس اگلے شخص کی سی ہے جس نے دعا کی تھی یا اللہ!مجھے ایسا دوست دے جو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہو۔''(مسلم:4678)

(11)سیدہ ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں فرماتے ہوئے سنا:''ان شاء اللہ اصحاب شجرہ میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا جنہوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔''انہوں نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول ﷺ!کیوں نہیں؟تو آپ ﷺ نے انہیں جھڑکا تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے آیت پڑھی:﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾یعنی تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو جہنم پر پیش نہ کیا جائے۔(مریم:71)تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:تحقیق!اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا﴾''پھر ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پرہیزگاروں کو جہنم سے نجات دے دیں گے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل اس میں چھوڑ دیں گے۔'' (مریم:72) (مسلم:6404)

(12) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کا ایک غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاطب کی شکایت کرنے کے لیے حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! حاطب تو جہنم میں داخل ہو جائے گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نے جھوٹ کہا، وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا کیونکہ وہ بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوا۔'' (مسلم:6403)

(13) ﴿فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ﴾ ''چنانچہ جس نے عہد توڑا تو وہ اپنے نفس کے خلاف ہی توڑے گا'' یعنی جس نے عہد توڑا اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ یعنی جو کوئی رسول اللہ اور مومنوں کے ساتھ جہاد نہیں کرے گا تو اس نقض عہد کا بدلہ دیا جائے گا۔ (ایسر التفاسیر:1487)

(14) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نہ اُن سے بات کرے گا اور نہ ہی قیامت کے دن اُن کی طرف دیکھے گا اور نہ ہی اُن کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔'' (آل عمران:77)

(15) ﴿وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اور جو پورا کرے گا اس عہد کو جو اُس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اُس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا'' یعنی جو معاہدے پر کامل طور پر عمل پیرا ہوگا تو اسے جنت جیسا اجر عظیم دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے بڑھ کر کوئی اجر نہیں۔

﴿سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا

''دیہاتیوں میں سے جو پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ اب جلد ہی تم سے کہیں گے: ''ہمارے اموال اور ہمارے گھر والوں نے ہمیں مشغول کر دیا تھا

فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ

سو آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کریں۔'' یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا

آپ کہہ دیں کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے کسی چیز کا کچھ بھی اختیار رکھتا ہے؟ اگر وہ تمہارے ساتھ کسی نقصان کا ارادہ کرے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴾

یا تمہارے ساتھ کسی نفع کا ارادہ کرے؟ بلکہ جو اعمال تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے پوری طرح باخبر ہے" (11)

سوال 1: صلح حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والوں کے واقعات کی وضاحت ﴿سَيَقُوْلُ ... قُلُوْبِهِمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) صلح حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والوں کے واقعات ہیں۔ رب العزت نے ضعیف الایمان بدویوں کی مذمت کی ہے۔

(2) ﴿سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ﴾ "دیہاتیوں میں سے جو پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ اب جلد ہی تم سے کہیں گے" ان پیچھے رہ جانے والوں سے مراد عرب دیہات کے باشندے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خروج کرنے سے اس لئے باز رہے کہ ان کو شکست ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے اور وہ ہیں: انہوں نے حدیبیہ سے پیچھے رہنے کے بعد عذر اور حیلہ یہ کیا کہ وہ اپنے اہل وعیال اور اپنے مالوں میں مشغول تھے اس لئے شرکت نہیں کر سکے اور غزوۂ خیبر اور اس کے غنائم میں شرکت کا مطالبہ کرتے تھے اور وہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ سخت جنگجو قوم سے قتال کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عذر کرنے والوں کو ترک جہاد کی بنا پر مستثنیٰ قرار دے دیا۔ (تفسیر منیر: 495/13)

(3) یہ غفار، مزینہ، جہینہ اور اشجع والے دیہاتی تھے۔

(4) انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے معذرت کرتے ہوئے کہا: ﴿شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا﴾ "ہمارے اموال اور ہمارے گھر والوں نے ہمیں مشغول کر دیا تھا سو آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کریں" ہمارے مال اور اہل وعیال کی مصروفیات نے ہمیں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلنے سے روکا۔ اصل بات یہ تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی کی اور گھروں میں رہنا پسند کیا اور رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ ان کے لئے استغفار کریں۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ﴾ "پیچھے چھوڑ دیے گئے لوگ، اللہ تعالیٰ کے رسول کے پیچھے اپنی بیٹھنے کی وجہ سے خوش ہو گئے اور انہوں نے ناپسند کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور انہوں نے کہا کہ گرمی میں نہ نکلو۔ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہہ دیں کہ جہنم کی آگ گرمی میں اس سے کہیں زیادہ سخت ہے۔کاش وہ سمجھتے ہوتے!'' (التوبہ:81)

(6) رسول اللہ ﷺ سے استغفار کی درخواست کرنا دراصل اپنے گناہ کا اقرار کرنا ہے جس کے لئے توبہ اور استغفار کی ضرورت تھی۔

(7) ﴿يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ ''یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے'' یعنی ان کے دلوں میں توبہ نہیں تھی۔انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے استغفار کی جو درخواست کی تھی وہ جھوٹ تھا۔وہ اپنے بچاؤ کے لئے جھوٹا عذر پیش کر رہے تھے۔ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی تھی اس لئے جہاد چھوڑ کر بیٹھ رہے ورنہ دل سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے اور رسول اللہ ﷺ ان کے لیے استغفار کرتے تو ان کے لیے ضرور نفع مند ہوتا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے دیہاتیوں کے دلوں کے کھوٹ کا کیا علاج کیا، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... خَبِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دیہاتیوں کے کھوٹ کا علاج اپنی تقدیر سے کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اُس کی تقدیر کو کوئی نہیں روک سکتا، نہ جنگ سے پہلے نہ بعد میں اور فرمایا: ﴿قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا﴾ ''آپ کہہ دیں کون ہے جو اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے کسی چیز کا کچھ بھی اختیار رکھتا ہے؟ اگر وہ تمہارے ساتھ کسی نقصان کا ارادہ کرے یا تمہارے ساتھ کسی نفع کا ارادہ کرے؟'' اللہ تعالیٰ نے ہر طرف سے گھیراؤ کر کے کھوٹے لوگوں کو بے بس کیا ہے۔

(2) رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان سے پوچھیں نفع اور نقصان کا مالک کون ہے؟ ان کی اصل خرابی ان کے ایمان میں تھی۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مالک نہیں سمجھا۔انھوں نے قوت اور اختیار کا مالک کسی اور کو سمجھا۔ان کے اوپر کافروں کا رعب تھا۔ان کا گمان تھا کہ کفر کی طاقتیں مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دیں گی۔

(3) رب العزت نے ان کی بیماری پر چوٹ لگوانے کے لئے نبی ﷺ کو سوال کرنے کا حکم دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں نقصان یا نفع پہنچانے کا ارادہ کر لے تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کون ہے جو تمہیں نقصان سے بچائے گا یا نفع چھیننے کا کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟

(4) ﴿بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ ''بلکہ جو اعمال تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے پوری طرح باخبر ہے''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے رازوں سے باخبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کا سب حال معلوم ہے۔ استغفار کی درخواست کر کے مسلمانوں کو ظاہری ایمان سے دھوکہ دینا چاہتے ہو تو جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے تمہیں ان کی جزا دے گا۔

سوال 3: سچے مومن کا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: (1) سچے مومن کو اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا چاہیے۔

(2) سچے مومن کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل فوراً کرنی چاہیے۔ (3) سچے مومن کو عذر پیش نہیں کرنے چاہئیں۔

(4) اسلام کی دعوت کے میدان میں اپنی ذمہ داریاں آگے بڑھ کر ادا کرنی چاہئیں۔

﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ

''بلکہ تم نے یہ سمجھا تھا کہ رسول اور مومنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے اور یہ تمہارے دلوں میں خوش نما

فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا﴾

بنا دیا گیا اور تم نے بہت ہی برا گمان کیا تھا اور تم برباد ہونے والے لوگ تھے'' (12)

سوال 1: ﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ ... بُوْرًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا﴾ ''بلکہ تم سب نے یہ گمان کیا تھا کہ رسول اور مومنین اپنے گھر والوں کی طرف کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے'' یعنی تم نے جہاد چھوڑنے کے لئے برا گمان کیا اور گھر بیٹھے رہے۔ تم نے سمجھا کہ نبی ﷺ اور مسلمانوں کو کافر طاقتیں نیست و نابود کر دیں گی، ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔ وہ اس پر مطمئن ہو گئے حتیٰ کہ یہ بدگمانی ان کے دلوں میں جڑ پکڑ گئی۔

(2) ﴿وَزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ﴾ ''اور یہ تم لوگوں کے دلوں میں خوش نما بنا دیا گیا اور تم سب نے بہت برا گمان کیا'' یعنی شیطان نے تمہارے دلوں میں یہ خیال اس طرح مزین کر دیا کہ تم اسے حقیقت میں دیکھتے تھے۔ تم نے بہت ہی برا گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور مومن قریش سے نجات نہیں پائیں گے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''اور تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا تھا، اُسی نے تمہیں برباد کر دیا، چنانچہ تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔'' (فصلت:23)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا﴾ ''اور تم برباد ہونے والے لوگ ہو گئے'' تم اس بدگمانی کی وجہ سے برباد ہونے والے لوگ تھے۔ اب تم میں کوئی خیر باقی نہیں۔

(4) اس کی تفسیر یہ ہے کہ تم نے اپنے آپ، اپنے دلوں اور اپنی نیتوں میں فساد برپا کر لیا ہے اور ان کا استعمال بھی غلط کر رہے ہو، تم سے خیر اور بھلائی کی امید نہیں کی جا سکتی۔ تم اللہ کے ہاں ہلاک اور تباہ و برباد ہونے والے ہو اور تم اللہ کے عذاب و عتاب کے مستحق ہو۔ (الاساس: 5362/9)

(5) ان کا اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور اس کے دین کی نصرت اور اس کے کلمے کی بلندی کے بارے میں یقین کمزور ہے۔

سوال 2: منافقوں کی بدگمانی کا سبب کیا تھا؟

جواب: منافقوں کی بدگمانی کا سبب دو امور ہیں: (i) وہ ﴿قَوْمًۢا بُوْرًا﴾ ہلاک ہونے والے لوگ ہیں، ان میں کوئی بھلائی نہیں، اگر ان میں کسی قسم کی بھلائی ہوتی تو ان کے دلوں میں یہ بدگمانی نہ ہوتی۔

(ii) دوسرا سبب اللہ تعالیٰ کے وعدے، اس کے اپنے دین کی مدد کرنے اور اپنے کلمے کو بلند کرنے پر ان کے ایمان اور یقین کا کمزور ہونا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2566,2565/3)

﴿وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا﴾

''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان نہیں لایا تو ہم نے کافروں کے لیے بلاشبہ بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' (13)

سوال: نفاق کے انجام کی وضاحت ﴿وَمَنْ لَّمْ ... سَعِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان نہیں لایا'' یعنی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لائے یعنی ظاہری اور باطنی طور پر خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے لئے عمل نہیں کرتا تھا۔

(2) ﴿فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا﴾ ''تو ہم نے کافروں کے لیے بلاشبہ بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' یعنی رب العزت نے کافروں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

(3) امام عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کے بارے میں فرماتے ہیں: وہ شخص جس کا ظاہری اور باطنی عمل اللہ تعالیٰ کے لئے خالص نہ ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ دہکتی ہوئی آگ کا عذاب دیں گے اگرچہ وہ ظاہری طور پر لوگوں کی طرح عمل کرتا ہو (یعنی ریاکاری کا مرتکب ہو) اور حقیقت حال اس کے برعکس اور خلاف ہو۔ (الاساس: 5363,5362/9)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے جہنم کی آگ کی تیاری کی وعید سنائی ہے اور اس طرح یہ شعور دلایا ہے کہ تمہارے مال اور اولاد نے تمہیں یہاں تو مصروف رکھا، یہ بتاؤ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لائے تو مال اور اولاد جہنم میں تمہارے کس کام آئیں گے۔

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

''اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، جس کو وہ چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے سزا دیتا ہے

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے''(14)

سوال:﴿وَلِلّٰهِ ... رَّحِيْمًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾''اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے''یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہر چیز ہے۔وہ اکیلا زمین و آسمان کے اقتدار کا مالک ہے، جیسے چاہے اپنے احکامات نافذ کرتا ہے۔

(2)﴿يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾''جس کو وہ چاہتا ہے بخش دیتا ہے''اللہ تعالیٰ معافی پر قادر ہے۔جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کرتا ہے وہ اسے بخش دیتا ہے۔(3)﴿وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾''اور جسے وہ چاہتا ہے سزا دیتا ہے''وہ عذاب پر قدرت رکھتا ہے۔جو اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ اسے عذاب دیتا ہے۔

(4)امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلنے سے پیچھے رہنے والوں کو توبہ اور انابت الی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کی ترغیب دے رہا ہے۔وہ ان سے فرماتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلنے سے رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے فوری توبہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو بخشش سے نوازتا ہے۔کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں اور معصیات سے توبہ و مغفرت کرتے رہے۔اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان اور رحمت ہے کہ وہ ان کو معصیات اور نافرمانیوں کی وجہ سے عذاب و عتاب کرنے کی بجائے بخشش و مغفرت سے نوازے۔(تفسیر قاسمی:80/15)

(5)سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''کون ہے جو اس گھاٹی (یعنی) مرار کی گھاٹی پر چڑھے گا! بے شک اس کے گناہ بھی اسی طرح جھڑ جائیں گے جس طرح بنی اسرائیل کے گناہ جھڑ گئے تھے۔''(سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے) کہا:تو سب سے پہلے جو اس گھاٹی پر چڑھے وہ ہمارے بنو خزرج کے گھوڑے تھے، پھر لوگوں کا تانتا بندھ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تم سب وہ ہو جن کے گناہ بخش دیئے گئے، سوائے سرخ اونٹ والے شخص کے۔''ہم اس کے پاس آئے اور (اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے) کہا: آؤ رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے بھی استغفار فرمائیں۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں اپنی گم شدہ چیز پالوں تو یہ بات مجھے اس کی نسبت زیادہ پسند ہے کہ تمہارا صاحب میرے لئے مغفرت کی دعا کرے۔ (سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے) کہا: وہ آدمی اس وقت اپنی کسی گم شدہ چیز کو ڈھونڈنے کے لئے آوازیں لگا رہا تھا۔ (مسلم:7038)

(6) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے'' اس کا وصف لازم ہے جس کی بنا پر مغفرت اور رحمت کبھی اس سے جدا نہیں ہوتے۔ وہ ہر وقت گناہ گاروں کے گناہ بخشتا ہے، خطا کاروں کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اس کی بے پایاں بھلائی رات دن نازل ہوتی رہتی ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2566)

(7) جو اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت کے آنسو بہائے، خالص توبہ کرے وہ اپنی رحمت اور مغفرت سے اسے معاف کر دیتا ہے۔

﴿سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا

''جب تم مالِ غنیمت کی طرف چلو گے تاکہ تم اُسے حاصل کرو پیچھے رہ جانے والے جلد ہی کہہ اُٹھیں گے: ''ہمیں بھی اجازت دو

نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ

ہم بھی تمہارے پیچھے آئیں۔'' وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں۔ کہہ دو: تم ہمارے پیچھے ہرگز نہیں آؤ گے اسی طرح

قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ

اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ فرما دیا ہے، تو جلد ہی وہ کہیں گے ''بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو۔'' بلکہ

كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

یہ لوگ کم ہی بات کو سمجھتے ہیں'' (15)

سوال 1: جہاد میں شامل نہ ہونے والے مالِ غنیمت کی تقسیم پر نادم ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿سَيَقُوْلُ... كَلٰمَ اللّٰهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ﴾ ''جب تم مالِ غنیمت کی طرف چلو گے تاکہ تم اُسے حاصل کرو پیچھے رہ جانے والے جلد ہی کہہ اُٹھیں گے: ''ہمیں بھی اجازت دو ہم بھی تمہارے پیچھے آئیں'' غنائم سے مراد جنگ خیبر کی غنیمتیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ 5 ہجری ذوالحجہ کے مہینے میں حدیبیہ سے واپس پلٹے اور اس مہینے کے باقی ایام اور محرم الحرام کے ابتدائی ایام مدینہ میں قیام فرمایا۔ پھر جو صحابہ رضی اللہ عنہم حدیبیہ میں شریک

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہوئے تھے ان کو لے کر رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کیا جس میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو فتح نصیب ہوئی اور غنیمت میں بہت زیادہ مال ملا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس مال کو حدیبیہ والوں کے لئے خاص فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے فرمان اور کلام میں تبدیلی سے مراد دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے ان کو خیبر کے مال غنیمت میں شامل کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے کلمے کی مدد و نصرت کرنا کلام اللہ کی تبدیلی کے دائرہ میں نہیں آتا۔ (تفسیر المراغی: 216/9)

(2) رب العزت نے جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کو دنیا میں سزا دی اس بارے میں فرمایا کہ جب نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غنیمتوں کے لئے آگے بڑھیں گے جس میں جنگ نہیں ہوگی تو یہ درخواست کریں گے کہ مالِ غنیمت جمع کرنے میں شامل کر لیا جائے۔

(3) ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ﴾ ''یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل دیں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کو بدل دینا چاہتے ہیں جو اس نے اہل حدیبیہ کے لئے کیا کہ خیبر کی غنیمتیں خاص ان کے لئے ہوں گی۔

سوال 2: ﴿قُلْ لَّنْ ... قَلِيْلًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''کہہ دو'' رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ ﷺ کہہ دیں۔

(2) ﴿لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا﴾ ''تم ہمارے پیچھے ہرگز نہیں آؤ گے'' یعنی آپ لوگ ہمارے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک نہیں ہو سکتے۔

(3) ﴿كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ فرما دیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ہمیں پہلے ہی اطلاع دے دی تھی لہٰذا اس جرم کی پاداش میں کہ تم نے پہلی بار جہاد کو ترک کیا، تم لوگوں کو غنیمتوں سے محروم کیا جاتا ہے۔

(4) ﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا﴾ ''تو جلد ہی وہ کہیں گے: ''بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو'' یعنی انہیں جب جنگ میں شریک ہونے سے روک دیا گیا تو وہ کہیں گے مال غنیمت کے بارے میں آپ ہم سے جلتے ہو اور حسد کرتے ہو اور ہمیں اس لئے شریک نہیں کرنا چاہتے۔

(5) ﴿بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''بلکہ یہ لوگ کم ہی سمجھتے ہیں'' اگر وہ سمجھ رکھتے تو انہیں پتہ چلتا کہ مال غنیمت سے محرومی کا سبب ان کی نافرمانی ہے۔

(6) اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ امور دینیہ کو نہیں جانتے یعنی جہاد و قتال اللہ تعالیٰ کے لئے خالص ہو کر کرنا اور اپنی نیتوں کی اصلاح کرنا اور اپنے ایمانوں کو سچ کر دکھانا اور اگر چہ وہ اپنے دنیوی امور جانتے اور سمجھتے ہوں۔ (تفسیر منیر: 499/13)

﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''آپ پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دو عنقریب تمہیں ایک انتہائی سخت جنگجو قوم کی طرف بلایا جائے گا،

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا

تم اُن سے جنگ کرو گے یا وہ اسلام لائیں گے پھر اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا اجر دے گا اور اگر تم منہ موڑو گے

كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

جیسا کہ تم اس سے پہلے منہ موڑ گئے تھے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے گا، دردناک عذاب'' (16)

سوال: ﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ ... عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ﴾ ''آپ پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دو عنقریب تمہیں ایک انتہائی سخت جنگجو قوم کی طرف بلایا جائے گا'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ ﷺ پیچھے بیٹھ رہنے والے بدوی عربوں سے کہہ دیں جو معذرتیں پیش کرتے ہیں کہ عنقریب انہیں اس قوم سے جہاد کے لئے بلایا جائے گا جو سخت لڑاکا قوم ہوگی۔ وہ اہل فارس، اہلِ روم اور ان جیسی قومیں ہوں گی۔

(2) ﴿تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ﴾ ''تم اُن سے جنگ کرو گے یا وہ اسلام لائیں گے'' تم ان کے خلاف جنگ کرو یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔ (3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس سے مراد ترک لوگ ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں: ''قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ایک ایسی قوم سے نہ لڑو جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی اور ناک بیٹھی ہوئی ہوگی، ان کے منہ مثل تہ بہ تہ ڈھالوں کے ہوں گے۔'' سیدنا سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے مراد ترک ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ تمہیں ایک قوم سے جہاد کرنا پڑے گا جن کی جوتیاں بال دار ہوں گی۔ (تفسیر ابن کثیر: 127/5)

(4) مسیلمہ کذاب کے قبیلہ بنو حنیفہ کے لوگ، ہوازن، غطفان وغیرہ قبائل جن سے حنین وغیرہ میں مسلمانوں کو نقصان پہنچایا وہ مرتدین جن پر نبی ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوج کشی کی۔ اکثر مفسرین نے اس سے مراد بنو حنیفہ کو لیا ہے کیونکہ وہ جنگجو بھی تھے اور ان سے معرکہ بھی اس واقعہ کے بعد جلد ہی پیش آیا۔ (شوکانی، اشرف الحواشی)

(5) ﴿فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا﴾ ''پھر اگر تم سب اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا اجر دے گا'' یعنی اگر تم رسول اللہ ﷺ کی بات مانتے اور جہاد کر لیتے تو تمہیں اچھا بدلہ ملتا۔

(6) ﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور اگر تم منہ موڑو گے جیسا کہ تم اس سے پہلے منہ موڑ گئے تھے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے گا، دردناک عذاب'' اگر جہاد کے حکم کی اطاعت نہیں کرو گے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ سے منہ موڑ لو گے جیسا کہ حدیبیہ جانے پر تم نے منہ موڑا تھا تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔

﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ

''نہ اندھے پر کوئی تنگی ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی تنگی ہے اور نہ بیمار پر کوئی تنگی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ

يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو منہ

يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

موڑے گا اُسے وہ دردناک عذاب دے گا''(17)

سوال: ترک جہاد کے شرعی عذر کی وضاحت ﴿لَيْسَ ... اَلِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں رب العزت نے ترک جہاد کے شرعی عذر واضح فرمائے ہیں۔ یہ عذر دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ بیماری جس کے کچھ دن بعد انسان صحت مند ہو جاتا ہے اور دوسرے وہ عذر جو لازمی ہیں جیسے پیدائشی اندھا پن یا لنگڑا پن وغیرہ۔ تو اپنے عذر کی بنا پر اگر یہ لوگ جہاد کے لئے نکلنے سے معذور ہوں تو ان پر کوئی حرج نہیں۔

(2) ﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ﴾ ''نہ اندھے پر کوئی تنگی ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی تنگی ہے اور نہ بیمار پر کوئی تنگی ہے'' اس سے مراد یہ ہے جن لوگوں میں یہ عذر پائے جاتے ہیں ان پر (جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے) کوئی گناہ اور حرج نہیں۔ ان میں جو لازمی اور دائمی عذر ہیں وہ اندھا پن اور لنگڑا ہونا ہے۔ یا کوئی ایسا مریض جس کو شفایاب ہونے کی امید نہیں تو وہ جہاد سے مستثنیٰ رہے گا حتیٰ کہ وہ شفایاب ہو جائے۔ ان پر جہاد میں عدم شرکت کا گناہ اور حرج اس لئے نہیں ہے کیونکہ اس کی طاقت اور استطاعت نہیں رکھتے۔ اس آیت کریمہ میں اندھے کو لنگڑے پر مقدم اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ وہ دائمی قائم رہنے والا عذر ہے۔ (تفسیر منیر: 501/13) (3) سیدنا ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرماتے ہیں: ﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ﴾ جہاد فی سبیل اللہ کے بارے ان پر کوئی حرج نہیں (دیگر امور تمام کے لئے اپنی حقیقت پر قائم ہیں۔) (جامع البیان: 86/26)

(4) فقہاء نے اس سے مزید استدلال کیا ہے کہ ﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ﴾ میں معذوروں کو فرضیت جہاد عائد کرنے سے معاف اور مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ اور اس حکم میں اندھا اور دائمی لنگڑا اور دیر تک باقی رہنے والی بیماری یا عارضی اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وقتی بیماری جو جہاد میں شرکت سے روک دے حتیٰ کہ وہ شفایاب ہوجائے (تمام معذور اسی کے حکم میں آتے ہیں) (یعنی مذکورہ بالا تمام معذوروں کو جہاد میں عدم شرکت کی اجازت ہے) نص قرآنی نے ان تین اصناف اور اقسام کا اقتصار کیا ہے کیونکہ عذر یا تو قوت وطاقت ختم ہونے اور دھوکہ دینے یا عضو کے کٹ جانے کے سبب سے ہوتا ہے اور جو بھی ان کے معنی میں اور ان کے مشابہ ہوگا وہ عذر انہی کے ضمن میں آئے گا جیسے فقیری، تطوع اور نفلی جہاد کے وقت اسلحہ حاضر کرنے سے روکتی ہے۔ اور صاحب حاجت اور ضعیف وکمزور کا مشغول ہوجانا بچے اور مریض کے زمرے میں آتا ہے اور اسی طرح جو بھی غور وفکر کرنے سے معلوم ہوگا۔ اور فقہاء نے جہاد سے روکنے والے اعضاء کو نقل کیا ہے اگرچہ وہ مانع اور روکنے والی اشیاء حسی ہوں یا حکمی ہوں۔ (تفسیر منیر:505/13)

(5) ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی'' یعنی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی پابندی کرے اور نواہی سے اجتناب کرے ان اطاعت گزاروں کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ ان جنتوں میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی نفس خواہش کریں گے۔

(6) ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور جو منہ موڑے گا اُسے وہ دردناک عذاب دے گا'' اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات سے منہ موڑے تو اللہ تعالیٰ جہاد میں شامل ہونے کی بجائے کاروبار میں مصروف ہونے والوں کو دنیا میں ذلیل فرمائے گا اور آخرت میں آگ میں جھونک دے گا۔

(7) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے دن دوزخ والوں میں سب سے ہلکا عذاب اس آدمی کو ہوگا جس کے پاؤں کے نیچے آگ کے دو انگارے ہوں گے جن کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔'' (مسلم:516)

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے تو جو

قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾

ان کے دلوں میں تھا وہ جان گیا تو اس نے ان پر سکینت نازل کردی اور بدلے میں انہیں قریبی فتح عطا فرمائی'' (18)

سوال: بیعت رضوان کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کی بشارت دی ہے، اس کی وضاحت ﴿لَقَدْ...

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَرِيْبًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہو گیا'' اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو اپنی رضا کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے۔

(2) حدیبیہ والے سال پیچھے رہنے والے لوگوں کی صورت حال کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حال کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اور سابقہ چیزوں کا تذکرہ کیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کہا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ ''بلاشبہ وہ لوگ جو تم سے بیعت کر رہے ہیں، درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں'' پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی دینی اور اخروی جزا کو واضح کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقام خیبر سے بہت زیادہ مال غنیمت سے سرفراز کیا تھا اور آخرت میں ان اہل بیعت کے لیے اپنی خوشنودگی کا اظہار کر دیا ہے۔ اسی طرح بیعت میں ان کے سچے ایمان اور اخلاص کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان پر طمانیت نازل کی اور ان کے دلوں اور قدموں کو ثابت قدمی عطا کی۔ خلاصہ کلام: جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا جنہوں نے رسول ﷺ کی معیت میں سفر کرنے سے راہ فرار اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے مخلص مومنین کا بھی تذکرہ کر دیا جنہوں نے آپ کی معیت میں رخت سفر باندھا چنانچہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضامندی واجب ہو گئی ہے اس وجہ سے اس بیعت کو بیعت رضوان کہا گیا ہے۔ (تفسیر منیر:509,508/13)

(3)﴿اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ ''جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے'' یعنی جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر ایسی بیعت کر رہے تھے جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوئے، جس کی وجہ سے اسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ اسے بیعت شجرہ بھی کہتے ہیں۔ (4) حدیبیہ کے دن نبی ﷺ اور اہل مکہ کے درمیان بات چیت شروع ہوئی۔ نبی ﷺ نے قریش کے پاس سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا یہ پیغام دے کر کہ ہم جنگ کرنے نہیں آئے بیعت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ اس دوران آپ ﷺ کے پاس سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ خبر پہنچی کہ مشرکوں نے انہیں قتل کر دیا ہے، اس پر آپ ﷺ نے مومنوں کو جمع کیا اور ایک درخت کے نیچے مشرکوں کے خلاف قتال پر بیعت لی کہ وہ مرتے دم تک فرار نہیں ہوں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا۔

(5) سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُن کو خبر دی گئی کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (بیعت رضوان) میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد پندرہ سو تھی۔ تو سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بھول ہو گئی بلکہ انہوں نے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجھ سے کہا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد چودہ سو تھی۔ (بخاری:4153)

(6) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن ہم سے فرمایا: ''(آج) تم تمام زمین والوں میں سب سے بہتر ہو۔'' (بخاری:4154)

(7) سیدہ ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ بیان کرتے ہوئے سنا: ''ان شاء اللہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والے لوگوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔'' (مسلم:6404)

(8) طارق بن عبدالرحمن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں حج کو گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جگہ نماز ادا کر رہے ہیں۔ پوچھا، یہ مسجد کیسی ہے؟ جواب ملا کہ یہ وہی درخت ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کی تھی۔ میں نے واپس آ کر یہ قصہ سیدنا سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے بیان کیا تو انھوں نے فرمایا، میرے والد بھی ان بیعت کرنے والوں میں تھے۔ ان کا بیان ہے کہ بیعت کے دوسرے سال ہم وہاں گئے، لیکن ہم وہ جگہ بھول گئے اور وہ درخت ہمیں نہ ملا۔ پھر سیدنا سعید رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، تعجب ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی بیعت کرنے والے) تو اس جگہ کو نہ پا سکے اور انھیں معلوم نہ ہو، لیکن تم لوگ جان لو، گویا تم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ جاننے والے ہو۔ (بخاری:4163)

(9) ﴿فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ ''تو جو ان کے دلوں میں تھا وہ جان گیا'' ﴿فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ صحابہ کے دلوں میں جو سچائی اور وفا تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے جان لیا۔ یہ فراء کا قول ہے۔ ابن جریج رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: معنی ہے بیعت کے حکم پر ان کے راضی ہونے کو جان لیا کہ وہ راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ (قرطبی:8/199,200)

(10) یعنی اللہ تعالیٰ نے جب ان کے دلوں میں موجود ایمان، صدق و وفا، اخلاص و تقویٰ اور جذبہ سمع و طاعت کو جان لیا تو ان پر طمانیت نازل کر کے ان کے نفسوں کو سکون بہم پہنچایا مزید براں حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد ان کو خیبر کی فتح، مکہ کی فتح، تمام شہروں اور صوبوں کی فتح یابی سے ہم کنار کیا۔ (تفسیر منیر:13/509,510)

(11) ﴿فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ﴾ ''تو اس نے ان پر سکینت نازل کر دی'' اللہ رب العزت نے ان کے دلوں کے ایمان کی قدردانی کے لیے سکینت نازل فرمائی جس کی وجہ سے انہیں سخت غم اور بے چینی میں بھی ثبات اور اطمینان نصیب فرمایا۔

(12) ﴿وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ ''اور بدلے میں انہیں قریبی فتح عطا فرمائی'' یعنی تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان صلح کرا دی جس کی وجہ سے دائمی خیر و برکت حاصل ہوئی۔ اس کا سلسلہ خیبر کی فتح سے شروع ہوا پھر مکہ فتح ہوا پھر تمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ممالک کی فتوحات کے دروازے کھل گئے اور مسلمان دنیا وآخرت میں سرخرو ہوئے۔

﴿وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾

''اور بہت سے اَموالِ غنیمت بھی، جنہیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(19)

سوال: حدیبیہ والوں کے لیے مال غنیمت کی خوش خبری کی وضاحت ﴿وَّمَغَانِمَ ... حَكِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا﴾ ''اور بہت سے اَموالِ غنیمت بھی، جنہیں وہ حاصل کریں گے'' چنانچہ حدیبیہ کے تین ماہ بعد ہی رسول اللہ ﷺ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے خیبر فتح کرایا، بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور اس کے علاوہ بہت سے باغ بھی ملے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تھا ان مسلمانوں پر جنہوں نے حدیبیہ کی کٹھن مہم میں نبی ﷺ کا ساتھ دیا تھا۔ (قرطبی، اشرف الحواشی:612/1)

(2)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور کمال حکمت والا ہے، اپنی زمین پر انہیں غلبہ عطا فرماتا ہے جو مالک ارض وسماوات کے فرامین کو جاری کریں۔

(3) یعنی طاقت اور قدرت کا وہی مالک ہے، جس کی بنا پر وہ تمام اشیاء پر غالب ہے، اگر وہ چاہے تو ہر اس معرکے میں جو کفار اور مسلمانوں کے درمیان برپا ہوتا ہے، کفار سے انتقام لے سکتا ہے، مگر وہ حکمت والا ہے وہ ان کو ایک دوسرے کے ذریعے سے آزماتا ہے اور مومن کا کافر کے ذریعے سے امتحان لیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2570/3)

﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بہت سے اَموالِ غنیمت کا وعدہ کیا ہے جسے تم حاصل کرو گے چنانچہ اُس نے جلدی تمہیں یہ (فتح) دے دی

وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ

اور اُس نے لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے اور تاکہ مومنوں کے لیے یہ ایک نشانی بن جائے اور اللہ تعالیٰ

صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾

سیدھی راہ پر تمہیں چلا دے''(20)

سوال: بہت سی غنیمتوں کے وعدے کی وضاحت ﴿وَعَدَكُمُ ... مُّسْتَقِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس سے مراد بہت زیادہ اموال غنیمت، فتوحات اسلامیہ اور اہل ایمان کے لیے ان کے علاوہ اور بہت سی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نعمتیں ہیں۔(تفسیر منیر:511/13)

(2)اللہ تعالیٰ نے اہل حدیبیہ سے خیبر کی غنیمتوں کا وعدہ کرنے کے بعد اس کے علاوہ دیگر بہت سارے انعامات کا ذکر کیا جو یہ ہیں۔(i) جو اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح اور غنیمت کے مال کی صورت میں انعام دیا تھا یہ مکمل نہیں تھا بلکہ اس کے علاوہ بھی بہت ساری نعمتوں کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا جن میں سے کچھ یہ تھیں باقی تمام اللہ تعالیٰ کے علم میں ہی ہیں۔(ii)ان مسلمانوں سے ہوازن، فارس اور روم، جو عنقریب فتح ہونے والے تھے، کی غنیمتوں کا بھی وعدہ کیا گیا تھا۔(iii)مسلمانوں کی مدد اور کفار کی ذلت وشکست جو اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت ہے۔(iv)حدیبیہ میں مشرکین کے حملوں سے مسلمانوں کا تحفظ۔(تفسیر منیر:513,514/13)

(3)﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا﴾"اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بہت سے اَموالِ غنیمت کا وعدہ کیا ہے جسے تم حاصل کرو گے" یہ ان تمام غنیمتوں کو شامل ہے جو قیامت کے روز تک مسلمانوں کو حاصل ہوں گی۔

(تفسیر سعدی:2570/2)

(4)﴿فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ﴾"چنانچہ اُس نے جلدی تمہیں یہ (فتح) دے دی" یعنی خیبر کی غنیمت۔

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خیبر فتح کیا تو مال غنیمت میں سونا چاندی نہیں ملا، بلکہ بیل، اونٹ، سامان اور باغات بطور غنیمت حاصل ہوئے۔(بخاری:4234)

(6)﴿وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ﴾"اور اُس نے لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیے" یعنی تمہارے دشمنوں نے تم سے جنگ کرنے کے لئے جو کچھ سوچا اس سے وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔ مکہ میں گھرے ہوئے تمہارے بیوی بچوں سے بھی تمہارے دشمنوں کے ہاتھ روک دیئے اور مدینہ کے منافقوں کے شر سے بھی تمہیں بچا لیا۔

(7)﴿وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾"اور تا کہ مومنوں کے لیے یہ ایک نشانی بن جائے" اس سے مراد اہل ایمان کی نصرت واعانت پر علامت ہے۔(الثعالبی:256/5)

(8)﴿اٰيَةً﴾یعنی اہل ایمان کے لیے ایسی علامت بن جائے جس کے ذریعے سے وہ رسول اللہ ﷺ کی صداقت کو پہچان سکیں۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت وحراست کو بھی اچھی طرح جان سکیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور اہل ایمان کی اُن کی حاضری اور غیر حاضری میں نگرانی کرتا ہے۔مزید ان اہل ایمان کی بھی معرفت حاصل کر سکیں جو اس کے بعد آئیں گے اور جن کا یہ خیال ہوگا کہ وہ جتنی دیر تک میدان میں برسر پیکار رہیں گے اللہ تعالیٰ کی حفاظت وحراست ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے شامل حال رہے گی۔(الراغی:222/9)

(9)اللہ تعالیٰ یہ بات بطور احسان مسلمانوں سے فرما رہے ہیں کہ اس کے دو مطلب ہیں۔ایک یہ کہ تمہاری پوزیشن اتنی مضبوط نہ تھی کہ کفر کے سب سے بڑے مرکز میں تم دشمن کی تاب لا سکتے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جنگ کی صورت ہی پیدا نہ ہونے دی اور یہ بھی ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کی مدد تھی۔دوسرے یہ کہ تم مدینہ کا مرکز چھوڑ کر بہت دور نکل آئے تھے۔ جنگ کی صورت میں یہ بھی ممکن تھا کہ تمہارے دوسرے دشمن تمہاری غیر حاضری میں مدینہ پر چڑھ آتے اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی تم سے روک دیا۔(تیسیر القرآن:256/4)

(10)﴿وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا﴾"اور اللہ تعالیٰ سیدھی راہ پر تمہیں چلا دے"یعنی توکل علی اللہ کے راستے پر اور کھلے چھپے ہر حال کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کے ایسے راستے پر چلا دے گا جس میں کوئی کجی نہیں۔(ایسر التفاسیر:1493)

(11)سیدھے راستے کی طرف ہدایت بخشنے سے مراد استقامت عطا کرنا ہے اور ہدایت میں اضافہ کرنا ہے۔

﴿وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

"اور کئی اور (غنیمتیں) بھی جس پر ابھی تک تم قادر نہیں ہوئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً اُن کو گھیر رکھا ہے اور ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا﴾

ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے"(21)

سوال1: قیامت تک کی تمام فتوحات کی بشارت کی وضاحت ﴿وَّاُخْرٰى...قَدِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا﴾"اور کئی اور (غنیمتیں) بھی جس پر ابھی تک تم قادر نہیں ہوئے" رب العزت نے قیامت تک کی فتوحات کی بشارت دی ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں آسان فرمائے گا۔

(2)یعنی ان غنیمتوں کا بھی اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے جس پر مسلمان ابھی قادر نہیں تھے اور وہ روم اور فارس کی غنیمتیں ہیں۔

(3)﴿قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا﴾"حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً اُن کو گھیر رکھا ہے" اللہ تعالیٰ ان ساری غنیمتوں پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں،اس کی تدبیر کے تحت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کا پورا ہونا لازم ہے کیونکہ وہ ایسے اقتدار کا مالک ہے جو بہت قوت والا،وسعت والا اور کبھی ختم نہ ہونے والا ہے۔

(4)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا﴾"اور ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے"یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری قلیل تعداد کے باوجود اس وقت کی دو بڑی قوموں فارس اور روم کی غنیمتیں دلوانے پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت قدیر کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے غنیمتوں اور فتوحات کے عطا کرنے سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ان فتوحات کو جو ابھی مسلمانوں کے دائرۂ اختیار میں نہیں، اُن کو گھیر رکھنے سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا کرنے سے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے کیونکہ وہ قدرت رکھتا ہے۔

﴿وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾

''اور اگر تم سے لڑتے وہ جنہوں نے کفر کیا تو ضرور وہ پیٹھیں پھیر جاتے پھر کوئی حامی اور نہ کوئی مددگار پاتے'' (22)

سوال: مسلمان کافروں سے مرعوب نہ ہوں اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ قَاتَلَكُمُ ... نَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ﴾ ''اور اگر تم سے لڑتے وہ جنہوں نے کفر کیا تو ضرور وہ پیٹھیں پھیر جاتے'' رب العزت نے ایمان والوں کو خوش خبری دی ہے کہ اگر مشرک ان کے مقابلے پر آئیں گے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد فرمائے گا۔ کافر بدحواس ہو کر بھاگیں گے اور شکست کھائیں گے۔

(2) ﴿ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''پھر کوئی حامی اور نہ کوئی مددگار پاتے'' اس لئے ایمان والے کافروں سے ہرگز مرعوب نہ ہوں۔ وہ تنہا اور مغلوب چھوڑ دیے جائیں گے۔

(3) کافر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور ایمان والوں سے لڑ رہے ہیں۔ تمہارے خلاف جنگ میں کوئی ان کی مدد نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اس کے لشکر ہی غالب آئیں گے۔

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾

''اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے جو پہلے ہی سے گزر چکا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے'' (23)

سوال: اللہ تعالیٰ حق کو باطل پر غالب کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ ... تَبْدِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے جو پہلے ہی سے گزر چکا ہے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ اپنے دوستوں اور دشمنوں کے بارے میں میرا طریقہ کار یہ ہے کہ میں اپنے دوستوں کی مدد کرتا ہوں اور اپنے دشمنوں کو ذلیل کرتا ہوں۔ (الوسیط: 141/4)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار ہے جب کفر اور ایمان، حق اور باطل، روشنی اور اندھیرا ٹکرائیں تو اللہ تعالیٰ حق کو باطل پر غالب کر دیتا ہے جیسا کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

(3)﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے'' اللہ تعالیٰ کی سنت میں تبدیلی نہیں آتی کیونکہ وہ قادر ہے۔ اُس پر کوئی قدرت حاصل کر کے اُس کے طریقۂ کار کو بدل نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق مسلمانوں کی ہر جگہ مدد کی گئی جیسے بدر میں، اَحزاب میں، حدیبیہ میں اور فتح مکہ کے موقع پر۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ

''اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں اُن کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک دیے اس کے بعد کہ وہ

اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا﴾

تمہیں اُن پر فتح عطا کر چکا تھا اور ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' (24)

سوال: اللہ رب العزت نے مشرکوں کے ہاتھ مومنوں تک پہنچنے نہیں دیے، اس کے عظیم احسان کی وضاحت ﴿وَهُوَ الَّذِيْ... بَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں اُن کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک دیے اس کے بعد کہ وہ تمہیں اُن پر فتح عطا کر چکا تھا'' اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ میرا احسان نہ بھولو میں نے مشرکوں کے ہاتھ تم تک نہیں پہنچنے دیے اور ان سے کوئی ایذاء تمہیں نہ ہونے دی اور تم کو ہی حرمت والی جگہ جنگ کرنے سے روک دیا اور دونوں میں صلح کرا دی جس میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں خیر و برکت ہے۔ صلح کی برکتوں کا ظہور امن و ایمان اور عافیت و سلامتی کے سبب میں ہوا جو مسلمانوں کے لیے خیر کثیر کا سبب بنا۔ (مختصر ابن کثیر: 1902/2)

(2)تمہیں ان پر قدرت حاصل ہو گئی تو کسی معاہدے کے بغیر وہ تمہاری ولایت میں آ گئے۔ تقریباً اسّی لوگ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے مگر انہوں نے مسلمانوں کو باخبر پایا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی کہ مسلمانوں نے گرفتار کرنے کے باوجود انہیں چھوڑ دیا اور قتل نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی قدرت، اپنے غلبے کا یقین دلایا ہے کہ اس کائنات میں ہر کام اُس کے ارادے، اُس کی قدرت اور اجازت سے انجام پاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اسّی (۸۰) آدمی مکہ والے رسول اللہ ﷺ کے اوپر اترے تنعیم کے پہاڑ سے، وہ چاہتے تھے آپ ﷺ کو دھوکا دیں اور غفلت میں حملہ کریں۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو پکڑ لیا اور قید کیا، بعد اس کے آپ ﷺ نے چھوڑ دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو اتارا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں اُن کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک دیے اس کے بعد کہ وہ تمہیں اُن پر فتح عطا کر چکا تھا۔'' (مسلم:4679)

(4) سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں طلحہ بن عبیداللہ کی خدمت میں تھا، ان کے گھوڑے کو پانی پلاتا، ان کی پیٹھ کھجاتا، ان کی خدمت کرتا، انہی کے ساتھ کھانا کھاتا اور میں نے اپنا گھر بار، دھن دولت سب چھوڑ دیا تھا، اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی۔ جب ہماری اور مکہ والوں کی صلح ہو گئی اور ہم میں ہر ایک دوسرے سے ملنے لگا تو میں ایک درخت کے پاس آیا اور اس کے تلے سے کانٹے جھاڑے اور جڑ کے پاس لیٹا۔ اتنے میں چار آدمی مشرکوں میں سے آئے مکہ والوں میں سے اور لگے رسول اللہ ﷺ کو برا کہنے۔ مجھے غصہ آیا، میں دوسرے درخت کے نیچے چلا گیا، انہوں نے اپنے ہتھیار لٹکائے اور لیٹ رہے، وہ اسی حال میں تھے کہ یکا یک وادی کے نشیب سے کسی نے آواز دی، دوڑو اے مہاجرین! ابن زنیم (صحابی) مارے گئے۔ یہ سنتے ہی میں نے اپنی تلوار سونتی اور ان چاروں آدمیوں پر حملہ کیا، وہ سو رہے تھے، ان کے ہتھیار میں نے لے لیے اور گٹھا بنا کر ایک ہاتھ میں رکھے، پھر میں نے کہا: قسم اس کی جس نے عزت دی محمد ﷺ کے منہ مبارک کو! تم میں سے جس نے سر اٹھایا، میں ایک مار دوں گا اس عضو پر جس میں اس کی دونوں آنکھیں ہیں۔ پھر میں ان کو کھینچتا ہوا لایا رسول اللہ ﷺ کے پاس اور میرا چچا عامر عبلات (ایک شاخ ہے قریش کی) میں سے ایک شخص کو لایا جس کو مکرز کہتے تھے وہ اس کو کھینچتا ہوا لایا گھوڑے پر، جس پر جھول پڑی تھی اور ستر آدمیوں کے ساتھ مشرکوں میں سے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا۔ پھر فرمایا: ''چھوڑ دو ان کو۔ مشرکوں کی طرف سے عہد شکنی شروع ہونے دو۔ پھر دوبارہ بھی انہی کی طرف سے ہونے دو۔'' (یعنی ہم اگر ان لوگوں کو ماریں تو صلح کے بعد ہماری طرف سے عہد شکنی ہو گی یہ مناسب نہیں پہلے کافروں کی طرف سے عہد شکنی ہو ایک بار نہیں دو بار تب ہم کو بدلہ لینا برا نہیں) آخر رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو معاف کر دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں اُن کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک دیے اس کے بعد کہ وہ تمہیں اُن پر فتح عطا کر چکا تھا۔'' (مسلم:4678)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا﴾ ''اور ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کے مقام پر ہونے والے ایک ایک واقعے سے جیسے کافروں کو مسلمانوں سے بچانا، مسلمانوں کو کافروں سے بچانا، کافروں کا صلح کے لئے آنا، بیعتِ رضواں، دلوں کے حالات سے واقفیت اور اپنی رضا سے اپنے بصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔ گویا زمین پر ہونے والے ایک ایک واقعے کو نظر میں رکھ کر اللہ تعالیٰ اپنے ارادے سے حالات کا رخ جس طرف پھیرنا چاہ رہے تھے پھیر رہے تھے۔

(6) اللہ تعالیٰ بصیر ہے وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔

﴿هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ

''وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجدِ حرام سے روک دیا اور قربانی کے جانوروں کو جو اس سے روکے ہوئے تھے کہ وہ

يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ

اپنی قربان گاہ پر پہنچیں اور اگر کچھ مومن مرد اور کچھ مومن عورتیں (مکہ میں) موجود نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے، یہ کہ تم بے خبری میں

فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

ہی انہیں کچل ڈالو گے تو اُن کی وجہ سے بے خبری میں تمہیں تکلیف پہنچتی تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

اور اگر وہ الگ الگ ہوتے تو اُن میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، ہم اُن کو لازماً دردناک عذاب دیتے'' (25)

سوال: صلح حدیبیہ کی مصلحتوں کی وضاحت ﴿هُمُ الَّذِيْنَ... اَلِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے مشرکوں کی مذمت کرتے ہوئے ان امور کا ذکر فرمایا جو مشرکوں کے خلاف جنگ کا باعث ہیں۔ (2)﴿هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا'' یعنی قریش کے مشرک اور ان کا ساتھ دینے والے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پیدا کرنے والے، اپنے رب کا انکار کیا۔

(3)﴿وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ''اور تمہیں مسجدِ حرام سے روک دیا'' یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہیں مسجدِ حرام میں داخل ہونے سے روک دیا حالانکہ تم اس کے زیادہ حق دار ہو۔

(4)﴿وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ﴾ ''اور قربانی کے جانوروں کو جو اس سے روکے ہوئے تھے کہ وہ اپنی قربان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گاہ پر پہنچیں''یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جو حرم پر اپنا حق ثابت کرتے ہیں اور حرم کی طرف آنے والے قربانی کے جانوروں کو مکہ مکرمہ پہنچنے سے روکا جہاں قربانیوں کو ذبح کیا جاتا ہے۔اپنی بغاوت اور سرکشی کی وجہ سے انہوں نے قربانی کے ستر اونٹوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔

(5)﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ﴾''اور اگر کچھ مومن مرد اور کچھ مومن عورتیں (مکہ میں) موجود نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے''یعنی اگر مکہ میں مومن مرد اور عورتیں گھرے ہوئے نہ ہوتے جو ایمان کو اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں، جو اپنی جانوں کے خوف سے ایمان کو ظاہر نہیں کرتے۔ان کی وجہ سے تمہیں جنگ کی اجازت نہیں دی گئی۔

(6)﴿اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾''یہ کہ تم بے خبری میں ہی انہیں کچل ڈالو گے تو اُن کی وجہ سے بے خبری میں تمہیں تکلیف پہنچتی''اگر تمہیں ان پر مسلط کر دیا جاتا تو تم بے خبری میں ان کا نام ونشان تک مٹا دیتے۔تم انہیں قتل کرتے اور تمہیں خبر تک نہ ہوتی۔(7)یعنی تم لاعلمی میں مسلمانوں کو بھی شہید کر ڈالتے اور گناہ اور دیت تمہارے سر آجاتا اور مشرکوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ مسلمان تو اپنے بھائیوں کو بھی مار ڈالتے ہیں۔

(8)اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک بڑے احسان کا ذکر کیا ہے وہ یہ کہ کفار اور مسلمانوں کو آپس میں مڈبھیڑ سے بچائے رکھا اور ان کے درمیان میثاق صلح حدیبیہ کروایا اور اس معاہدے کے اسباب اور مصلحتیں بھی اس آیت میں ذکر کی ہیں: ﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ﴾ کہ ان مسلمانوں کی حفاظت مطلوب تھی، دین اسلام کی نشر واشاعت مقصود تھی، اسی طرح کفار کو اسلام کی طرف لانا، جاہلی حمیت کو ختم کرنا جو عقل معقول کے لیے ناقابل قبول تھی، اطمینان وسکون کا نزول، رسول اللہ ﷺ کے دل کی ثابت قدمی، مومنوں کا ان کی اتباع کرنا اور وعدہ وعہد کو ہمیشہ وفا کرنا، اس دن اور میثاق کی حکمتوں اور مصلحتوں میں سے ہوئے۔(تفسیر منیر:13/521)

(9)﴿لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾''تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے''یعنی تمہیں قتال کی اجازت نہیں دی گئی تو ان لوگوں کو موقع دے دیا گیا جو ایمان لانا چاہتے ہیں کہ وہ ایمان لے آئیں۔

(10)﴿لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾''اگر وہ الگ الگ ہوتے تو اُن میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہم اُن کو لازماً دردناک عذاب دیتے''یعنی اگر وہ ہٹ جاتے یا ان کی اور کافروں کی پہچان ہوتی تو ہم کافروں کو دردناک عذاب میں مبتلا کر دیتے، یعنی تمہیں ان پر مسلط کر دیتے اور تم ان میں سے ایک ایک کو موت کے گھاٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اتار دیتے۔(مختصر ابن کثیر: 2190/3)(11)اس آیت کے نزول ﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ﴾ کے بارے میں طبرانی اور ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ میں ابو جمعہ جنید بن سبع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں دن کے شروع میں کفر کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لڑا اور دن کے آخری حصے میں اسلام کی حالت میں آپ ﷺ کی معیت میں لڑا۔ہم تین آدمی اور سات عورتیں تھیں اور ہمارے بارے میں یہ آیت:﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ﴾ نازل ہوئی۔ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ ہم تین آدمی اور نو عورتیں تھیں اور ہمارے بارے میں یہ آیت ﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ﴾ نازل ہوئی اسے طبرانی،ابو یعلی اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے۔(تفسیر منیر: 521/13،المراغی: 228/9)

﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ

”جب اُن کافروں نے اپنے دلوں میں ضد رکھ لی اور وہ بھی جاہلیت کی ضد تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر سکینت

عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ

نازل کی اور اُنہیں تقویٰ کی بات کا پابند رکھا اور وہ اُس کے زیادہ حق دار اور اس کے زیادہ اہل تھے

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾

ع 3/9 11

اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے“(26)

سوال:جاہلیت کی حمیت کی وضاحت ﴿اِذْ جَعَلَ...عَلِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ ”جب اُن کافروں نے اپنے دلوں میں ضد رکھ لی اور وہ بھی جاہلیت کی ضد“ جاہلیت کی حمیت یہ تھی کہ سہیل نے صلح نامے کی دستاویز پر ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ لکھنا گوارا نہیں کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے لفظ کا لکھنا بھی ناپسند کیا۔اس پر مسلمان مشتعل ہوئے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں صبر و تحمل پیدا کر دیا۔(مختصر ابن کثیر: 1904/2)

(2)قریش نے نبی ﷺ اور مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔اس قسم کے تمام امور جاہلیت کے ہیں جو ان کے دلوں میں موجود تھے اور بے شمار گناہوں کا باعث بن رہے تھے۔

(3)سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو بیت اللہ کے نزدیک گھیر لیا گیا تو اہل مکہ نے آپ ﷺ سے ان باتوں پر صلح کر لی کہ آپ ﷺ مکہ میں داخل ہو کر صرف تین دن قیام کریں گے اور مکہ میں تلواروں کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ساتھ داخل نہ ہوں گے سوائے اس کے کہ تلواریں نیاموں میں ہوں اور اہل مکہ میں سے کسی کو بھی آپ ﷺ لے کر نہ جائیں گے اور (مسلمانوں میں سے) جو مکہ میں ٹھہرنا چاہے اسے منع بھی نہ کریں گے جو آپ ﷺ کے ساتھ آئے ہوں۔ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''ان شرائط کو ہمارے درمیان تحریر کر دو ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ یہ وہ شرائط ہیں جن کا فیصلہ محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔'' آپ ﷺ سے مشرکین نے کہا: اگر ہم آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول جانتے ہوتے تو آپ ﷺ کی اتباع کر لیتے بلکہ محمد بن عبداللہ لکھو۔ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اسے مٹانے کا حکم دیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: نہیں! اللہ کی قسم میں تو اسے نہ مٹاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس لفظ کی جگہ مجھے دکھاؤ۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اس لفظ کی جگہ دکھائی تو آپ ﷺ نے خود اسے مٹا دیا اور ابن عبداللہ لکھ دیا گیا۔ (مسلم: 4631)

(4) یعنی مراد سہیل بن عمرو ہے کہ جب یہ معاہدے کے دوران بسم اللہ الرحمن الرحیم اور محمد رسول اللہ ﷺ لکھتے ہوئے جاہلی غیرت میں آ گیا تھا اور اسی طرح قریش مکہ مراد ہیں جو اس سال مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دینے پر غیرت میں آ گئے تھے۔ (جامع البیان: 105/26)

(5) زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں ان کی حمیت جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت ﴿اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ میں ذکر کیا ہے وہ یہی تھی کہ وہ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' نہیں پڑھتے تھے اور وہ مسلمانوں اور بیت اللہ کے درمیان حائل تھے۔ (جامع البیان: 105/26)

(6) ﴿فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر سکینت نازل کی'' رب العزت نے ایمان والوں کے دلوں میں سکون پیدا کیا۔ اس طرح کفار کے برتاؤ کی وجہ سے ان پر غصہ غالب نہ آ سکا، انہوں نے صبر کیا اور ان شرائط کی پابندی کی جن میں اللہ تعالیٰ کی حرمات کی تعظیم تھی۔

(7) یہاں ﴿سَكِيْنَتَهٗ﴾ سے مراد اطمینان، وقار اور بردباری ہے اور یہ وہی سکینت ہے جو انہوں نے کفار کی جاہلی غیرت کے مقابلے میں دکھائی۔ (الاساس: 5370/9)

(8)(i) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں پر اس لیے سکون نازل کیا کیوں کہ خطرہ تھا کہ مسلمانوں کے جذبات میں شدت نہ آ جائے اور وہ بھی اسے اپنے وقار کا مسئلہ بنا کر مکہ جانے کے لیے اصرار نہ کریں۔ اگر ایسا ہوتا تو جنگ چھڑ جاتی اور وہ مسلمانوں کے لیے خطرناک ہوتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے سکون نازل فرما دیا اور انہیں صبر و تحمل کی توفیق دی جس کی وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے انہوں نے مکہ جانے کی کوشش نہیں کی۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس وقت بھی حوصلہ دیا جب قریش مکہ نے صلح کے معاہدے کے وقت ناقابل برداشت رویہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو برداشت کرنے کا ظرف اس سکون کی وجہ سے عطا فرمایا۔

(9) ﴿وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى﴾ ''اور انہیں تقویٰ کی بات کا پابند رکھا'' اس سے مراد کلمہ (لا الہ الا اللہ) اور اس کے حقوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو لازم ٹھہرایا کہ کلمہ اور اس کے حقوق کو ادا کریں۔ پس اہل ایمان نے ان حقوق کا التزام کر کے ان کو قائم کیا۔ (تفسیر سعدی: 2573/2)

(10) سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ﴿وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى﴾ ''اور انہیں تقویٰ کی بات کا پابند رکھا'' کے متعلق فرمایا: ''اس سے مراد ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے۔'' (ترمذی:3256)

(11) ﴿وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا﴾ ''اور وہ اُس کے زیادہ حق دار اور اس کے زیادہ اہل تھے'' یعنی کلمہ توحید اور کلمہ تقویٰ کے مسلمان زیادہ اہل ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1495)

(12) علی ازدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ اور منیٰ کے درمیان مازمین کے مقام پر تھا کہ انہوں نے لوگوں کو ''لا الہ الا اللہ واللہ اکبر'' کہتے ہوئے سنا تو فرمانے لگے: یہی یہی، میں نے کہا: کیا مراد ہے؟ تو فرمایا: یہی ہے وہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ (اللہ) اس کے زیادہ حق دار اور اس کے زیادہ اہل ہیں۔ (جامع البیان:108/26)

(13) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' یعنی بندوں کے امور کو اللہ تعالیٰ پوری طرح جانتا ہے۔ وہ مومنوں کی اہلیت کو بھی خوب جانتا ہے اور ان کے کلمہ تقویٰ کا زیادہ حق دار ہونے کا پورا علم رکھتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:1495)

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

''بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب حق کے ساتھ سچ کر دکھایا۔ ان شاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں سر منڈواتے ہوئے، بال

اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا

ترشواتے ہوئے، امن کی حالت میں داخل ہو گے کہ تمہیں کوئی خوف نہ ہو گا، تو اس نے جانا جو تم نے نہیں جانا

فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾

چنانچہ اُس نے پہلے تمہیں قریبی فتح عطا کر دی'' (27)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: نبی ﷺ کا خواب سچا تھا، اس کی وضاحت ﴿لَقَدْ...قَرِيبًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ﴾ ''بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب حق کے ساتھ سچ کر دکھایا'' یعنی جو خواب نبی ﷺ نے دیکھا اس کا پورا ہونا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات سچ ہے۔

(2) اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک خواب دیکھا اور آپ نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو اس خواب سے آگاہ فرمایا کہ وہ عنقریب مکہ میں داخل ہو کر بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ جب حدیبیہ کے دن ان کے درمیان صلح ہوئی اور اہل ایمان مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس لوٹے تو اس بارے میں ان سے بہت سی باتیں صادر ہوئیں حتیٰ کہ انہوں نے ان باتوں کا رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھی اظہار کیا چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: کیا آپ ﷺ نے ہمیں یہ خبر نہیں دی تھی کہ ہم بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئیں گے اور طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''کیا میں نے تمہیں یہ خبر دی تھی کہ ہم اسی سال بیت اللہ کی زیارت اور طواف سے بہرہ مند ہوں گے؟'' انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم عنقریب بیت اللہ کی زیارت کے لیے جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔'' (بخاری: 2732, 2731)(تفسیر سعدی: 2574/3)

(3)﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ﴾ ''ان شاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں سر منڈواتے ہوئے، بال ترشواتے ہوئے، امن کی حالت میں داخل ہو گے'' یعنی تم ضرور مسجد حرام میں سر منڈوا کر داخل ہو گے یا بالوں کو ترشوا کر مناسک ادا کر رہے ہو گے اور تمہیں کوئی خوف نہیں ہو گا۔

(4) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر اپنی رحمت فرما'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! بال کتروانے والوں پر بھی رحمت کی دعا فرمایئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحمت نازل فرما۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! بال کتروانے والوں پر بھی رحمت کی دعا فرمایئے تو آپ ﷺ نے تیسری بار فرمایا: ''بال کتروانے والوں پر بھی رحمت فرما۔'' (بخاری: 1727)

(5)﴿لَا تَخَافُوْنَ﴾ ''کہ تمہیں کوئی خوف نہ ہو گا'' یعنی تم بے خوف ہو کر مکہ میں داخل ہو گے۔

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لیے مکہ تشریف لائے تو مشرکین نے کہا کہ تمہارے یہاں وہ لوگ آ رہے ہیں جنہیں یثرب (مدینہ) کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں اکڑ کر چلا جائے اور رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان حسب معمول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چلیں۔تمام چکروں میں اکڑ کر چلنے کا حکم آپ نے اس لیے نہیں دیا کہ کہیں یہ (امت پر) دشوار نہ ہو جائے۔اور حماد بن سلمہ نے ایوب سے اس حدیث کو روایت کر کے یہ اضافہ کیا ہے۔ان سے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اور ان سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب نبی کریم ﷺ اس سال عمرہ کرنے آئے جس میں مشرکین نے آپ ﷺ کو امن دیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اکڑ کر چلو تا کہ مشرکین تمہاری قوت کو دیکھیں۔'' مشرکین جبل قعیقعان کی طرف کھڑے دیکھ رہے تھے۔ (بخاری:4256) نبی ﷺ نے 7ھ میں ذی قعدہ میں عمرۃ القضا ادا فرمایا اور مسلمان امن وامان سے مکہ داخل ہوئے پھر بے خوف ہو کر تین دن وہاں ٹھہرے۔(مختصر ابن کثیر:2/1905)

(7)﴿فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا﴾ ''تو اس نے جانا جو تم نے نہیں جانا'' نبی ﷺ نے حدیبیہ سے واپس جانے کے بعد 7ھ میں خیبر فتح کیا اور مال غنیمت کو صرف حدیبیہ والے مسلمانوں پر تقسیم فرمایا۔رب العزت نے اسی بارے میں فرمایا: تمہیں باتیں معلوم نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں۔

(8)﴿فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ ''چنانچہ اُس نے پہلے تمہیں قریبی فتح عطا کر دی'' اللہ تعالیٰ نے تمہیں مکہ میں داخل ہونے سے پہلے قریبی فتح عطا فرما دی۔حدیبیہ سے واپس کرنے اور دوبارہ مکہ آنے میں جو حکمتیں، مصلحتیں اور بھلائیاں تھیں انہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ

''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُس کو ہر دین پر غالب کر دے

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾

اور اس پر اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے'' (28)

سوال: رب العزت نے ایمان والوں کو دنیا پر چھا جانے کی بشارت دی ہے، اس کی وضاحت ﴿هُوَ الَّذِيْٓ... شَهِيْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو بھیجا'' اللہ رب العزت نے ایمان والوں کو خوشخبری دی ہے کہ وہ اپنے رسول کو نہ صرف قریش پر بلکہ تمام لوگوں پر فتح نصیب فرمائے گا کیونکہ اس نے آپ ﷺ کو نفع مند علم اور نیک عمل کے ساتھ بھیجا ہے۔

(2)﴿بِالْهُدٰى﴾ ''ہدایت کے ساتھ'' یعنی ایسے نفع مند علم کے ساتھ جو گمراہی میں سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور خیر اور شر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے سارے راستے واضح کر دیتا ہے۔

(3)﴿وَدِيْنِ الْحَقِّ﴾ ''اور دین حق کے ساتھ'' اور اس نے نبی ﷺ کو ایسے دین کے ساتھ بھیجا ہے جو حق ہے۔ یعنی وہ دین عدل، احسان اور رحمت ہے۔

(4) اس سے مراد ہر وہ عمل ہے جو دلوں کو پاک، نفوس کی تطہیر، اخلاق کی تربیت اور اقدار کو بلند کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2575,2574/3)

(5)﴿لِيُظْهِرَهٗ﴾ ''تا کہ وہ اُس کو غالب کر دے'' یعنی اس دین کو غلبہ عطا فرمائے۔

(6)﴿عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ ''ہر دین پر'' یعنی دنیا بھر کے دینوں پر محمد ﷺ کا دین غالب رہے۔

(7) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات اور دن ختم نہ ہوں گے جب تک لات اور عزیٰ (یہ دونوں بت تھے جاہلیت کے) پھر نہ پوجے جائیں گے'' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں تو سمجھتی تھی جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ ''وہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُس کو ہر دین پر غالب کر دے اگرچہ مشرک لوگ برا جانیں۔'' (التوبہ: 33) آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جس کی وجہ سے ہر مؤمن مر جائے گا یہاں تک کہ ہر وہ شخص جس کے دل میں دانے برابر بھی ایمان ہوگا مر جائے گا اور وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں بھلائی نہیں ہے، پھر وہ لوگ اپنے مشرک باپ دادا کے دین پر لوٹ جائیں گے۔'' (صحیح مسلم: 7299)

(8)(i) غلبۂ دین کا آغاز دین کے علم سے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ مجید اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت اور حدیث کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ (ii) اسلام علمی تحریک ہے۔ جب تک مسلمان علمی میدان میں ترقی نہیں کریں گے غلبہ مقدر نہیں ہو سکتا۔ (iii) اسلام کے غلبے کے لئے ایسی شخصیات کی تیاری کی ضرورت ہے جو غلبۂ دین کے لئے کام کریں، جن کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو، جو مومن، مخلص اور محسن ہوں۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ غلبۂ دین کے لیے تعلیم کے ساتھ تربیت ضروری ہے۔ (iv) اسلام کے غلبہ کے لئے Knowledge کی Islamisation ضروری ہے۔ علم کی بنیادوں کو عقیدے کی بنیاد پر درست کئے بغیر غلبے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ (v) غلبۂ اسلام کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ کار اختیار کرنا ضروری ہے یعنی دعوت اور جہاد۔

(9)﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ ''اور اس پر اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے'' یعنی محمد ﷺ کے رسول ہونے کی خود اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گواہی دیتا ہے اور اس کی گواہی کافی ہے۔ اگر آج لوگ آپ ﷺ کو رسول نہیں مانتے تو کل انھیں ماننا پڑے گا۔

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ

''محمد اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ اُس کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، آپ اُنھیں اس حال میں دیکھو گے

رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ

کہ وہ رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کو ڈھونڈتے ہیں، سجدوں کے اثرات سے اُن کے

السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ

چہروں میں ان کی شناخت ہے۔ اُن کی یہ مثال تورات میں ہے اور انجیل میں اُن کی مثال ایک کھیتی جیسی ہے جس نے اپنی کونپل نکالی

فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ

پھر اس نے اُس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو وہ خوش کرتی ہے تا کہ اُن کی وجہ سے کافروں کو

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴾

ع 4 3 12

غصہ دلائے، اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور اُن میں سے جنھوں نے نیک عمل کیے، مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے'' (29)

سوال 1: رب العزت نے محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دی اور تورات میں صحابہ کے اوصاف کا جو ذکر کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿مُحَمَّدٌ ... فِي التَّوْرٰىةِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ ''محمد اللہ کا رسول ہے'' یعنی محمد ﷺ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر اور رسول امین ہیں۔ (2) ﴿وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ﴾ ''اور جو لوگ اُس کے ساتھ ہیں'' یعنی آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جو مہاجرین اور انصار میں سے ہیں۔

(3) ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾ ''وہ کفار پر سخت'' یعنی دین کی فتح کے لیے سخت محنت کرنے والے کفار کے ساتھ سختی سے پیش آنے والے ہیں۔ ان کے دشمن ان کے سامنے ذلیل ہوئے۔ وہ ان کی قوت توڑ کر ان پر غالب آ گئے۔

(4) ﴿رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ ''آپس میں نہایت رحم دل ہیں'' یعنی وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی، شفقت اور رحمت کا معاملہ کرنے والے ہیں۔ وہ ایک جسم کی طرح ہیں۔ ان میں سے ہر کوئی اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لیے کرتا ہے۔ (5) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت پہنچاتا ہے۔'' اور آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا۔ (بخاری:2446)

(6) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو مومنوں کو باہمی رحم دلی، دوستی اور باہمی مہربانی میں ایک جسم کی مانند پائے گا۔ جب کسی عضو کو دکھ درد پہنچتا ہے تو سارا جسم بے خوابی اور تپ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔'' (بخاری:6011)

(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا: اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت رکھے، تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔'' (بخاری:16)

(8) ﴿تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا﴾ ''آپ اُنہیں اس حال میں دیکھو گے کہ وہ رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے ہیں'' ان کا اپنے خالق کے ساتھ کیسا تعلق ہے۔ آپ ﷺ انہیں رکوع اور سجدوں میں دیکھو گے۔

(9) یعنی نماز کی کثرت ان کی نمایاں خصوصیت ہے۔ مومن اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ثواب کی امید رکھ کر رکوع اور سجدے کرتا ہے۔ (10) ﴿يَبْتَغُوْنَ﴾ ''ڈھونڈتے ہیں'' وہ نماز کے رکوع اور سجدوں کے ذریعے سے طلب گار ہیں۔

(11) یعنی وہ اپنے ایمان کے بعد اپنے رکوع، سجدوں اور باہمی محبت کی وجہ سے طلب گار ہیں۔

(12) ﴿فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے فضل کو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی جنت کے طلب گار ہیں۔

(13) ﴿وَرِضْوَانًا﴾ ''اور رضا کو'' اس کی رضا کے طلب گار ہیں جو سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی سب سے بڑی ہے۔'' (التوبہ:72)

(14) ﴿سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ ''سجدوں کے اثرات سے اُن کے چہروں میں ان کی شناخت ہے'' سجدوں کے اثرات ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ گویا یہ ان کی علامت ہے۔

(15) حسن عبادت اور اس کی کثرت نے ان کے چہروں پر اثر کیا ہے حتی کہ وہ منور ہو گئے ہیں، چونکہ نماز کے نور سے ان کے باطن روشن ہیں۔ لہٰذا جلال سے ان کے ظاہر منور ہیں۔ (تفسیر سعدی:2576/3)

(16) مراد وہ نور اور وقار ہے جو کثرت عبادت سے انسان کے چہرے پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہرے اس اعتبار سے ممتاز نظر آتے تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فوجیں شام میں داخل ہوئیں تو وہاں کے عیسائی انہیں دیکھ کر کہنے لگے ہمیں مسیح علیہ السلام کے حواریوں کی جو شان معلوم ہے ان کی شان اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی کہیں زیادہ ہے۔'' (مختصر ابن کثیر، اشرف الحواشی:614/1)

(17) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوزخیوں میں سے اللہ تعالیٰ جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو ملائکہ کو حکم دے گا کہ جو خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے انہیں باہر نکال لو۔ چنانچہ ان کو وہ باہر نکالیں گے اور موحدوں کو سجدے کے آثار سے پہچانیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر سجدہ کے آثار کا جلانا حرام کر دیا ہے۔ چنانچہ یہ جب جہنم سے نکالے جائیں گے تو اثر سجدہ کے سوا ان کے جسم کے تمام ہی حصوں کو آگ جلا چکی ہوگی۔ جب جہنم سے باہر ہوں گے تو بالکل جل چکے ہوں گے۔ اس لیے ان پر آب حیات ڈالا جائے گا جس سے وہ اس طرح ابھر آئیں گے جیسے سیلاب کے کوڑے کرکٹ پر سیلاب کے تھمنے کے بعد سبزہ ابھر آتا ہے۔'' (بخاری:806)

(18) یعنی وہ اچھے اخلاق والے، خشوع وخضوع اور تواضع والے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نیتوں میں خلوص اور عملوں میں احسان تھا۔ جو شخص انھیں دیکھتا ان کے اخلاق وطریقے پر گرویدہ ہو جاتا تھا۔ (مختصر ابن کثیر:1906/2)

(19) ﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی یہ احوال۔ ﴿مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ﴾ ''اُن کی مثال تورات میں ہے'' یعنی یہ ان کی مثال سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی تورات میں ہے۔

سوال 2: انجیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف کا جو ذکر کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَثَلُهُمْ ... الْكُفَّارَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ ''اور انجیل میں اُن کی مثال جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اس نے اُس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کسانوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ اُن کی وجہ سے کافروں کو غصہ دلائے'' انجیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف کمال اور ان کے تعاون کی مثال ایک کھیتی سے دی گئی ہے۔

(2) ﴿كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ﴾ ''جس نے اپنی کونپل نکالی'' یعنی اس نے اپنی جڑ سے شاخیں نکالی ہیں۔

(3) ﴿فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ﴾ ''پھر اس نے اُس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوگئی'' پھر یہ کھیتی طاقت ور اور مضبوط ہوگئی۔ دن بدن فربہ اور تناور ہوتی گئی۔ (4) ﴿فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ﴾ ''پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی'' یعنی اپنی جڑوں پر کھڑی ہوگئی یعنی یہ کھیتی مضبوط ہوگئی اور اس کے تنے اپنے بل پر کھڑے ہو گئے۔

(5) ﴿يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ﴾ ''کسانوں کو وہ خوش کرتی ہے'' جس کا مالک اسے دیکھ کر باغ باغ ہوتا ہے اسی طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مل کر نبی ﷺ کو تقویت پہنچائی۔ آپ کو زور آور بنایا۔

(6) جو اپنے کامل طور پر سیدھا کھڑا ہونے اور اپنے حسن اعتدال کی بنا پر کاشتکاروں کو بھلی لگتی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مخلوق کو نفع پہنچانے اور لوگوں کا ان کی طرف ضرورت مند ہونے کی وجہ سے کھیتی کی مانند ہیں۔ ان کی قوت ایمان اور قوت عمل پودے کی رگوں اور اس کے تنوں کی مانند ہے۔ وہ کم عمر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جن کا اسلام متاخر تھا، جنہوں نے بزرگ صحابہ کرام کی پیروی کی، ان کے ہاتھ مضبوط کیے، اقامت دین اور دعوت دین میں ان کی مثال اس کھیتی کی مانند ہے جس نے اپنی جڑوں سے سوئے نکالے، پھر اس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہوگئی۔ (تفسیر سعدی:2576/3)

(7) ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ ''تا کہ اُن کی وجہ سے کافروں کو غصہ دلائے'' جب کافر ان کی دین کے دشمنوں پر سختی اور بہادری دیکھتے ہیں تو ان کے دل جلتے ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے جو وعدہ کر رکھا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَعَدَ اللّٰهُ ... عَظِيمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور اُن میں سے جنہوں نے نیک عمل کیے، مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں سے ان کے گناہوں کی مغفرت اور اجر عظیم یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔

(3) پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مغفرت، جس کا لازمہ دنیا و آخرت میں ہر قسم کے شر سے حفاظت اور دنیا و آخرت کے اندر اجر عظیم کو جمع کیا۔ (تفسیر سعدی:2576/3)

(4) جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلا اور ان جیسا راستہ اختیار کیا وہ انہی کے حکم میں ہے لیکن فضیلت اور فوقیت انہی کو ہے۔ جو مقام اور کمال انہوں نے پیدا کیا تھا اس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو، انہیں خوش فرمائے اور ان کا ٹھکانہ جنت الفردوس میں بنائے۔ (آمین)

(5) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کو برا بھلا مت کہو۔ اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مد غلہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر۔'' (بخاری:3673)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٰيَاتُهَا 18 | 49 - سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ - 106 | رُكُوْعَاتُهَا 2

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے۔ اس میں 2 رکوع اور 18 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 49 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 106 ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سُننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (1)

سوال: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے پیش قدمی کی ممانعت کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو'' اللہ رب العزت نے ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ادب سکھایا ہے اور ان امور کا حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان جن کا تقاضا کرتا ہے۔

(2) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ قبیلہ بنی تمیم کے سواروں کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کا امیر آپ سیدنا قعقاع بن معبد رضی اللہ عنہ کو بنا دیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا بلکہ سیدنا اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو امیر بنائیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ مقصد تو صرف میری مخالفت ہی کرنا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آپ کے خلاف کرنے کی غرض سے یہ نہیں کہا ہے۔ اس پر دونوں میں بحث چلی گئی اور آواز بھی بلند ہو گئی۔ اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اُس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو۔'' آخر آیت تک۔ (بخاری:4847)

(3) یہ آیت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ادب، عزت واحترام اور آپ ﷺ کی تعظیم کا تقاضا کرتی ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ کے ادب کا تقاضا ہے کہ اس کے احکامات کی اطاعت کریں اور جس چیز سے اس نے روکا ہے اس سے اجتناب کریں۔ (5) محمد ﷺ کے ادب کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کریں۔

(6) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھیں یعنی کاموں میں اور معاملات میں رسول اللہ ﷺ سے آگے نہ بڑھیں بلکہ تمام کاموں میں اور تمام معاملات میں نبی ﷺ کے پیچھے چلیں، آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلیں، آپ ﷺ کی پیروی کریں۔ (7) رسول اللہ ﷺ کے شرعی ادب کا تقاضا ہے کہ شریعت کے احکام میں نبی ﷺ کے قول اور فعل پر کسی اور کے قول وفعل کو ترجیح نہ دیں۔

(8) اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم دینے سے پہلے کسی کام کا حکم نہ دیں، رسول اللہ ﷺ کی بات سے پہلے کوئی بات نہ کریں۔ یہی حقیقی ادب ہے۔ اسی میں فلاح اور کامیابی ہے۔

(9) نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرنا اور آپ ﷺ کی رائے اور آپ ﷺ کی بات پر کسی اور کو مقدم نہ رکھنا اور ہمیشہ نبی ﷺ کی بات کو مقدم رکھنا واجب ہے۔

(10) ابن زید رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تم کوئی بھی معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بغیر منقطع نہ کرو۔ (جامع البیان:120/26)

(11) یعنی تم اپنے دینی معاملات اور جنگی چالوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے پہلے کوئی فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرو۔ ممکن ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف کوئی فیصلہ کر بیٹھو۔ (جامع البیان:119/26)

(12) مجاہد رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ ﴿لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تم نبی کریم ﷺ سے پہلے کسی امر میں فتویٰ نہ دو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی زبان پر فیصلہ کر دے۔ (جامع البیان:119/26)

(13) یعنی تم کوئی بھی معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بغیر نہ تو ختم کرو نہ ہی شروع کرو۔ (فتح القدیر:73/5)

(14) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اس کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی کو چھوڑ دو۔

(15) اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دے کر اطاعت کے لیے تیار کیا ہے۔ (i) تقویٰ کا شعور یعنی اللہ تعالیٰ کا ڈر ہی وہ بنیاد ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس پر خدا رُخی زندگی تعمیر ہوتی ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ کے ڈر سے ہی انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے پیش قدمی سے رُک سکتا ہے۔

(iii) اللہ تعالیٰ کے ڈر سے ہی انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے مقابلے میں اپنی رائے کو ترجیح دینے سے رُک سکتا ہے۔ (iv) اللہ تعالیٰ کے ڈر سے ہی انسان دین کے معاملے میں خود فیصلے کرنے سے رُک سکتا ہے۔

(16) ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سُننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ تمام آوازوں کو سننے والا سمیع ہے۔ کسی مقام اور کسی جہت، کسی وقت میں اس کی سماعت میں کمی نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے خواہ وہ ظاہر ہوں یا باطن، گزرے ہوئے واقعات ہوں یا آنے والے معاملات، وہ ہر چیز کا کلی علم رکھتا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور نہ اس سے بات کرنے میں آواز بلند کیا

بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾

کرو جیسے تم میں سے بعض بعض کے لیے آواز بلند کرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو'' (2)

سوال: رسول اللہ ﷺ کے سامنے آواز پست رکھنے کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ...تَشْعُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو'' اس آیت میں نبی ﷺ کی تعظیم و تکریم کرنے اور آپ ﷺ سے گفتگو کرتے وقت یا آپ ﷺ کی موجودگی میں آواز کو پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی جب تم ان کے ساتھ گفتگو کر رہے ہو تو اپنی آوازوں کو پست رکھو تاکہ نبی کریم ﷺ کی آواز غالب محسوس ہو اور دیگر سے ممتاز ہو۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿لَا تَرْفَعُوْٓا بِاَصْوَاتِكُمْ﴾ کے الفاظ ہیں۔ بعض اہل علم نے نبی ﷺ کی قبر کے پاس آواز بلند کرنے کو ناپسند کیا ہے اور بعض اہل علم نے علماء کے احترام میں ان کی مجالس میں آواز بلند کرنے کو ناپسند کیا ہے کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔ (قرطبی: 220/8)

(2) اس آیت مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کو ان کے نام سے خطاب نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا بلکہ انہیں تعظیم وتکریم والے القاب سے مخاطب کرتا ہے۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ﴾ ''اے نبی!'' (التوبۃ:73) ﴿یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ﴾ ''اے پیغمبر!'' (المائدۃ:41) ﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ ''اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے!'' (المزمل:1) جبکہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا نام لے کر خطاب کرتا ہے۔ ﴿وَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ﴾ ''اور ہم نے کہا: اے آدم!'' (البقرہ:35) ﴿وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ﴾ ''اور ہم نے اُسے ندا دی کہ اے ابراہیم!'' (الصافات:104) ﴿قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح! یقینا وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں۔'' (ہود:46) ﴿قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا﴾ ''کہا گیا: اے نوح! ہماری جانب سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جاؤ۔'' (ہود:48) قرآن مجید میں بطور خطاب آپ ﷺ کا نام ایک دفعہ بھی مذکور نہیں ہے۔ بہ اسلوب دیگر ذکر کیا گیا ہے: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ ''اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول، یقینا اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔'' (آل عمران:144) ﴿وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ﴾ ''اور ایمان لائے اُس چیز پر جو نازل کی گئی محمد پر۔'' (محمد:2) ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ﴾ ''محمد اللہ کا رسول ہے۔ اور جو لوگ اُس کے ساتھ ہیں۔'' (الفتح:29؛ تفسیر اضواء البیان:7/402)

(3) ﴿وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ﴾ ''نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور نہ اس سے بات کرنے میں آواز بلند کیا کرو جیسے تم میں سے بعض، بعض کے لیے آواز بلند کرتا ہے'' نبی کریم ﷺ کو یا محمد یا محمد کہہ کر نہ پکارو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بے تکلفی سے پکارتے ہو۔ بلکہ ادب واحترام اور سکون ووقار کے ساتھ یا رسول اللہ یا نبی اللہ جیسے اچھے القاب سے پکارو۔ (جامع البیان:26/120)

(4) علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے آپ ﷺ کی قبر کے پاس اور آپ ﷺ کی حدیث کی قرأت کے وقت آواز بلند کرنے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ جس طرح آپ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کا احترام کرنا فرض تھا ویسے ہی آپ ﷺ کی موت کے بعد بھی فرض ہے۔ ابوحیان نے کسی عالم دین کی موجودگی میں بھی آواز بلند کرنے کو ناپسند کیا ہے۔ (الاساس:9/5425)

(5) قاضی ابوبکر ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کی حرمت وتعظیم ویسی ہی واجب ہے جیسی آپ ﷺ کی زندگی میں تھی۔ اور آپ ﷺ سے منقول ومرفوع احادیث کا وہی حکم ہے جو آپ ﷺ کی زندگی میں سنے ہوئے الفاظ کا تھا۔ جب آپ ﷺ سے ثابت احادیث پڑھی جارہی ہوں تو ہر سامع پر واجب ہے کہ وہ اپنی آواز پست کرے اور اس سے لاپرواہی نہ کرے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں بیٹھ کر غور سے سننا واجب تھا۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تمام ازمنہ میں دائمی حرمت وتعظیم کا دھیان رکھنے کا حکم دیا ہے ﴿وَاِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو۔'' (الاعراف:204) آپ ﷺ کا کلام وحی الٰہی ہے اور آپ ﷺ کے کلام (یعنی حدیث) میں بھی قرآن مجید کی مانند حکمتیں چھپی ہوئی ہیں سوائے چند مستثنیٰ معنی کے جن کا تفصیلی بیان کتب فقہ میں موجود ہے۔ (تفسیر قرطبی:221,220/8)

(6) ﴿اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾ ''کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو'' کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں۔ اس آیت مبارکہ کا یہ معنی نہیں ہے کہ انسان کوئی عمل کرے اور اسے معلوم نہ ہو، کافر اگر ایمان لاتا ہے تو وہ اپنے اختیار سے ایمان کو کفر پر ترجیح دیتے ہوئے ایمان لاتا ہے اس طرح اگر کوئی مومن کفر کا ارتکاب کرتا ہے تو اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص لاعلمی میں کافر نہیں ہو سکتا یعنی اسے اپنے کفر کا علم ہی نہ ہو۔ (تفسیر قرطبی:221/8)

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کے لیے ان کی خبر لاتا ہوں۔ پھر وہ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے یہاں آئے دیکھا کہ وہ گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ پوچھا: کیا حال ہے؟ کہا کہ برا حال ہے کہ نبی کریم ﷺ کی آواز کے مقابلہ میں بلند آواز سے بولا کرتا تھا اب سارے نیک عمل اکارت ہوئے اور اہل دوزخ میں قرار دے دیا گیا ہوں۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے جو کچھ کہا تھا اس کی اطلاع آپ کو دی۔ سیدنا موسیٰ بن انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ شخص اب دوبارہ ان کے لیے ایک عظیم بشارت لے کر ان کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''ان کے پاس جاؤ اور کہو کہ تم اہل دوزخ میں سے نہیں ہو بلکہ تم اہل جنت میں سے ہو۔'' (بخاری:4846)

(8) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اتنی آہستہ بات کرتے کہ آپ ﷺ کو ان سے دوبارہ پوچھنے کی ضرورت پیش آتی، لیکن انہوں نے اپنے نانا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق اس سلسلے میں کوئی چیز بیان نہیں کی۔ (بخاری:4845)

(9) بنو اسد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! ہم مسلمان ہوئے، عرب آپ سے لڑتے رہے لیکن ہم آپ سے نہیں لڑے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ان میں سمجھ بہت کم ہے، شیطان ان کی زبانوں پر بول رہا ہے'' اور یہ آیت ﴿يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا﴾ ''یہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے'' (الحجرات:17)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نازل ہوئی۔(مسند بزار:2257)

(10)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''بندہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی بات کرتا ہے،اس کی طرف اس کی توجہ بھی نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے کئی درجے بلند فرما دیتا ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والی بات کرتا ہے جس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔''(بخاری:6478)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ

''یقیناجولوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں،یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے

قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾

جانچ لیا ہے،اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے''(3)

سوال:نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز پست رکھنے کی ترغیب کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ...عَظِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز پست رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾''یقیناجولوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں''پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے چن لیا ہے۔(تفسیر سعدی:2587/3)

(2)﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى﴾''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی آواز پست رکھنے کا حکم دے کر ان کے دلوں کے تقویٰ کو جانچ لیا ہے جس طرح سونے کو بھٹی میں ڈال کر کھوٹے اور کھرے کو جانچا جاتا ہے۔(جامع البیان:123/26)

(3)(i)تقویٰ کا اعزاز انہیں دیا جاتا ہے جو اس نعمت کو پانے کے لیے تیار ہوں۔(ii)تقویٰ کا اعزاز اخلاص کی بنیاد پر دیا جاتا ہے۔(iii)تقویٰ کا اعزاز دل کی پاکیزگی کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔

(4)یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آزمایا اور ان کا امتحان لیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے دل تقویٰ کے لیے درست پائے،پھر اس نے ان کے ساتھ ان کے گناہوں کی بخشش کا وعدہ کیا جو ہر قسم کے شر اور ناپسندیدہ امر کے زائل ہونے اور اجر عظیم کے حصول کو متضمن ہے،جس کے وصف کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسی میں ہر محبوب چیز کا حصول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ امر و نہی اور مصائب و محن کے ذریعے سے دلوں کو آزماتا ہے پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے اوامر کا التزام کرتا ہے، اس کی رضا کی اتباع کرتا ہے، اس کی تعمیل کے لیے جلدی سے آگے بڑھتا ہے، اسے اپنی خواہشات نفس پر مقدم رکھتا ہے تو وہ تقویٰ کے لیے پاک صاف ہے اور اس کا قلب صحیح اور درست ہے اور جو کوئی ایسا نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ وہ تقویٰ کے قابل نہیں۔(تفسیر سعدی:2587/3)

(5) شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ چار چیزیں اعظم شعائر اللہ سے ہیں قرآن، پیغمبر، کعبہ اور نماز۔ان کی تعظیم وہی کرے گا جس کا دل تقویٰ سے مالا مال ہو۔﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کا احترام کرتا ہے تو یقیناً یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے''(الحج:32) یہاں سے بھی یہ معلوم ہو گیا کہ جب نبی ﷺ کی آواز سے زیادہ آواز بلند کرنا خلاف ادب ہے تو آپ ﷺ کے احکام و ارشادات سننے کے بعد ان کے خلاف آواز اٹھانا کس درجہ کا گناہ ہوگا۔(تفسیر عثمانی:640/2)

(6)﴿امْتَحَنَ اللّٰهُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اپنے محبوب امر کے لیے خالص کر لیا ہے۔(جامع البیان:123/26)

(7) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے شہوت کو دور کر دیا ہے۔قاضی ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے اپنی شہوت اور غصے پر قابو پا لیا وہی اس آیت کا مصداق ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ہے اس سے انسان میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔(المحرر الوجیز:145/5)

(8) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک مراسلہ لکھا گیا کہ اے امیر المومنین! ایک آدمی گناہ کی خواہش رکھتا ہے مگر وہ اس گناہ پر عمل نہیں کرتا، جب کہ ایک آدمی نہ تو گناہ کی خواہش رکھتا ہے اور نہ ہی گناہ پر عمل کرتا ہے ان دونوں میں کون افضل ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا جواب لکھا کہ گناہ کی خواہش رکھنے کے باوجود گناہ نہ کرنے والے لوگ زیادہ افضل ہیں۔(تفسیر منیر:550/13، مسند احمد:287/3)

(9) اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دلوں کو آزمایا جاتا ہے بعض دل اپنی آزمائش میں ناکام ہو جاتے ہیں اور بعض دل اپنی آزمائش میں کامیاب رہتے ہیں۔اس کی دلیل ایک صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دلوں پر بار بار فتنے پیش کیے جاتے ہیں پس جس دل نے اس فتنے کو قبول کر لیا اس پر سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے اور جس نے انکار کر دیا اس پر سفید نکتہ لگا دیا جاتا ہے یہاں تک کہ دلوں کی دو حالتیں بن جاتی ہیں: بعض دل چمکتے پتھر کی مانند صاف ہو جاتے ہیں تو قیامت تک کوئی فتنہ انہیں ضرر نہیں دے گا اور بعض دل انتہائی کالے ہو جاتے ہیں جو نہ نیکی کو جانتے ہیں اور نہ ہی برائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے رکتے ہیں مگر جوان کی خواہش کے مطابق ہو۔ یہ آیت مبارکہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ کامیاب دل کی علامت نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتکریم ہے۔ (الاساس فی التفسیر:5425/9)

(10)﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے'' ان کے لیے سابقہ گناہوں سے معافی اور اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے۔ ''اجر عظیم'' بڑا اجر یعنی جنت ہے۔ (جامع البیان:123/26)

(11) اللہ تعالیٰ نے ڈراوے اور ترغیب سے دِلوں کی تربیت کی ہے۔ اسی اندازِ تربیت کی وجہ سے ابتدائی دور کے لوگ ہدایت یافتہ ہوئے تھے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

''جولوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں بلاشبہ اُن میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے'' (4)

سوال: حجروں کے باہر سے رسول اللہ ﷺ کو آواز دینے والوں کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ... يَعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو آپ ﷺ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔

(2)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ﴾ ''بلاشبہ جولوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں'' ''الحجرات'' سے مراد نبی کریم ﷺ کے گھر ہیں جن کی تعداد نو تھی۔ حجرہ اس گھر کو کہتے ہیں جو زمین سے بلند ہو اور چار دیواری سے گھرا ہوا ہو۔ (البحر المحیط:511/9)

(3) یہ آیت کریمہ اعراب یعنی عرب دیہاتیوں میں سے چند لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے جفا سے موصوف کیا ہے۔ وہ اس لائق ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی حدود نہ جانیں جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں۔ یہ عرب دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفد بن کر آئے اور انہوں نے آپ کو اپنے گھر میں اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس پایا تو انہوں نے ادب کو ملحوظ نہ رکھا اور آپ کے باہر تشریف لانے تک انتظار نہ کر سکے اور پکارنا شروع کر دیا: ''اے محمد! اے محمد! ﷺ ہمارے پاس آؤ''؛ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی عدم عقل کی بنا پر مذمت کی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول کے ساتھ ادب واحترام کو نہ سمجھ سکے۔ جیسا کہ ادب کا استعمال عقل مندی میں شمار ہوتا ہے، بندے کا باادب ہونا اس کی عقل کا عنوان ہے۔ (تفسیر سعدی:2588,2587/3)

(4)﴿اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''اُن میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے'' یعنی ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کے دین سے جاہل ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(جامع البیان:124/26)(5)یعنی ان میں سے اکثر نبی ﷺ کے مقام اور آپ ﷺ کے بلند مرتبے کو نہیں سمجھتے۔(ایسر التفاسیر:1502)

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ

''اور بے شک اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود اُن کے پاس باہر نکلتے تو یقیناً اُن کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''(5)

سوال: پکارنے کی بجائے رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرنا بہتر ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ ... رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ ''اور بے شک اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود اُن کے پاس باہر نکلتے تو یقیناً اُن کے لیے بہتر ہوتا'' یعنی اگر لوگ آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرتے تو یہ دنیا و آخرت میں ان کے لیے بہتری کا ذریعہ ہوتا اور اسی میں مصلحت ہے۔

(2)نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صبر کا معنی ہے نفس کو خواہشات کی طرف مائل ہونے سے روکنا۔(الاساس فی التفسیر:5403/9)

(3)سیدنا سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میری خواہش ہے کہ اس دن ان لوگوں کو اسی حال پر چھوڑ دیا جاتا اور مدینہ منورہ اور اطراف مدینہ سے لوگ آ کر خود دیکھتے کہ کس احسن طریقے سے نبی کریم ﷺ نے ان سے دفاع کیا۔ یہ واقعہ مفاخرت اور تکاثر کرنے والوں کے لیے عبرت ہے۔(تفسیر المراغی: 239/9)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''جو لوگ اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ اُن کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور اُن کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اُتارتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اُس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اُس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''(الاعراف:157)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾﴾ ”درحقیقت ایمان والے وہی ہیں جواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول پرایمان لائے اورجب کسی اجتماعی کام کے موقع پراس کے ساتھ ہوتے ہیں تووہاں سے وہ نہیں جاتے حتیٰ کہ اُس سے اجازت طلب کرلیں یقینا جولوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول پرایمان لاتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں توان میں سے جسے آپ چاہیں اجازت دے دیں اوراُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں، یقینا اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ تم رسول کے بلانے کواس طرح کابلانانہ بناؤجیسے تم میں سے ایک دوسرے کوبُلاتا ہے۔ یقینااللہ تعالیٰ اُن لوگوں کوخوب جانتا ہے جوتم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں سوجولوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ لازماًڈریں کہ اُن کوکوئی فتنہ پہنچے یا اُن کودردناک عذاب پہنچے۔“ (النور:63,62)

(6)﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ”درحقیقت مؤمنوں کی بات ہی یہ ہوتی ہے جب انہیں اللہ تعالیٰ اوراُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنااورہم نے فرماں برداری کی اوریہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اوراللہ تعالیٰ سے ڈرے اوراس کی نافرمانی سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔“ (النور:52,51)

(7)﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ ”اورکسی مومن مرداورکسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اوراُس کارسول کسی معاملے کا فیصلہ کردیں تواُن کے لیے خوداپنے معاملے میں اختیارہواور جواللہ تعالیٰ اوراُس کے رسول کی نافرمانی کرے گاتویقیناوہ گمراہ ہوگیا، واضح گمراہ ہونا۔“ (الاحزاب:36)

(8)﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ”اوراللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے“ یعنی بندوں سے جوگناہ صادرہوتے ہیں اوران سے ادب میں جوخلل واقع ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان کوبخشنے والا ہے، وہ ان پربہت مہربان ہے کہ وہ ان کوان کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

گناہوں کی پاداش میں فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ (تفسیر سعدی:2588/3)

(9) یعنی اللہ تعالیٰ وسیع وبلیغ مغفرت وبخشش والا ہے۔ اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلیں تو اللہ تعالیٰ کی بخشش ان کے لیے تنگ نہ ہوگی۔ (الاساس فی التفسیر:5403/9)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلیا کرو کہ کہیں تم کسی گروہ کو لاعلمی سے کوئی

بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾

نقصان (نہ) پہنچا دو پھر جو کچھ تم نے کیا ہو اُس پر پشیمان ہو جاؤ'' (6)

سوال: بلاتحقیق فاسق کی خبر پر اعتماد نہ کریں، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... نٰدِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) عمومی ادب یہی ہے کہ سنی سنائی خبروں کی تحقیق کرنا واجب ہے۔ (تفسیر منیر:554/13)

(2) اس آیت کی ماقبل سے مناسبت یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو دو چیزوں کا حکم دیا: (i) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ (ii) نبی کریم ﷺ کا احترام کرتے ہوئے اپنی آواز کو پست رکھو۔ مذکورہ دونوں آداب بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تیسرا ادب یہ بیان کیا ہے کہ اخبار کی تحقیق کرنا واجب ہے اور فتنے سے بچنے کے لیے بلاتحقیق کسی بات پر اعتماد نہ کیا جائے۔ یہ ایک اجتماعی اور ضروری ادب ہے۔ وحدت امت اور تنازعات سے بچنے کے لیے اس پر عمل کرنا ضروری اور واجب ہے۔ (تفسیر منیر:557/13)

(3) اس آیت مبارکہ کے شان نزول کے بارے میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ متعدد مفسرین کی یہی رائے ہے کہ یہ آیت سیدنا عقبہ بن ابو معیط رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ نے انہیں بنو المصطلق کی طرف عامل زکوٰۃ بنا کر بھیجا۔ یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے ان میں سب سے بہترین طریق وہ ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے بنو المصطلق کے سردار سیدنا حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ سیدہ ام المومنین جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے باپ سے نقل کیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حارث بن ابو ضرار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے مجھے اسلام لانے کی دعوت دی جسے میں نے قبول کرلیا اور مسلمان ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے زکوٰۃ ادا کرنے کی دعوت دی تو میں نے اس کو بھی تسلیم کرلیا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہا کہ میں اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ جاتا ہوں اور انہیں اسلام لانے اور زکوٰۃ دینے کی دعوت دیتا ہوں، جس شخص نے میری دعوت کو قبول کرلیا میں اس کی زکوٰۃ کو جمع کرلوں گا اور آپ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فلاں فلاں وقت میرے پاس اپنا قاصد بھیج دیں جو میرے پاس جمع شدہ زکوٰۃ کو آپ ﷺ کے پاس لے آئے گا۔ جب سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ جمع کر لی اور وعدے کا وقت آن پہنچا تو وعدے کے مطابق نبی کریم ﷺ کا قاصد نہ آیا جس سے سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ان سے ناراض ہو گئے ہیں۔ چنانچہ سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے چند نمایاں افراد کو اکٹھا کیا اور بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے میرے ساتھ فلاں فلاں دن کا وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنا قاصد بھیج دیں گے جو میرے پاس جمع شدہ زکوٰۃ لے جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ناراضگی کی وجہ سے اپنا قاصد نہ بھیجا ہو چلیں ہم سب نبی کریم ﷺ کے پاس چلتے ہیں۔ ادھر نبی ﷺ نے سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو حارث رضی اللہ عنہ کے پاس صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا کہ ان کے پاس جمع زکوٰۃ کا مال لے آئیں۔ سیدنا ولید رضی اللہ عنہ چلتے چلتے راستے میں ڈر گئے اور وہیں سے واپس لوٹ آئے اور آ کر نبی کریم ﷺ کو کہا: حارث رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس پر نبی کریم ﷺ کو انتہائی غصہ آیا اور آپ ﷺ نے ایک لشکر تیار کر کے سیدنا حارث رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا۔ ابھی لشکر مدینہ سے تھوڑا سا ہی باہر نکلا تھا کہ آگے سیدنا حارث رضی اللہ عنہ اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ آ رہے تھے۔ جب ان کا آمنا سامنا ہوا تو سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: تیری طرف۔ سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں؟ انہوں نے کہا: نبی کریم ﷺ نے سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو مال زکوٰۃ کی وصولی کے لیے بھیجا تھا اور آپ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور انہیں قتل کرنے کی کوشش کی۔ یہ سن کر سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے میں نے بالکل اسے نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ میرے پاس آیا ہے۔ جب سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس داخل ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تو نے زکوٰۃ بھی روک لی اور میرے قاصد کو قتل کرنے کی کوشش بھی کی۔'' سیدنا حارث رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے اسے دیکھا ہی نہیں اور نہ ہی وہ میرے پاس آیا ہے۔ میں اس لیے آپ ﷺ کے پاس خود چل کر آیا ہوں کہ جس مقررہ وقت پر آپ ﷺ کا قاصد نہیں پہنچا تو میں نے سوچا کہ شاید اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ناراض ہو گئے ہوں اس لیے انہوں نے قاصد نہ بھیجا ہو۔ راوی فرماتے ہیں کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی۔ (الاساس فی التفسیر: 5427,5426/9)

(4) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو'' یہ بھی ان آداب میں شامل ہے جن پر عقل مند لوگ عمل پیرا ہیں کہ جب ان کے پاس کوئی فاسق شخص خبر لے کر آئے تو وہ اس کی خبر کی تحقیق کر لیا کریں اور تحقیق کے بغیر اس پر عمل نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریں، کیونکہ اس میں بہت بڑے خطرے اور گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے، کیونکہ جب فاسق وفاجر شخص کی خبر کو صادق اور عادل شخص کی خبر کے طور پر لیا جائے، اور اس کے موجب اور تقاضے کے مطابق حکم لگایا جائے، تو اس کی خبر کے سبب سے ناحق جان و مال کا اتلاف ہوگا جو ندامت کا باعث ہوگا۔ فاسق وفاجر کی دی ہوئی خبر سننے کے بعد اس کی تحقیق وتبیین واجب ہے۔ اگر دلائل اور قرائن اس کی صداقت پر دلالت کرتے ہوں تو اس پر عمل کیا جائے اور اس کی تصدیق کی جائے اور اگر دلائل وقرائن اس کے کذب پر دلالت کریں تو اس کو جھوٹ سمجھا جائے اور اس پر عمل نہ کیا جائے۔ اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ صادق وعادل کی خبر مقبول، کاذب کی خبر مردود اور فاسق کی خبر میں توقف ہے۔ بنابریں سلف نے خوارج کی بہت سی روایات کو قبول کیا ہے، جو صداقت میں معروف تھے، اگرچہ وہ فاسق تھے۔ (تفسیر سعدی: 2588/3)

(5) اس آیت میں خبر واحد کو قبول کرنے پر دلیل موجود ہے بشرطیکہ اسے روایت کرنے والا راوی عادل ہو۔ کیونکہ مسلمانوں کو فاسق کی نقل کردہ خبر کی تحقیق کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس شخص کا فسق ثابت ہو جائے اس سے منقول خبر بالاجماع باطل ہے کیونکہ خبر امانت ہے اور فسق ایک ایسا قرینہ ہے جو اسے باطل کر دیتا ہے۔ (تفسیر منیر: 560,559/13)

(6) ﴿اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ﴾ ''کہ کہیں تم کسی گروہ کو لاعلمی سے کوئی نقصان (نہ) پہنچا دو'' کسی خبر کی تحقیق میں جلدی کرنے والا عموماً ندامت کا سامنا کرتا ہے۔ اور جلد بازی کو نبی کریم ﷺ نے ناپسند کیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے ''بردباری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔'' (بیہقی، تفسیر منیر: 559/13)

(7) ﴿فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾ ''پھر جو کچھ تم نے کیا ہو اُس پر پشیمان ہو جاؤ'' تم اپنے فعل پر نادم ہو گے اور کچھ کر نہیں پاؤ گے کیونکہ تیر کمان سے نکل چکا ہوگا۔

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ

''اور جان لو! یقیناً تم میں اللہ کا رسول ہے۔ اگر وہ بہت سے کاموں میں تمہاری بات مان لیا کرے تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن

اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ

اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دی ہے اور اس نے کفر، گناہ اور نافرمانی کو تمہارے

وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾

لیے ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔ یہی لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں'' (7)

سوال 1: رسول اللہ ﷺ کے احترام کے حکم کی وضاحت ﴿وَاعْلَمُوْٓا ... لَعَنِتُّمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾''اور جان لو! یقیناً تم میں اللہ کا رسول ہے'' یہ جھوٹ کی وعید اور رسوائی اور بدنامی کی دھمکی ہے یعنی ایسا آدمی جو جھوٹ کی صورت میں کفر کی راہ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبان سے اسے رسوائی کی دھمکی دی ہے۔(المحرر الوجیز)

(2)یعنی رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرو، ان کا ادب کرو، ان کے حکم کی تعمیل کرو کیونکہ وہ تمہاری مصلحتوں کو جانتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے اندر موجود ہیں وہ ایسے رسول ہیں، جو صاحب کرم، نیک طینت اور راہِ راست دکھانے والے ہیں، جو تمہاری بھلائی چاہتے ہیں اور تمہارے خیر خواہ ہیں جبکہ تم اپنے لئے شر اور ضرر چاہتے ہو جس پر رسول تمہاری موافقت نہیں کر سکتے۔ اگر رسول ﷺ بہت سے معاملات میں تمہاری اطاعت کرنے لگے تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ گے مگر رسول اللہ ﷺ تمہیں رشد و ہدایت کی راہ دکھاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2589/3)

(3)﴿لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ﴾''اگر وہ بہت سے کاموں میں تمہاری بات مان لیا کرے تو تم مشکل میں پڑ جاؤ'' وہ تم پر مہربان ہے اور ان کی رائے تمہاری رائے سے قیمتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾''نبی ایمان والوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھنے والا ہے۔''(الاحزاب:6)

(4)ابو نضرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے آیت﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ﴾''جان لو تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے، اگر وہ بیشتر معاملات میں تمہاری بات ماننے لگ جائے تو تم مشقت و تکلیف میں پڑ جاؤ گے۔''(الحجرات:7) تلاوت کی اور اس کی تشریح میں کہا: یہ تمہارے نبی اکرم ﷺ ہیں، ان پر وحی بھیجی جاتی ہے اور اگر وہ بہت سارے معاملات میں تمہاری امت کے چیدہ لوگوں کی اطاعت کرنے لگیں گے تو تم تکلیف میں مبتلا ہو جاؤ گے، چنانچہ آج اب تمہاری باتیں کب اور کیسے مانی جا سکتی ہیں۔(ترمذی:3269)

(5)یعنی اگر نبی ﷺ تمہاری اکثر باتیں مان لے تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے، جیسا کہ فرمایا:﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾''اور اگر حق ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب میں فساد برپا ہو جاتا بلکہ ہم ان کے پاس ان ہی کی نصیحت لائے ہیں تو وہ اپنی نصیحت سے ہی منہ موڑنے والے ہیں۔''(المومنون:71)

سوال 2:﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ... الرّٰشِدُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾''لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محبوب بنادیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ایمان کو محبوب بناتا ہے، اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں حق کی محبت اور اس کی ترجیح و دیعت کی ہے، اس نے حق پر جو شواہد اور دلائل قائم کیے ہیں، جو اس کی صحت پر دلالت کرتے ہیں اور قلوب اور فطرت اس کی قبولیت کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انابت کی جو توفیق عطا کرتا ہے وہ ان کے ذریعے سے تمہارے دلوں میں ایمان مزین کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2589/3)

(2) خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایمان کی تکمیل تین چیزوں یعنی زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور اعضاء کے ساتھ عمل کرنے کا نام ہے۔ ایمان کی دلوں میں تزئین سے مراد یہ ہے کہ اس کی دل سے تصدیق کی جائے۔ فسوق سے مراد جھوٹ ہے، یہ اقرار باللسان کے مقابلے میں ہے، عصیان (نافرمانی) یہ عمل بالارکان کے مقابلے میں ہے۔ (تفسیر المراغی: 243/9)

(3) ﴿وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ﴾ ''اور اس نے کفر، گناہ اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسندیدہ بنادیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ایمان کا تذکرہ کرنے کے بعد تین چیزوں کو ناپسند کیا ہے کفر، فسوق اور عصیان، ایمان تین چیزوں کا مرکب ہے دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اور انسانی اعضاء کے ساتھ عمل کرنے کا نام ایمان ہے۔ کفر سے مراد انکار ہے اور یہ دل سے تصدیق، کرنے کے مقابلے میں ہے۔ فسوق زبان سے اقرار کرنے کے مقابلے میں ہے اور عصیان بدنی عمل کرنے کے مقابلے میں ہے اور اس سے مراد ہے کہ احکام شرعیہ کی اطاعت کرنا چھوڑ دینا اور یہ تمام نافرمانیوں کی جڑ ہے۔ (تفسیر منیر: 562/13)

(4) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں شر کی جو کراہت پیدا کی ہے اس کے ذریعے سے وہ گناہوں، کفر اور فسق کے کاموں کو ناپسندیدہ بناتا ہے۔ (5) جس شخص کو اپنی نیکی اچھی لگے اور برائی اسے ناراض کرے وہ مومن ہے۔ (سنن ترمذی: 2165)

(6) ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾ ''یہی لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں'' یعنی وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر سے نفرت راسخ کر دی گئی ہے اور ان کے اعمال درست ہو گئے ہیں وہی دین پر قائم ہیں۔ اور جنہوں نے فسق کا ارتکاب کیا ان کے دلوں پر رب العزت نے مہر لگا دی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ ''پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' (الصف: 5)

(7) امام نسفی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ انہوں نے راہ حق کو اختیار کیا اور استقامت کو نہیں چھوڑا اور ''رشد'' سے مراد راہ حق میں پتھروں جیسی مضبوطی کے ساتھ استقامت اختیار کرنا ہے۔ (الاساس فی التفسیر: 5406/9)

﴿فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

''اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (8)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: ﴿فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ ... حَكِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً﴾ ''اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے'' یعنی ان کی ہدایت اللہ تعالیٰ کا فضل اور نعمت ہے۔ (2) یعنی ہر بھلائی جو رب العزت نے انہیں دی ہے وہ اس کا فضل اور احسان ہے۔

(3) ﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ اس شخص کو جانتا ہے جو اس نعمت کی قدر کرتا ہے۔ پس وہ اسے نعمت کی توفیق سے نواز دیتا ہے اس شخص کو بھی جانتا ہے جو اس نعمت کی قدر نہیں کرتا اور یہ نعمت اس کے لائق نہیں ہوتی، پس وہ اپنے فضل و کرم کو اس مقام پر رکھتا ہے جہاں اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2590/3)

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ

''اور اہل ایمان میں سے دو گروہ اگر آپس میں لڑ پڑیں تو اُن دونوں کے درمیان صلح کراؤ، اُن دونوں میں سے ایک گروہ اگر دوسرے پر

اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ

زیادتی کرتا ہے تو اُس گروہ سے لڑو جس نے زیادتی کی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، چنانچہ اگر وہ پلٹ

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾

آتا ہے تو اُن دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کراؤ اور انصاف کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے'' (9)

سوال 1: دو لڑنے والی اسلامی جماعتوں میں صلح کروانے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاِنْ ... بَيْنَهُمَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو فاسق کی خبر سے بچنے اور پھر اس خبر سے پیدا ہونے والے فتنے اور پھر نزاع حتی کہ کبھی قتل کی صورت میں لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچنے کی وضاحت کرنے کے بعد اس بات کی رغبت دلائی ہے کہ نصیحت، وعظ، ارشاد اور فیصلے کی صورت میں ٹھوس وسائل کے ساتھ فریقین میں صلح کروائی جائے۔ اگر دونوں میں سے کوئی جماعت بغاوت پر اتر آتی ہے تو بغاوت و ظلم کرنے والی جماعت کو قتل کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے صلح کے معاملے کو فریقین کے درمیان اخوت و یگانگت اور لڑائی کے اسباب اور مختلف جہتوں اور خوف الٰہی اور اطاعت الٰہی کے ساتھ معلل کیا ہے۔ (تفسیر منیر: 567/13)

(2) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو کہا گیا کہ اگر آپ ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جائیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ﷺ اس کی طرف تشریف لے گئے اور گدھے پر سوار ہوئے، کئی اور مسلمان بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ گئے اور وہ دلدلی زمین تھی پس جب رسول اللہ ﷺ اس کے پاس آئے تو اس نے کہا: مجھے آپ ﷺ کے گدھے کی بو نے تکلیف دی ہے۔ تو ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے گدھے کی بو تیری بو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبداللہ بن ابی کی قوم سے ایک آدمی غضب ناک ہو گیا پھر کہا کہ ان دونوں آدمیوں کو غضب ہوا اور ان دونوں کے درمیان کھجور کی ٹہنی، ہاتھوں اور جوتوں کے ساتھ لڑائی ہوئی تھی چنانچہ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ ''اور اہلِ ایمان میں سے دو گروہ اگر آپس میں لڑ پڑیں تو اُن دونوں کے درمیان صلح کراؤ'' یعنی نصیحت اور حکم الٰہی کی طرف دعوت سے صلح کرواؤ۔ (بخاری:2691)(جامع البیان:26/131)

(3) ﴿وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ ''اور اہلِ ایمان میں سے دو گروہ اگر آپس میں لڑ پڑیں تو اُن دونوں کے درمیان صلح کراؤ'' یہاں طائفہ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور طائفہ عموماً چھوٹی جماعت کو کہتے ہیں حتیٰ کہ بعض مفسرین کے خیال کے مطابق اس لفظ کا اطلاق ایک فرد پر بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی اگر دو مسلمانوں میں لڑائی ہو تب بھی یہی حکم ہے اور یہ تو واضح ہے کہ صلح کرنے والا کوئی غیر جانبدار ہی ہو سکتا ہے۔ خواہ یہ ایک آدمی ہو یا جماعت ہو پھر صلح کرانے والے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ فریقین پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ (تیسیر القرآن:4/271)

(4) یہ آیت کریمہ اہل ایمان کو ایک دوسرے پر زیادتی کرنے اور ایک دوسرے سے لڑائی کرنے سے روکنے کو متضمن ہے نیز یہ کہ جب اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دیگر اہل ایمان پر واجب ہے کہ وہ ان دو گروہوں کے درمیان پڑ کر، جس کے ذریعے سے ان کے مابین صلح ہو جائے، اور ان کے درمیان اصلاح کے ذریعے سے، اس بہت بڑے شر کی تلافی کریں اور وہ ذرائع اختیار کریں جو صلح پر منتج ہوتے ہیں۔ اگر وہ دونوں گروہ باہم صلح کر لیں تو بہت اچھی بات ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2590,2591)

(5) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم مظلوم کی مدد تو کر سکتے ہیں لیکن ظالم کی مدد کس طرح کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ظالم کا ہاتھ پکڑ لو یہی اس کی مدد ہے۔'' (بخاری:6952) (6) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل قبا نے آپس میں جھگڑا کیا حتیٰ کہ ایک دوسرے کو پتھر مارنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہمیں ان کے پاس لے چلو، ہم ان کے درمیان صلح کراتے ہیں۔'' (بخاری:2693)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے، جو آدمی اپنے بھائی کی ضرورت کو پورا کرنے کے درپے رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کرنے میں لگے رہتے ہیں، جس نے کسی مسلمان سے کوئی پریشانی دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کرے گا اور جس نے کسی مسلمان پر پردہ ڈالا، اللہ تعالیٰ روز قیامت اس پر پردہ ڈالے گا۔'' (مسند احمد: 9113)

(8) سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا، آپ ﷺ کے ساتھ منبر پر سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کبھی ان کی طرف اور کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور فرماتے: ''میرا یہ بیٹا سردار ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو عظیم ترین جماعتوں میں صلح کروائے گا'' اور کبھی یہ بھی فرمایا: ''طویل جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے شامیوں اور عراقیوں کے درمیان صلح کروائے گا۔'' (بخاری: 2704)

(9) سیدنا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اس آدمی علی رضی اللہ عنہ کی حمایت کے ارادہ سے گھر سے روانہ ہوا۔ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ مجھ سے راستہ میں ملے تو کہنے لگے: اے احنف رضی اللہ عنہ! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے چچازاد یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نصرت کا ارادہ کرتا ہوں۔ تو ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا: اے احنف رضی اللہ عنہ! واپس لوٹ جا کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: ''جب دو مسلمان باہم ایک دوسرے سے اپنی تلواروں سے جنگ کریں گے تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔'' میں نے عرض کیا یا آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یہ تو قاتل ہے مگر مقتول کا کیا قصور ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیونکہ اس نے بھی اپنے ساتھی کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔'' (مسلم: 7252)

سوال 2: باغیوں سے لڑنے کے حکم کی وضاحت ﴿فَاِنْۢ بَغَتْ ... اَمْرِ اللّٰهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ ''اُن دونوں میں سے ایک گروہ اگر دوسرے پر زیادتی کرتا ہے تو اُس گروہ سے لڑو جس نے زیادتی کی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے'' یعنی باغی جماعت سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کہ وہ حق کی طرف نہ لوٹ آئے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کو نہ ماننے لگے اور حق بات سن کر اس کی مطیع و منقاد نہ ہو جائے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1912)

(2) یعنی اس حد کی طرف لوٹ آئیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے یعنی فعل خیر اور ترک شر اور سب سے بڑا شر آپس میں لڑنا ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2590)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: باغی گروہ کے باز آجانے کی صورت میں عدل کے ساتھ صلح کروانے کے حکم کی وضاحت ﴿فَاِنْ... الْمُقْسِطِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ﴾ ''چنانچہ اگر وہ پلٹ آتا ہے تو اُن دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کراؤ'' یعنی صلح میں عدل وانصاف کرو کیونکہ کبھی صلح تو ہوتی ہے مگر عدل نہیں ہوتا بلکہ کسی ایک فریق پر ظلم ہوتا ہے۔ لہٰذا دونوں جماعتوں میں عدل کے ساتھ صلح کرواؤ۔

(2) سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا جائز ہے لیکن ایسی صلح جائز نہیں جو حلال کو حرام کردے اور حرام کو حلال کردے۔'' (ترمذی:1352)

(3) سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا: ''جھوٹا وہ نہیں ہے جو لوگوں میں باہم صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس کے لیے کسی اچھی بات کی چغلی کھائے یا اسی سلسلہ کی اور کوئی اچھی بات کہہ دے۔'' (بخاری:2692)

(4)﴿وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ ''اور انصاف کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے'' عادل وہ ہے جو لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے ہوئے اور ان ذمہ داریوں میں انصاف سے کام لیتے ہیں جن پر انہیں فائز کیا جاتا ہے۔ (5) اس میں وہ عدل بھی شامل ہے جو انسان گھر والوں کے حقوق کی ادائیگی میں کرتا ہے۔

(6) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں نور کے منبروں پر فائز ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں میں، اپنے اہل وعیال میں اور منصبی ذمہ داریوں میں انصاف کرتے ہیں۔'' (مسلم:4721)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا: انصاف کرنے والا حاکم، وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہے، دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں، اسی پر وہ جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے، ایسا شخص جسے کسی خوبصورت اور عزت دار عورت نے بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ انسان جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگ جائیں۔'' (بخاری:1423)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ عدل کا اور احسان کا اور رشتے داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور وہ بے حیائی اور بُرائی اور زیادتی سے روکتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (النحل:90)

(9)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، جو بھی تم عمل کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (المائدہ:8)

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ع 1 10 13

''بلاشبہ مومن بھائی بھائی ہیں، چنانچہ اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے'' (10)

سوال: مسلمان آپس میں دینی بھائی ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ۔۔۔تُرْحَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ ''بلاشبہ مومن بھائی بھائی ہیں'' یعنی دین اسلام میں داخل ہونے والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(2) یہ ایک ایسا رشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنین کے درمیان قائم کیا ہے۔ زمین کے مشرق یا مغرب میں کوئی بھی شخص جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مومنوں کا بھائی ہے۔ یہ ایسی اخوت ہے جو اس بات کی موجب ہے کہ مومن اپنے بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور وہ چیز اس کے لیے ناپسند کریں جسے وہ اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں۔ بنابریں رسول اللہ ﷺ نے اسی اخوت ایمان کی بنا پر حکم دیتے ہوئے فرمایا: ''باہم حسد نہ کرو، مال کی خرید و فروخت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر بولی نہ دو، ایک دوسرے سے ناراض نہ ہو، ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو، تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ مومن مومن کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اسے حقیر سمجھتا ہے۔'' (بخاری:1543) رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''مومن مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے جو ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کی انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈال کر دکھایا۔ (بخاری:6026) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حکم دیا کہ تمام مومنین ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کریں اور ایک دوسرے سے ایسا سلوک کریں جس سے باہمی الفت، محبت اور باہمی میل جول پیدا ہوتا ہے، یہ سب کچھ ایک دوسرے کے حقوق کی تائید ہے۔ (تفسیر سعدی:2590/3)

(3) مومنوں کی اخوت نسب کی بجائے دین وحرمت کے کاموں میں ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ دینی اخوت نسبی اخوت سے زیادہ پائیدار ہوتی ہے کیونکہ دین الگ الگ ہونے کی وجہ سے نسبی اخوت ٹوٹ جاتی ہے مگر نسب الگ الگ ہونے کی وجہ سے دینی اخوت نہیں ٹوٹتی۔ (تفسیر قرطبی:322/16)(تفسیر منیر:575/13)

(4) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو اور نہ قطع تعلق کرو بلکہ اللہ کے بندو! سب بھائی بھائی بن جاؤ نیز کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین راتوں سے زیادہ ناراض ہو۔'' (بخاری:6076)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا، جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب چھپائے گا۔'' (بخاری:2442)

(6) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی نیک کام کو حقیر نہ سمجھو، اگرچہ وہ کام اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو۔'' (مسلم:6690)

(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔'' (صحیح بخاری:13)

(8) ﴿فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ ''چنانچہ اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ'' یعنی لڑنے والی جماعتوں میں صلح کروادو۔

(9) اہل ایمان کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ جب وہ آپس میں کسی ایسی لڑائی میں مبتلا ہو جائیں جو دلوں میں تفرقہ، باہم ناراضی اور ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنے کی موجب ہو تو اہل ایمان اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کریں تاکہ ان کی باہمی دشمنی ختم ہو جائے۔ (تفسیر سعدی:2590/3)

(10) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے'' پھر اللہ رب العزت نے تقویٰ کا حکم دیا اور تقویٰ اور ایمان والوں کے حقوق کی ادائیگی پر رحمت کا وعدہ فرمایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11) ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''تاکہ تم پر رحم کیا جائے'' اور جب اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہوجاتی ہے تو دنیا وآخرت کی ہر بھلائی حاصل ہوجاتی ہے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اہل ایمان کے حقوق کی عدم ادائیگی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ان دو آیات کریمہ میں مذکورہ بالا فوائد کے علاوہ بھی بعض فوائد ہیں: (i) اہل ایمان کا ایک دوسرے کے ساتھ لڑنا اخوت کے منافی ہے اس لیے یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ (ii) ایمان اور اخوت ایمانی آپس کی لڑائی کے باوجود زائل نہیں ہوتے جیسے دوسرے کبیرہ گناہوں سے ایمان زائل نہیں ہوتا جو شرک سے کم تر ہوں۔ یہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ (iii) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ مومنوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ صلح کرانا واجب ہے۔ (iv) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ باغیوں کے خلاف لڑنا واجب ہے جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف نہ لوٹ آئیں۔ (v) نیز یہ آیات کریمہ اس پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ اگر باغی غیر اللہ کے حکم کی طرف رجوع کریں یعنی وہ اس طرح رجوع کریں جس پر قائم رہنا اور اس کا التزام جائز نہ ہو تو غیر اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں۔ (vi) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ باغیوں کے اموال معصوم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بغاوت پر جمے رہنے کی بنا پر ان کے اموال کی بجائے خاص طور پر ان کے خون کو مباح قرار دیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2590/3)

سوال 2: جو تعلقات ایمان کی بنیاد پر اُستوار ہوئے ہوں ان کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: (1) جو تعلقات ایمان کی بنیاد پر اُستوار ہوئے ہوں ان کا تقاضا یہ ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ پر، ایک دین پر ایمان رکھنے والے آپس میں نہ لڑیں۔ (2) اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والے ایک دوسرے کے ہمدرد، غمگسار، خیر خواہ اور معاون بن کر رہیں۔ (3) اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مومنوں کے درمیان کبھی نفرت یا دُوری پیدا ہوجائے تو اسے دور کیا جائے اور ان کے دلوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا جائے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کوئی قوم کسی دوسرے کا مذاق نہ اُڑائے ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں ایک

مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا

دوسرے کا مذاق اُڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ ہی اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ اور نہ ہی ایک دوسرے کو بُرے

بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ

القاب سے پکارو، ایمان کے بعد برا نام (پکارنا) بہت بری بات ہے اور جو لوگ توبہ نہ کریں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

سو وہی ظالم ہیں۔" (11)

سوال 1: اللہ رب العزت نے مذاق اڑانے اور حقیر جاننے کی ممانعت کی، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... مِّنْهُنَّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) آیت کی غرض وغایت مومن کو مومن کے ساتھ اور باقی تمام کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے پر ابھارنا ہے۔ (تفسیر منیر: 576/13)

(2) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو" اگلے احکامات ایمان لانے کا تقاضا ہیں اِس لیے مومنوں کے باہمی حقوق کی طرف توجہ دلانے کے لئے ان کے ایمان سے انہیں ندا دی گئی۔

(3) ﴿لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ﴾ "کوئی قوم کسی دوسرے کا مذاق نہ اُڑائے ہوسکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں" ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت وفد تمیم کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس کا ذکر سورۃ کے شروع میں آیت کے شانِ نزول کے ضمن میں گزر چکا ہے کہ یہ لوگ غریب صحابہ رضی اللہ عنہم کا مذاق کیا کرتے تھے۔ ان میں سیدنا عمار، خباب، ابن فہیر، بلال، صہیب، سلمان فارسی، سالم رضی اللہ عنہم جو ابو حذیفہ کے غلام تھے شامل ہیں۔ جب اس وفد نے ان بوسیدہ حال صحابہ رضی اللہ عنہم کا مذاق کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر منیر)

(4) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے مراد غنی یعنی مالدار کا فقیر یعنی غریب کو مذاق کرنا ہے۔ (تفسیر منیر)

(5) سیدنا ابن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسے شخص کے لیے مناسب نہیں جس کے گناہ اللہ تعالیٰ نے چھپا رکھے ہیں کہ وہ ایسے شخص کو مذاق کرے جس کے گناہ اللہ تعالیٰ ظاہر کر دیتے ہیں۔ شاید کہ جس کے گناہ ظاہر کیے گئے ہیں وہ اس کے لیے آخرت کے اعتبار سے بہتر ہو دنیا کے مقابلے میں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جسے ایک آدمی نے اس کی ماں کے بارے میں عار دلائی جو زمانہ جاہلیت میں اسی طعنہ دینے والے کے ساتھ تھی تو جسے طعنہ دیا گیا تھا وہ بہت شرمندہ ہوا اسی سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر منیر)

(6) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت سیدنا عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب وہ مسلمان ہو کر مدینہ میں آیا۔ مسلمان جب اسے دیکھتے تو کہتے یہ اس امت کا ابن فرعون ہے۔ سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر منیر)

(7) خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ اسباب نزول کے لیے کوئی چیز مانع نہیں ہے یعنی یہ ہو سکتے ہیں۔ بسا اوقات ایک آیت کے بہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سارے شان نزول ہوتے ہیں اس لیے کہ لفظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ خاص سبب کا۔ (تفسیر منیر:579/13)

(8) یعنی کسی مومن کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی کسی قسم کی گفتگو سے یا اپنے قول وفعل سے کسی مسلمان کا مذاق اُڑائے یا اِس کی تحقیر کرے۔ (9) مذاق اُڑانا اس بات کی دلیل ہے کہ تمسخر اُڑانے والا خود پسند ہے۔

(10) مذاق صرف وہی اڑاتا ہے جس کا دل برے اخلاق سے بھرا ہوا ہو جو اخلاق کریم سے بالکل خالی ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کسی شخص کے لیے اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر جانے۔'' (مسلم:2564)

(11) امام مسلم رحمہ اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے: ''کتنے ہی پراگندہ حالت والے ہیں جن پر دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں لیکن اگر وہ اللہ پر قسم دے دیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اس قسم سے بری فرما دے گا۔'' (تفسیر منیر:582/13)

(12) امام مسلم رحمہ اللہ اور ابن ماجہ رحمہ اللہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور مال نہیں دیکھتے بلکہ وہ تمہارے دل اور اعمال دیکھتے ہیں۔'' یعنی امتیاز کی وجہ نفس کا خلوص، دل کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کے لیے اعمال کا خالص کرنا ہے نہ کہ ظاہریت پسندی، حال، رنگ، خاندانی شرافت اور جنس ہے۔ (تفسیر منیر:583/13)

(13) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تکبر یہ ہے کہ حق کو ٹھکرایا جائے اور لوگوں کو ذلیل وخوار سمجھا جائے۔'' (مسلم:121)

(14) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دسویں تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں خطبہ دیا، خطبہ میں آپ ﷺ نے پوچھا: ''لوگو! آج کونسا دن ہے؟'' لوگ بولے: یہ حرمت کا دن ہے۔ آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ''اور یہ شہر کون سا ہے؟'' لوگوں نے کہا: یہ حرمت کا شہر ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ مہینہ کون سا ہے؟'' لوگوں نے کہا: یہ حرمت کا مہینہ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''بس تمہارا خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت، اس شہر اور اس مہینہ کی حرمت ہے۔'' اس کلمہ کو آپ ﷺ نے کئی بار دہرایا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا: ''اے اللہ! کیا میں نے (تیرا پیغام) پہنچا دیا؟ اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا؟'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے نبی ﷺ کی یہ وصیت اپنی تمام امت کے لیے ہے کہ حاضر (اور جاننے والے) غائب (اور ناواقف لوگوں کو اللہ کا پیغام) پہنچا دیں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مار کر کافر نہ بن جانا۔'' (بخاری:1739)

(15) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بندہ کسی بندے کے عیب نہیں چھپاتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب چھپائے گا۔'' (مسلم:6594)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(16) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو فاسق یا کافر کہے اور وہ شخص فاسق یا کافر نہ ہو تو تہمت کا وہ کلمہ خود کہنے والے پر لوٹ آتا ہے۔'' (بخاری: 6045)

(17) اس آیت کو سن کر سلف صالحین کا حال یہ ہو گیا تھا کہ سیدنا عمرو بن شرحبیل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں اگر کسی شخص کو بکری کے تھنوں سے منہ لگا کر دودھ پیتے دیکھوں اور اس پر مجھے ہنسی آ جائے تو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں ایسا ہی نہ ہو جاؤں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اگر کسی کتے کے ساتھ بھی استہزاء کروں تو مجھے ڈر ہوتا ہے کہ میں خود کتا نہ بنا دیا جاؤں۔ (قرطبی، معارف القرآن: 116/8)

(18) امام نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس بات پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ کے ہاں مذاق کرنے والے سے جس کو مذاق کیا جا رہا ہوتا ہے بہتر ہوتا ہے اس لیے کہ لوگ تو ظاہر سے واقف ہوتے ہیں اور انہیں پوشیدہ صفات کا علم نہیں ہوتا جب کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اصل اجر خلوص کا ہے جو پوشیدہ ہوتا ہے۔ (الاساس: 5413/9)

(19) ﴿وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ﴾ ''اور نہ عورتیں ایک دوسرے کا مذاق اُڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ اُن سے بہتر ہوں'' پھر خاص طور پر وضاحت فرمائی مذاق اڑانے اور حقیر جاننے کا حکم سب کے لیے ہے کہ کسی مومن عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنی مومنہ بہن کو حقیر جانے۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مرتبہ بہتر ہو۔ لوگوں کی نظروں میں مقام کی حقیقت ہی کیا ہے۔ اصل مقام تو اس کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں معتبر ہے۔

(20) سیدہ صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور فرمانے لگیں کہ اے اللہ کے رسول! عورتیں مجھے اے یہودن اور دو یہودیوں کی بیٹی کہہ کر شرمسار کرتی ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو انہیں کیوں نہیں کہتی کہ ہارون میرے باپ ہیں، موسیٰ میرے چچا ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر ہیں۔'' تو اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان بیویوں کے متعلق نازل ہوئی جو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو چھوٹے قد کا طعنہ دیتی تھیں۔ (تفسیر المراغی: 247/3)

سوال 2: ایک دوسرے کی عیب چینی کرنے اور برا لقب دینے کی ممانعت کی گئی، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَلْمِزُوْٓا ... الظّٰلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ ''اور نہ ہی اپنے لوگوں پر عیب لگاؤ'' ﴿اَللَّمْزُ﴾ قول کے ذریعے سے عیب چینی کرنا (اَلْهَمْزُ) فعل کے ذریعے سے عیب چینی کرنا۔ یہ دونوں امور ممنوع اور حرام ہیں جن پر جہنم کی آگ کی وعید سنائی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ ''ہلاکت ہے ہر طعن آمیز اشارے کرنے والے عیب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو کے لئے۔"مسلمان بھائی کو مسلمان بھائی کے لیے نفس سے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ تمام اہل ایمان کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ جسد واحد کی مانند ہوں نیز جب وہ کسی دوسرے کی عیب چینی کرے تو یہ چیز اس بات کی موجب ہوگی کہ دوسرا اس کی عیب چینی کرے لہٰذا وہی اس عیب چینی کا سبب بنے گا۔(الھمزۃ:1)(تفسیر سعدی:2593/3)

(2)﴿السخریہ﴾اور﴿لمزہ﴾میں فرق یہ ہے کہ سخریہ مطلقاً کسی شخص کو مذاق کرنا ہے اس کی موجودگی میں جب کہ لمزہ کسی کو اس کے عیب پر متنبہ کرنا ہے، چاہے وہ اس کی موجودگی میں ہو یا عدم موجودگی میں۔اس فرق کے اعتبار سے لمزہ سخریہ کے مقابلے میں عام ہے۔اور عطف العام علی الخاص یعنی عام کا عطف خاص پر ہے شمولیت کی غرض سے۔(تفسیر منیر:583/13)

(3)﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾"اور نہ ہی ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارو" سیدنا ابو جبیرہ بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آیت﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾یہ ہم بنو سلمہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی، رسول اللہ ﷺ جب مدینہ میں آئے تو یہاں ہر شخص کے دو دو، تین تین نام تھے۔رسول اللہ ﷺ ان میں سے کسی کو کسی نام سے پکارتے تو لوگ کہتے، اے اللہ کے رسول! اسے اس نام سے نہ بلائیے کیونکہ یہ تو اس نام سے چڑتا ہے، چنانچہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(مسند احمد:18318، ابوداؤد:4962)

(4)سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی یہودی یا عیسائی مسلمان ہوتا تو بعد از اسلام مسلمان اسے اے یہودی یا اے عیسائی کہہ کر پکارتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔(جامع البیان:137/26)

(5)رہے اچھے القابات جیسے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا صدیق، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فاروق، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ذوالنورین، سیدنا خزیمہ رضی اللہ عنہ کا صاحب شہادتین، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا صاحب شمالین، سیدنا خرباق بن عمرو رضی اللہ عنہ کا ذوالیدین، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسد اللہ اور سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا سیف اللہ ہے یہ تمام جائز ہیں اور یہ عرب وعجم میں مقبول و معروف ہیں اس لیے مذکورہ آیت میں اچھے ناموں سے پکارنا مطلوب ہے۔زمخشری ذکر کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ مومن کا مومن پر حق ہے کہ اسے اچھے ناموں سے پکارا جائے۔کنیت رکھنا سنت ہے اور بہترین ادب ہے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کنیتوں کو عام کرو یہ شناخت کا ذریعہ ہیں۔سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق اور عتیق کا لقب دیا گیا۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق کا، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو اسد اللہ کا، سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کا۔جاہلیت اور اسلام میں بہت کم مشاہیر ایسے ہیں جن کا لقب نہیں تھا۔عرب وعجم میں ہمیشہ تمام امتوں میں اچھے القاب رہے ہیں جن کے ساتھ وہ اپنے مخاطبین اور مکاتبین کو بغیر کسی تذبذب کے بلاتے تھے۔(تفسیر منیر:592/13)

(6)﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ﴾"ایمان کے بعد برا نام (پکارنا) بہت بری بات ہے" یعنی کتنی بری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ چیز جو تم نے ایمان اور شریعت پر عمل کے بدلے حاصل کی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے اعراض کے ذریعے سے فسق و عصیان کے نام کی مقتضی ہے جو کہ تنابز بالالقاب ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2593,2594)

(7) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جس نے مومنوں کے ساتھ ٹھٹھا مذاق کیا، ان کو طعنے مارے اور برے ناموں سے پکارا تو ایسا شخص فاسق ہے ﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ﴾ تم برے القاب سے مت پکارو۔ اگر ایسا کیا تو فسق کے نام سے موسوم ہونے کے مستحق ٹھہرو گے۔ (جامع البیان:26/137)

(8) ﴿وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ﴾ ''اور جو لوگ توبہ نہ کریں'' جو مسلمانوں کو حقیر جانے، اُن کا مذاق اُڑانے، اُن پر نکتہ چینی کرنے اور برے لقب رکھنے سے باز نہیں آئیں گے۔

(9) ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''سو وہی ظالم ہیں'' ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔

(10) اور یہی چیز بندے پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اپنے مسلمان بھائی سے اس کے حق کو حلال کرا کے، اس کے لئے استغفار کر کے اور اس کی جو مذمت کی گئی ہے اس کے مقابلے میں اس کی مدح و ستائش کر کے اس کا حق ادا کرے۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ لوگوں کی دو اقسام ہیں: (i) اپنی جان پر ظلم کرنے والا وہ شخص جو توبہ نہیں کرتا۔ (ii) توبہ کر کے فوز و فلاح سے بہرہ مند ہونے والا۔ ان دو اقسام کے سوا اور کوئی قسم نہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2593,2594)

(11) یہ ہیں وہ اسلامی آداب و اخلاق جن کی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تعلیم دی ہے۔ (تفسیر منیر:13/582)

سوال 3: انسان سے اپنی بڑائی کا جذبہ کیسے چھن سکتا ہے؟

جواب: (1) انسان اگر اپنی پیدائش کی حقیقت کو سمجھ لے تو اپنی بڑائی کا جذبہ اس سے چھن جاتا ہے۔

(2) انسان اپنی خوراک کی حقیقت کو سمجھ لے تو اپنی بڑائی کا جذبہ اس سے چھن جاتا ہے۔

(3) انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پہچان جائے تو اپنی بڑائی کا جذبہ اس سے چھن جاتا ہے۔

(4) انسان موت کی حقیقت پر غور کرے تو اپنی بڑائی کا جذبہ اس سے چھن جاتا ہے۔

(5) انسان آخرت کو یاد رکھے تو اپنی بڑائی کا جذبہ اس سے چھن جاتا ہے۔

(6) انسان اگر یہ یاد رکھے کہ انسانوں کے مرتبے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہونے والا ہے تو اپنی بڑائی کا جذبہ اس سے چھن جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)انسان اگر یہ یادرکھے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے میں وہ معزز ہو جسے میں حقیر سمجھتا ہوں تو اپنی بڑائی کا جذبہ اس سے چھن جاتا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت گمان کرنے سے بچو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور

تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا

جاسوسی نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟

فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾

سو تم اُس کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے''(12)

سوال 1: بدگمانی کی جو ممانعت کی گئی، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ... اِثْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بہت گمان کرنے سے بچو، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں'' اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو بدگمانی سے روکا ہے۔اس لیے کہ دل کے اندر بدگمانی کے جڑ پکڑنے سے بات دل کے اندر نہیں رہتی زبان پر بھی آتی ہے پھر دل کے اندر بدگمانی صرف گمان تک نہیں رہتی وہ بغض وعداوت، کینہ وحسد اور انتقام تک پہنچا دیتی ہے۔

(2)انسان کے ذہن میں ایک منفی سوچ [negative thought] آتی ہے، ایک غلط خیال یا وسوسہ آتا ہے تو اس کا ذہن منفی راہ پر چل نکلتا ہے۔ پھر وہ دوسرے انسان کے کمزور پہلو، اس کے عیب تلاش کرنے لگتا ہے اور اسے آسانی سے عیب مل جاتے ہیں کیونکہ بدگمان ہونے کے بعد اسے دوسرے انسان کی ہر بات غلط معلوم ہونے لگتی ہے، پھر اس کی بے عزتی کرنا اس کو اچھا لگتا ہے، کچھ لوگوں کا تو یہ محبوب مشغلہ بن جاتا ہے۔

(3)ظن کی کئی قسمیں ہیں۔ پہلی قسم واجبی گمان: جیسے اللہ تعالیٰ اور مومنین کے متعلق اچھا گمان رکھنا جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے جس کو بخاری ومسلم، نسائی وترمذی اور ابن ماجہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم اس حالت میں دنیا سے رخصت ہونا کہ تم اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان کرتے ہو۔'' (رواہ احمد، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مروی ہے کہ اچھا گمان اچھی عبادت ہے (عبادت کا حسن ہے) مثلاً عادل آدمی کی شہادت قبول کرنا، قبلہ کی تلاش، ضائع شدہ مال کا اندازہ لگانے میں، غیر مقرر شدہ دیتوں میں حسن ظن رکھنا۔ (تفسیر المنیر :593/13)

دوسری قسم حرام ظن جیسے اللہ تعالیٰ، اہل اصلاح اور مسلمانوں کے ساتھ بُرا گمان کرنا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا خون اور عزت حرام کی ہے اسی طرح مسلمان کے ساتھ بدگمانی کو بھی حرام کیا ہے۔'' (ذکرہ القرطبی والالوسی)

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ برا گمان رکھتا ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ برا گمان رکھتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تم بہت زیادہ بدگمانی سے بچو۔'' (تفسیر منیر:593/13)

تیسری قسم مندوب ہے جیسے اپنے مسلمان بھائی کے لیے حُسن ظن اور برا ظن کرنا جب کہ وہ ظاہری فسق کرے۔

چوتھی قسم مباح: جیسے اجتہاد کے ذریعے شرعی احکام کو منطبق کرنے میں ظن کرنا اور نماز میں غالب ظن پر عمل کرنا جب معلوم نہ ہو کہ رکعتیں کتنی پڑھی ہیں تین یا چار۔ (تفسیر منیر:594/13)

(4) سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف کرتے تھے اور میں آپ ﷺ کی زیارت کے لیے رات کو آپ ﷺ کے پاس آئی اور میں نے آپ ﷺ کے ساتھ باتیں کیں اور لوٹنے کے لیے کھڑی ہوئی پس آپ ﷺ بھی میرے ساتھ کھڑے ہوئے تاکہ مجھے وہ لوٹائیں۔ اور ان کی رہائش اسامہ کے گھر میں تھی۔ انصار کے دو آدمی چل رہے تھے پس جب انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو دوڑے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''ٹھہر جاؤ یہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہیں۔'' ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول ﷺ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے میں ڈرا یہ کہ وہ تمہارے دلوں میں بدگمانی نہ ڈال دے۔'' (احکام القرآن:406/13)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بدگمانی سے بچتے رہو، بدگمانی اکثر تحقیق کے بعد جھوٹی بات ثابت ہوتی ہے اور کسی کے عیوب ڈھونڈنے کے پیچھے نہ پڑو، کسی کا عیب خواہ مخواہ مت ٹٹولو اور کسی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ بڑھاؤ اور حسد نہ کرو، بغض نہ رکھو، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو بلکہ سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔'' (بخاری:6066)

(6) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دوسرے سے بغض نہ کیا کرو، حسد نہ کیا کرو۔ بلکہ اللہ کے بندو! آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بند ہو کر زندگی گزارو اور کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے کسی دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال اور میل جول چھوڑے۔'' (بخاری:6065)

(7) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿وَاِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ﴾ ''اور گمان کرنے سے بچو۔'' (بخاری، مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور بلند آواز سے فرمایا: ''اے جماعت! جنہوں نے زبان سے اسلام کا اقرار کیا لیکن ان کا دل ایمان نہ لایا! مسلمانوں کو تکلیف نہ دو، ان کو عار نہ دلاؤ اور ان کے عیوب تلاش نہ کرو۔ پس جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کا عیب تلاش کیا تو اللہ تعالیٰ اس کا عیب تلاش کرتے ہیں، وہ ذلیل ہو جاتا ہے چاہے گھر کے وسط میں ہی کیوں نہ ہو۔'' سیدنا نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تیری عظمت و حرمت بہت بڑی ہے لیکن ایک مومن کی حرمت اللہ کے ہاں تجھ سے بھی بڑی ہے۔ (ترمذی: 2032)

(9) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جہاں تک ہو سکے مسلمان کی بات کو اچھائی اور خیر خواہی پر محمول کرنا چاہیے۔ (تفسیر ابن کثیر: 2/1913)

سوال 2: تجسس اور غیبت کی ممانعت کی وضاحت ﴿وَّلَا تَجَسَّسُوْا ... تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾ ''اور جاسوسی نہ کرو'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو مومنین کے عیوب و نقائص تلاش کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ (جامع البیان)

(2) مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے: ﴿وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾ جو بھی ظاہری اور علانیہ عمل ہو اس کو تسلیم کر لو اور جو بھی پوشیدہ عمل ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ رکھا ہوا ہے اس کو چھوڑ دو۔ (جامع البیان)

(3) قتادہ رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے مروی ہے کہ کیا تم جانتے ہو کہ تجسس کیا ہے؟ فرمایا: اس سے مراد ہے کسی کے عیوب و نقائص تلاش کرنا تاکہ تم اس کی پوشیدہ باتوں اور رازوں سے مطلع ہو سکو۔ (جامع البیان)

(4) سیدنا سفیان رحمہ اللہ سے مروی ہے ﴿وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾ اس سے مراد جاسوسی کرنا اور بحث کرنا ہے۔ (جامع البیان)

(5) سیدنا ابن زید رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تو اس کے بارے میں غور و فکر کرے اور اس سے سوال کرے یہاں تک کہ تو اس کے حق اور باطل کو پا لے، اس کو اللہ تعالیٰ نے تجسس کا نام دیا ہے۔ وہ اس طرح جاسوسی کرتا ہے جیسے کتے کسی چیز کو تلاش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت فرمائی۔ (جامع البیان: 13/139)

(6) زید بن وہب کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کسی آدمی کو لایا گیا اور کہا گیا: یہ فلاں شخص ہے جس کی داڑھی سے شراب ٹپکتی ہے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں ٹوہ میں پڑنے سے روکا گیا ہے، ہاں البتہ اگر کوئی چیز ہمارے سامنے کھل کر آئے تو ہم اسے پکڑیں گے۔ (ابوداؤد: 4890)

(7) سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں ایک دن پہرہ دیا جب ہمیں معلوم ہوا کہ گھر میں چراغ جل رہا ہے اور لوگوں کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں اور وہ مختلف قسم کی آوازیں نکال رہے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ گھر سیدنا ربیعہ بن امیہ بن خلف رضی اللہ عنہ کا ہی ہے اور وہ شراب پی رہے ہیں اس بارے میں تیری کیا رائے ہے؟ تو میں نے کہا: ہم وہ بات کر رہے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَّلَا تَجَسَّسُوْا﴾ اور ہم جاسوسی کر رہے ہیں۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وہیں سے پھر گئے اور ان کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ (تفسیر الرازی: 252/9)

(8) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بدگمانی سے بچتے رہو، کیونکہ گمان (بدظنی) سب سے جھوٹی بات ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کی برائی کی تلاش میں نہ لگے رہو، نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرو، بلکہ اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو۔'' (بخاری: 6724) (9) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک امیر جس وقت لوگوں کے عیوب تلاش کرتا ہے تو وہ ان کو خراب کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد: 4888)

(10) ایک دوسری حدیث میں ہے اگر تم لوگوں کے پوشیدہ حالات معلوم کرنے کے درپے ہو گئے تو تم انہیں بگاڑ دو گے۔ خصوصاً حکمران جب لوگوں کے اندر شبہات تلاش کرتا ہے تو انہیں بگاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ (ابوداؤد: 4889)

(11) ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ ''اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے'' غیبت کا معنی یہ ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تو اپنے بھائی کی کسی ایسی خامی کا ذکر کرے جس کے ظاہر کرنے کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ خواہ وہ خامی اس کے اندر موجود ہو۔'' (صحیح مسلم: 2589)

(12) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟'' لوگوں نے کہا، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو کہ (اگر وہ سامنے ہو تو) اس کو ناگوار گزرے۔'' کسی شخص نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جو میں کہہ رہا ہوں، تو تب؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو تم کہہ رہے ہو اگر وہ عیب اس میں موجود ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ عیب اس میں نہیں ہے تو تب تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔'' (مسلم: 6593)

(13) غیبت، جھوٹ اور بہتان کے درمیان فرق یہ ہے کہ غیبت اس بات کو کہتے ہیں کہ ایک انسان اپنے بھائی کے بارے وہ بات کہے جو اس میں پائی جاتی ہے۔ اور جھوٹ یہ ہے کہ تو اس کے بارے میں وہ بات کہے جو تجھے اس کے بارے میں ملی ہے۔ اور بہتان یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کے بارے میں وہ بات کرے جو اس میں نہیں ہے۔ (تفسیر منیر: 595/13)

(14) حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں: غیبت تین قسم کی ہے تینوں اقسام کتاب اللہ میں موجود ہیں: (i) غیبت (ii) افک (جھوٹ باندھنا) (iii) بہتان۔ اس بات میں علماء کا اتفاق ہے کہ غیبت کبائر میں سے ہے مگر اس کا حل اور علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کی جائے اور جس کی غیبت ہوئی ہے اس سے معافی طلب کی جائے۔ سیدنا شعبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجھے سیدنا معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ نے کہا: اگر میرے پاس سے کوئی ہاتھ کٹا گزرے تو میں اس کے بارے میں کہہ دوں کہ یہ ہاتھ کٹا ہے تو یہ اس کی غیبت ہوگی۔ سیدنا شعبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات ابواسحاق سے کی تو انہوں نے فرمایا: آپ نے سچ کہا ہے۔ (تفسیر الرازی: 252/9) (15) مسلم اور ترمذی میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''مقاطعہ نہ کرو۔ ایک دوسرے کے پس پشت غیبت نہ کرو۔ اور تم ایک دوسرے کے خلاف کینہ بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے کے خلاف حسد نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے بندو! بھائی بھائی ہو جاؤ۔'' (تفسیر منیر: 586/13)

(16) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے کہا، آپ ﷺ کو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا میں یہی کافی ہے کہ وہ ایسی ایسی ہیں۔ مسدد کے علاوہ راوی کہتے ہیں، یعنی کم قامت، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر کے پانی میں ملا دی جائے تو یہ اسے بھی بگاڑ دے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کے سامنے کسی شخص کی نقل اتاری، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں کسی کی نقل اتارنا پسند نہیں کرتا، خواہ مجھے اس کے عوض اتنا اتنا مال بھی ملے۔'' (ابوداؤد: 4875، ترمذی: 2502)

(17) سیدنا ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے وہ لوگو، جن کی زبانیں تو ایمان لا چکی ہیں لیکن دل ایمان دار نہیں ہوئے! تم مسلمانوں کی غیبتیں کرنا چھوڑ دو اور ان کے عیبوں کی کرید نہ کیا کرو۔ یاد رکھو! اگر تم نے ان کے عیب ٹٹولے تو اللہ تعالیٰ تمہاری پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر دے گا اور جس کے عیبوں کو اللہ ظاہر کر دے تو اسے اس کے گھر والوں میں بدنام کر دے گا۔'' (ابوداؤد: 4880)

(18) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''معراج والی رات میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ناخن تانبے کے ہیں جن سے وہ اپنے چہرے اور سینے نوچ رہے ہیں، میں نے پوچھا: جبرائیل علیہ السلام! یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں سے کھیلتے تھے۔'' (ابوداؤد: 4878)

(19) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: ''بے شک تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح یہ دن تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینے میں قابل احترام ہے۔ (بخاری: 1739) (20) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک بدبودار لاش کی بدبو بلند ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ یہ بدبو کیسی ہے؟ یہ ان کی بدبو ہے جو مومنوں کی غیبت کرتے ہیں۔'' (مسند احمد: 14796) (21) سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دوسرے کی غیبت کرتے ہوئے سنا تو انہوں نے اسے کہا: غیبت سے اجتناب کرو، یہ کتوں کی خصوصیت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(22)﴿اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ﴾ ''کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ سو تم اُس کو ناپسند کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے غیبت سے نفرت دلانے کے لئے مثال دیتے ہوئے غیبت کرنے کو مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے، جو نفوس انسانی کے لئے انتہائی ناپسندیدہ چیز ہے۔ پس جس طرح تم اپنے بھائی، خاص طور پر بے جان اور مردہ بھائی کا گوشت کھانا ناپسند کرتے ہو اسی طرح تمہیں اس کی غیبت کرنا اور زندہ حالت میں اس کا گوشت کھانے کو ناپسند کرنا چاہیے۔ (تفسیر سعدی:3/2594,2595)

(23) غیبت کبیرہ گناہ ہے اس لیے غیبت سے سختی سے ڈرایا گیا اور مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔

(24) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کفارہ غیبت کا یہ ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کرے اور یوں کہے کہ یا اللہ ہمارے اور اس کے گناہوں کو معاف فرما۔'' (معارف القرآن:8/123)

(25) رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے منافق کے مقابلے میں جو غیبت کر رہا تھا مومن کی حمایت کی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کا گوشت جہنم کی آگ سے بچائے گا اور جس نے کسی مومن پر الزام لگایا جس سے اس کو ذلیل کرنا چاہتا تھا اللہ تعالیٰ اس کو پل صراط پر روک لے گا جب تک کہ بدلہ نہ لیا جائے۔'' (مسند احمد:2/1914، مختصر ابن کثیر)

(26) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرب کے لوگ سفر میں ایک دوسرے کی خدمت کیا کرتے تھے۔ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک آدمی تھا جو ان دونوں کی خدمت کیا کرتا تھا۔ (ایک دن) وہ دونوں سو کر بیدار ہوئے تو خادم نے ان کا کھانا تیار نہیں کیا تھا۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: یہ خادم تمہارے نبی کی نیند کی موافقت کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے: تمہارے گھر کی نیند کی موافقت کرتا ہے۔ دونوں نے اسے جگایا اور کہا: تو رسول اللہ ﷺ کے پاس جا اور آپ کو کہہ کہ ابوبکر اور عمر آپ کو سلام کہتے ہیں اور وہ آپ سے سالن طلب کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری طرف سے ان دونوں کو سلام کہنا اور ان کو بتلانا کہ تم دونوں نے سالن کھا لیا ہے۔'' پس ابوبکر و عمر یہ سن کر گھبرا گئے اور نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے اور کہا: اے اللہ کے رسول! ہم نے (فلاں آدمی کو) آپ کی طرف سالن لینے کے لیے بھیجا تھا اور آپ نے فرمایا: ''تم دونوں سالن کھا چکے ہو'' (بھلا) ہم نے کس چیز کا سالن کھا لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اپنے بھائی کے گوشت کا، قسم ہے مجھے اس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس کا گوشت تمہاری کچلیوں کے درمیان دیکھ رہا ہوں۔'' سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہمارے لیے بخشش طلب فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس خادم کو ہی تمہارے لیے بخشش طلب کرنا چاہیے۔'' (صحیحہ:2608)

(27) غیبت کی حرمت سے استثناء کی صورتیں: علماء نے ایسی چیزوں کا ذکر کیا ہے جو غیبت کے حکم میں نہیں آتیں۔ غیبت جب کسی صحیح شرعی مسئلے کے لئے ہو تو یہ حرام نہیں ہے اور یہ چھ امور ہیں: (i) جس نے اپنے اوپر ظلم کو ختم کرنے کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاکم کے سامنے شکایت کی۔(ii)منکر کے بیان کو تبدیل کرنے پر مدد طلب کرنا اس طور پر کہ وہ اس کو ذکر کرے جو اس نے گمان کیا ہے اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق: ''اللہ تعالیٰ بدگوئی کا اظہار کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو۔'' (النساء:148) (iii)فتویٰ دینا کہ وہ مفتی سے کہے کہ فلاں نے مجھ پر ظلم کیا ہے اس طرح حق حاصل کرنے کے لیے فتویٰ لینا۔(iv)فسق سے ڈرانا۔جیسے فاسق وفاجر کے لیے مثلاً ہمیشہ شراب پینے والا اور فسق وفجور کی جگہوں پر آنے والا۔ابن عدی نے بہز بن حکیم سے نقل کیا ہے تم فاسق کی وہ بات ذکر کرو جو اس میں موجود ہو تا کہ اس بات سے لوگ ڈر جائیں۔(v)عام شر سے ڈرانا جیسے گواہوں، راویوں، انصاف کرنے والوں اور مفتیوں کی جرح کرنا اہلیت کے نہ ہونے کے سبب۔

(vi)مشہور لقب سے تعریف کرنا جب اس لقب کے علاوہ کوئی دوسرا لقب مشہور نہ ہو۔جیسے لنگڑا، کمزور اور ٹیڑھا وغیرہ۔ اسی طرح بدعت کرنے والے کے لیے مناسب ہے کہ لوگ اس کا فساد اور عیب مشہور کریں۔جس بات کا علم غیبت کرنے والے کے پاس ہے تو اس کو غیبت نہیں کہیں گے۔یہ فرق ہے غیبت حرام اور اس غیبت کے درمیان جو حرام نہیں ہے۔(الفروق:الفرق بین الغیبۃ المحرمۃ والغیبۃ التی لاتحرم:205,208)(تفسیر المنیر:13/596)

(28)﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' یعنی ایک دوسرے کی غیبت کرنے سے بچ جاؤ کیونکہ غیبت مسلمانوں میں فساد پیدا کرنے والا سب سے بڑا عامل ہے۔

(29)اللہ تعالیٰ کا ڈر ہی ہے جو انسان سے برائیوں کو دور کرنے کے لیے ندامت پیدا کرتا ہے اور پھر انسان توبہ کرتا ہے۔

(30)نسفی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے انہیں ترک کر دو اور اپنے کیے پر نادم ہو جاؤ۔اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے گا اور تمہاری توبہ قبول کر لے گا۔اور تمہیں توبہ کرنے والوں اور متقیوں کے ثواب سے نوازے گا۔(الاساس:9/5415)

(31)﴿اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' ﴿تَوَّابٌ﴾وہ ہستی ہے جو اپنے بندے کو توبہ کا حکم دے کر اسے توبہ کی توفیق سے نوازتی ہے، پھر اس کی توبہ قبول کر کے اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے، وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے کہ اس نے ان کو اس چیز کی طرف بلایا جو ان کے لئے فائدہ مند ہے اور ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔(تفسیر سعدی:3/2594,2595)(32)یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی انابت اور توبہ قبول کرتے ہیں ''رحیم'' جو اللہ کی طرف رجوع اور انابت کرتا ہے اور اس پر اعتماد کرتا ہے وہ اس پر رحم کرتا ہے۔(الاساس:9/5415)

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ

''اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہیں قومیں اور برادریاں بنا دیا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ

تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو، یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے،

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿

یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، پوری طرح خبر رکھنے والا ہے" (13)

سوال 1: تمام انسان سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کی اولاد ہیں، اس کی وضاحت ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ... لِتَعَارَفُوْا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ﴾ "اے لوگو!" ابن ابی حاتم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ نے فرمایا: جب فتح مکہ کا دن تھا سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی تو بعض لوگوں نے کہا کہ یہ سیاہ غلام کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دے گا! اور بعض نے کہا اگر اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا یا اس کے علاوہ کسی اور کام کا ارادہ کرے گا تو اس کو تبدیل کر دے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ﴾ نبی ﷺ نے انہیں بلایا اور حسب نسب اور کثرت مال پر فخر کرنے اور فقراء کی تحقیر کی وجہ سے انہیں ڈانٹا۔

(2) ابن عساکر اپنی مبہمات میں فرماتے ہیں: مجھے ابن بشکوال کی تحریر میں یہ بات ملی کہ ابو بن ابی داؤد اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہ آیت ابو ہند کے بارے میں نازل ہوئی ہے رسول اللہ ﷺ نے بنی بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی عورت کی شادی اس سے کر دیں تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم اپنی بیٹیوں کی شادیاں آزاد کردہ غلاموں سے کر دیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت خاص طور پر ابو ہند کے بارے میں نازل ہوئی۔ (تفسیر منیر: 581/13)

(3) ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى﴾ "اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا" ساری مخلوق سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کی اولاد ہے۔ سب ایک ماں باپ سے پیدا ہوئے۔

(4) اسلام کے سیاسی اور جمہوری اصولوں میں سے ایک اصول مساوات ہے۔ اس اصول کے تحت تمام انسان کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں۔ وہ تمام ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اور تمام کے حقوق برابر اور مساوی ہیں۔ (تفسیر منیر: 596/3)

(5) اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اگر وہ چاہتا تو تمام انسانوں کو ایسے ہی پیدا کر دیتا جیسے آدم کو پیدا کیا (یعنی مرد و عورت کے بغیر) یا عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بغیر باپ کے پیدا کر دیتا یا حوا علیہا السلام کی طرح بغیر ماں کے پیدا کر سکتا تھا۔ (تفسیر منیر: 596/13)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے دور جاہلیت کے تکبر اور غرور اور اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو دور کر دیا۔ اب انسان دو قسم کے ہیں یا مومن متقی ہیں یا فاجر بدبخت ہیں (یاد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھو) تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش خاک سے ہوئی۔'' (ابوداؤد:5116)

(7) ﴿وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا﴾ ''اور ہم نے تمہیں قومیں اور برادریاں بنادیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو'' اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو قبیلوں، برادریوں اور گروہوں میں تقسیم کیا تاکہ وہ ایک دوسرے کی پہچان رکھیں۔

(8) اگر ہر شخص اپنی انفرادی حیثیت کو قائم رکھے گا تو وہ تعارف حاصل نہیں ہوسکتا جس پر ایک دوسرے کی مدد، باہمی تعاون، باہمی توازن اور عزیز واقارب کے حقوق کا قیام مرتب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو قوموں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے تاکہ وہ امور حاصل ہوسکیں جو باہمی تعارف اور الحاق نسب پر موقوف ہیں مگر عزت کا معیار تقویٰ ہے۔ (تفسیر سعدی:2593/3)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(لوگو!) تم اپنے حسب نسب کا علم حاصل کرتے رہا کرو، جن کے ذریعے سے تم صلہ رحمی کرتے ہو، (سنو!) یقیناً صلہ رحمی کرنا رشتہ داروں میں محبت، مال میں اضافے اور زندگی میں برکت کا باعث ہے۔'' (ترمذی:1979)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت کا معیار تقویٰ ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ ... خَبِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے'' اس سے مراد ہے کہ بے شک تم میں سے افضل اور معزز وہ ہے جو تقویٰ اور عمل میں افضل ہے نہ کہ نسب میں۔ (تفسیر الماوردی:336/5)

(2) ابونضرہ منذر بن مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے اس صحابی نے خبر دی جس نے ایام تشریق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ بھی ایک ہے، خبردار ہوجاؤ! نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، نہ کسی گورے کو کسی کالے پر اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر، (کسی کو کسی پر کوئی فضیلت) ہے تو صرف تقویٰ کی بنا پر۔'' (مسند احمد:23550)

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔'' (مسلم:6543)

(4) طبرانی نے ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے حسب ونسب اور مالوں کو نہیں دیکھتا لیکن تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے پس جو نیک دل ہو اللہ تعالیٰ کی اس پر رحمت ہے اور بے شک تم آدم علیہ السلام کے بیٹے ہو اور تم میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ محبوب ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔'' (مسلم، کتاب البر:34)

(5) ترمذی نے سیدنا ثمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حسب حال اور عزت کا پیمانہ تقویٰ ہے۔'' (ترمذی)

(6) اور ایک روایت میں ہے کہ جس کو یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کی عزت کریں تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے: اے لوگو! بے شک میں نے ایک نسب بنایا اور ایک تم نے اپنے لیے نسب بنایا میں نے تمہیں معزز اور متقی بنایا لیکن تم نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں چنانچہ آج کے دن میں تمہارے بنائے ہوئے نسبوں کو ختم کرتا ہوں۔ متقی کہاں ہیں؟ متقی کہاں ہیں؟'' (تفسیر منیر:597/13)

(8) طبرانی کی ایک روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن میں اولیاء متقی ہوں گے اگرچہ کسی اور کا نسب ان کے نسب سے زیادہ قریب ہی کیوں نہ ہو۔ لوگ قیامت کے دن اپنے اپنے اعمال لے کر آئیں گے اور تم دنیا کو اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے آؤ گے تو تم کہو گے اے محمد ﷺ! پس میں تم سے اعراض کرلوں گا۔'' (تفسیر منیر:597/13)

(9) ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لوگ اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنے سے رُک جائیں بے شک وہ جہنم کے انگارے ہیں ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس سیاہ کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہوجائے گا جو اپنی ناک سے گندگی کو بڑھاتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا فخر وغرور ختم کردیا ہے اب کوئی تو مومن و متقی ہے کوئی بدکار و بدبخت۔ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔'' (ابوداود:752/2)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: سب سے معزز شخص کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں لوگوں میں سب سے زیادہ صاحب عزت وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔'' لوگوں نے کہا: ہمارا آپ سے سوال یہ نہیں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں میں سب سے زیادہ معزز سیدنا یوسف علیہ السلام ہیں جو خود بھی نبی تھے، ان کے باپ، دادا اور پردادا خلیل اللہ بھی نبی تھے۔'' لوگوں نے کہا: ہمارا آپ ﷺ سے سوال یہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم مجھے عربوں میں سے بہترین لوگوں کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟'' لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان میں سے جو زمانہ جاہلیت میں بہترین تھے وہ جب دین کو سمجھ جائیں تو وہی قبول اسلام کے بعد بھی بہترین ہوں گے۔'' (تفسیر الدر المنثور:109/6)

(11) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن کا لوگ انکار کریں گے ازن عام اور فرمایا تم میں سے زیادہ معزز اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جو زیادہ متقی ہو، لوگ کہتے ہیں تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو گھر میں معزز ہے۔ عطاء رحمہ اللہ کہتے ہیں تیسری چیز مجھے بھول گئی ہے۔ (جامع البیان:145/26)

(12) ابوملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے جلوہ فروز ہوکر اذان دی سیدنا عتاب ابن اسید رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھتے ہیں تو کلمات شکر کے ساتھ کہتے ہیں اچھا ہوا میرے باپ کو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہو۔ حارث بن ہشام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چلایا کیا محمد ﷺ کو اس کالے کولے کے علاوہ کوئی موذن نہیں ملا۔ سہیل بن عمر کف افسوس ملتے ہوئے کہتا ہے کاش کہ اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ کوئی دوسرا ارادہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام امین کے ذریعے فوراً وحی کا نزول کیا اور ان کے خیالات سے نبی ﷺ کو مطلع فرمایا اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کے ذریعے ڈانٹ پلائی اور انہیں نسب میں فخر کرنے، مال کی کثرت پر نازاں ہونے اور فقراء سے سخت روی اختیار کرنے پر منع فرمایا اور فضیلت کا دارومدار تقویٰ اختیار کرنے پر رکھا۔ (تفسیر المراغی: 255/9)

(13) امام احمد رحمہ اللہ نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا دیکھ تو کسی سرخ یا سیاہ سے صرف اس صورت میں بہتر ہو سکتا ہے جب تو اللہ تعالیٰ سے اس کی نسبت زیادہ ڈرتا ہو۔ (المسند: 158؛ تفسیر القاسمی: 138/15)

(14) سیدنا عبد بن حمید رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن ابی حاتم رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن اپنے خطبے میں فرمایا: ''اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارا جاہلیت کا عیب اور اپنے آباؤ اجداد کی (حد سے زیادہ) تعظیم کا خاتمہ کر دیا ہے لہٰذا لوگوں کی دو قسمیں ہیں: نیک اور متقی آدمی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ہیں اور بدکار آدمی اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلیل ہے۔'' (قاسمی: 138/15)

(15) امام مالک رحمہ اللہ نے آیت ﴿اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى﴾ سے دلیل لی ہے کہ شادی میں کفو (برابری) سے مراد نسب نہیں بلکہ دین ہے۔ اس ضمن میں وہ فرماتے ہیں کہ غلاموں کا آزاد عربی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ چنانچہ سیدنا سالم رضی اللہ عنہ جو کہ غلام تھے انہوں نے انصار کی ایک عورت ہند بن ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے شادی کی۔ اسی طرح سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بہن سے شادی کی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو معلوم ہوا کہ کفاءت کا خیال صرف دین میں معتبر سمجھا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عورت سے اس کے حسب، نسب، مال، حسن و جمال اور دین کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے پس تو دین کو ترجیح دینا۔'' اس کو احمد اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ (تفسیر منیر: 597/13)

(16) سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف ان کی بیٹی کے ساتھ منگنی کا پیغام بھیجا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے قبول کر لیا، عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی بیٹی کا رشتہ مانگا تو انہوں نے معاملے کو ملتوی کر دیا پھر بعد میں راضی ہو گئے لیکن سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے نکاح نہ کیا۔ (احکام القرآن: 160/4)

(17) سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے بکیر کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا تو اس کے بھائیوں نے انکار کر دیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا بنو بکیر کے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے ان کی بہن سے شادی کا پیغام بھیجا لیکن انہوں نے انکار کر کے مجھے دکھ پہنچایا ہے تو رسول اللہ ﷺ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی خاطر غصے میں آ گئے۔ جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں خبر پہنچی تو وہ اپنی بہن کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تجھے علم ہے کہ تیری وجہ سے ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ رسول اللہ ﷺ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی خاطر ہم سے ناراض ہو گئے ہیں۔ان کی بہن نے کہا: میرا معاملہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہے سو رسول اللہ ﷺ نے ان کی سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے شادی کر دی۔(احکام القرآن: 160/4)

(18) جب ہند نے آپ ﷺ کو سینگی لگائی تو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا: ''تم ابو ہند کو رشتہ دو اور اس کے ہاں شادی کرو اور وہ بنو بیاضہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔'' (احکام القرآن: 160/4)

(19) ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، پوری طرح خبر رکھنے والا ہے'' اے لوگو! اللہ تم میں سے متقی اور معزز کو جانتے ہیں، تمہاری اور تمہارے مصالح کی خبر رکھنے والے ہیں اور اس کے علاوہ جو امور ہیں ان سے بھی باخبر ہیں۔اس اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔(جامع البیان: 145/26)

﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ

''دیہاتیوں نے کہا: ''ہم ایمان لائے۔'' کہہ دو: ''تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے

الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ

دلوں میں داخل نہیں ہوا'' اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا،

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (14)

سوال 1: مومن اور مسلم میں فرق کی وضاحت ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت مبارکہ کی ماقبل کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر اعراب نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہمارا نسب نامہ اور ہم معزز ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کی مذمت کرتے ہوئے ان کے ایمان کی کمزوری کو واضح کیا ہے اور ایمان صحیح کے اصولوں کی تجدید کر دی ہے۔وہ اصول یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی جائے۔دل میں اخلاص ہو، اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جائے اور اس کے حکم کو دنیا میں سربلند کیا جائے۔ان اصولوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری اور چھپی ہوئی تمام باتوں کو جانتا ہے اور ان کی کمزوری ایمان سے بھی باخبر ہے۔لہٰذا کسی شخص کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ ایمان لا کر نبی ﷺ پر احسان جتلائے جب کہ اسے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کا احسان مند ہونا چاہیے۔(تفسیر منیر: 600/13)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا﴾اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ بنو اسد بن خزیمہ کے کچھ لوگوں کا وفد قحط سالی کے زمانہ میں مدینہ منورہ آیا اور انہوں نے شہادتین کا اقرار کیا۔ یعنی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا حالانکہ وہ اندر سے مومن نہ تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کو کہنے لگے کہ ہم تیرے پاس اہل وعیال سمیت سب کچھ لے آئے ہیں اور ہم نے تمہارے ساتھ بنوفلاں کی مانند جنگ بھی نہیں کی لہٰذا آپ ﷺ ہمیں اموال صدقہ میں سے کچھ دیں اور نبی کریم ﷺ پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان جتلانے لگے جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی۔ (اسباب النزول للواحدی:225)

(3)﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا﴾ ''دیہاتیوں نے کہا: ''ہم ایمان لائے'' اللہ تبارک وتعالیٰ بعض ان عرب دیہاتیوں کے قول کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کسی بصیرت کے بغیر اسلام میں داخل ہوئے اور ان امور کو قائم نہ کیا جن کا قیام واجب اور جن کے قیام کا تقاضا ایمان کرتا ہے اور اس کے باوجود انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا ''ہم ایمان لائے'' یعنی کامل ایمان جو تمام امور کو پورا کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ ان کے اس قول کی تردید کر دیں۔ (تفسیر سعدی:2597,2596/3)

(4)﴿قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ ''کہہ دو: ''تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا'' یعنی تم اپنے کامل ایمان کا دعویٰ نہ کرو۔ (5)﴿وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا﴾ ''بلکہ کہو ہم مسلمان ہو گئے ہیں'' یعنی اتنا کہنا کافی ہے کہ ہم اسلام لے آئے۔

(6)اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ﴿وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ ''اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا'' یعنی تمہارے ایمان کا سبب کوئی خوف یا کسی قسم کی امید ہے۔ ابھی ایمان کی مٹھاس تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوئی۔

(7)ابن زید رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ ﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں چونکہ انہوں نے اپنے اعمال کے ساتھ اپنے ایمان کی تصدیق نہیں کی تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کو مسترد کر دیا تھا۔ اور انہیں خبر دی کہ درحقیقت مومن وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اعمال کے ساتھ اپنے ایمان کو سچ کر دکھا، یا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے شک وشبہ کا اظہار نہ کیا اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا یہی سچے لوگ ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک اپنے آپ کو مومن کہتا ہے تو وہ اپنے قول میں سچا ہے۔ تاہم جو شخص ایمان کا دعویٰ کرتا ہے لیکن نیک اعمال نہیں کرتا تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔ ﴿وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا﴾ ''بلکہ کہو ہم مسلمان ہو گئے ہیں'' ابراہیم سے منقول ہے یعنی ہم مطیع ہوتے ہیں۔ (جامع البیان:146/26)

(8)امام زہری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اسلام سے مراد کلمہ ہے اور ایمان سے مراد قول اور عمل ہے۔ (جامع البیان:145/26)

(9)اس آیت مبارکہ کی مناسبت سے ہم کہتے ہیں کہ اسلام کامل ہی ایمان کامل ہے اور ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ ایمان کامل میں تصدیق القلب اور تصدیق الجوارح بالعمل دونوں ہی داخل ہیں جبکہ اسلام کامل میں ایمان باللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ دل مطیع ہوجاتا ہے اور عمل کے ساتھ تمام اعضاء مطیع ہوجاتے ہیں۔سورۃ الذاریات میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو عین اسلام قرار دیا ہے۔﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ(۳۵) فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ(۳۶)﴾ ''پھر ہم نے اس میں سے جو مومن تھے اُن کو نکال لیا۔ پھر ہم نے اس میں ایک گھرانے کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔'' (الذاریات:35،36) تاہم اگر اسلام سے عمل الجوارح مراد لیا جائے اور ایمان سے تصدیق بالقلب مراد لی جائے تو اس سورۃ میں دونوں اسلام اور ایمان کے معانی ومفاہیم مختلف ہوں گے جیسا کہ حدیث جبرائیل میں وارد ہے جب جبرائیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے سوال کیا: اسلام کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے، زکوۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرے۔'' جبرائیل علیہ السلام نے پھر سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لے آئے۔اس حدیث مبارکہ میں اسلام ایک شے ہے اور ایمان اس سے مختلف دوسری شے ہے اگرچہ ان دونوں کے درمیان حقیقت میں ارتباط موجود ہے۔سورۃ حجرات کی یہ آیت مبارکہ لفظ اسلام اور ایمان کے درمیان اس فرق کی طرف اشارہ کررہی ہے اور اس امر کو واضح کررہی ہے کہ ایمان قلبی کی طرف عمل الجوارح سے راستہ جاتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ ''اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا'' یہ آیت مبارکہ تربیت اسلامیہ میں ایک زریں اصول کی حیثیت رکھتی ہے انسانی دل مردہ ہوجاتا ہے یا اس پر غفلت چھا جاتی ہے۔اس مردہ دل کو زندہ کرنے کا علاج یہ ہے کہ ذکر واذکار، نماز، روزہ، حج، انفاق فی سبیل اللہ جیسے نیک اعمال کیے جائیں۔ان نیک اعمال کی بجاآوری سے دل ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوجاتا ہے یہاں تک کہ ایمان کامل تک جا پہنچتا ہے۔اگر آپ اس حدیث مبارکہ میں غور کریں تو آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ دل چار قسم کے ہوتے ہیں: 'قلب اجرد' یعنی گناہوں سے خالی دل 'قلب منکوس' یعنی الٹا کیا ہوا دل 'قلب اغلف' یعنی لپٹا ہوا دل 'قلب مصفح' یعنی چوڑا دل، قلب اجرد تو مومن کا دل ہے اور قلب منکوس منافق کا دل ہے جو حق کو پہچان لینے کے بعد اس کا انکار کردیتا ہے اور قلب مصفح وہ ہے جس میں ایمان اور نفاق دونوں جمع ہوں۔اس دل میں ایمان کی مثال ترکاری کی مانند ہے جس کی پاکیزہ پانی پرورش کرتا ہے اور نفاق کی مثال پھوڑے کی ہے جس کی نشوونما پیپ اور خون کرتا ہے۔اب دونوں میں سے جو غالب آجائے وہ اس کی طرف ہوجاتا ہے۔اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور امام ابن کثیر نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔مذکورہ تمام معنی کا ادراک کرلینے سے اس آیت مبارکہ ﴿وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ ''اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا'' کا معنی سمجھ آجاتا ہے کہ ابھی تک ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔اگر وہ مسلسل عمل کرتے رہیں تو بہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جلد وہ ان کے دلوں میں داخل ہو جائے گا۔(الاساس:9/5437,5438)

سوال2:﴿وَاِنْ تُطِيْعُوْا ... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾''اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو''یعنی ایمان اور فرائض قائم کر کے اور محارم سے اجتناب کر کے تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

(2)﴿لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا﴾''تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا''یعنی تمہارے اعمال کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔

(3)﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے غفور ہے۔ جو توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ وہ رحیم ہے جو ان پر رحم کرنے والا ہے جو اپنے ایمان میں سچے ہوتے ہیں۔

(4)اے اعرابیو! اللہ تعالیٰ فرمانبرداری کرنے والوں کے تمام پرانے گناہوں کو بخشنے والا ہے اور ان کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔لہٰذا تم بھی اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرو۔ وہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔﴿رَّحِيْمٌ﴾اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والی مخلوق پر رحم کرنے والا ہے لہٰذا تم بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی توبہ کرو۔ وہ تمہارے اوپر رحم کرے گا۔(جامع البیان:26/147)

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا

''یقیناً مومن وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے ہیں پھر اُنہوں نے کوئی شک نہیں کیا اور اُنہوں نے

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾

اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں''(15)

سوال: کامل مومن کون ہیں، اس کی وضاحت﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ ... الصّٰدِقُوْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ﴾''یقیناً مومن وہ ہیں جو''یعنی کامل ایمان والے جو اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان رکھتے ہیں وہ ہیں۔

(2)﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾''اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے ہیں''جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور الٰہ مانتے ہیں اور نبی ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔

(3)﴿ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا﴾''پھر اُنہوں نے کوئی شک نہیں کیا''یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں شک نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اپنے نفسوں پر لازم کر لیا اور شک کیے بغیر اپنے اوپر عائد فرائض کو ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور انہیں بحسن وخوبی سرانجام دیا۔(جامع البیان:26/148)(4)سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے اسلام کی کوئی ایسی بات بتادیجئے کہ پھر میں اس کو آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہہ! میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور پھر اس پر قائم رہ۔'' (مسلم:159)

(5)﴿وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا'' وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کو یکجا کیا اور جس نے کفار کے ساتھ جہاد کیا تو یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ اس کے دل میں کامل ایمان ہے کیونکہ جو کوئی اسلام، ایمان اور اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کرنے کے لئے دوسروں سے جہاد کرتا ہے تو اس کا اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ جو کوئی جہاد کی قوت نہیں پاتا تو یہ اس کے ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لئے عدم شک وریب کی شرط عائد کی ہے کیونکہ ایمان نافع سے مراد ہے اس معاملے میں قطعی یقین سے بہرہ ور ہونا، جس پر اللہ تعالیٰ نے ایمان رکھنے کا حکم دیا ہے، جس میں کسی لحاظ سے بھی شک کا شائبہ نہ ہو۔ (تفسیر سعدی:597/3)

(6)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ ''اور جو (مہاجرین) ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، اور جن (انصار) نے پناہ دی اور مدد کی، یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ ان کے لیے مغفرت اور بہترین رزق ہے۔'' (الانفال:74) (7)﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں'' یعنی وہ اپنے ایمان کے دعوے میں سچے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1508)

(8) یعنی جنہوں نے اعمال کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تصدیق کی، کیونکہ ہر معاملے میں صدق ایک بڑا دعویٰ ہے، جس میں صاحب صدق کسی دلیل وبرہان کا محتاج ہوتا ہے اور ایمان کا دعویٰ تو سب سے بڑا دعویٰ ہے جس پر بندے کی سعادت، ابدی کامیابی اور سرمدی فلاح کا دارومدار ہے۔ پس جو کوئی ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے واجبات ولوازم کو قائم کرتا ہے وہی حقیقی اور سچا مومن ہے۔ اور جو کوئی ایسا نہیں تو وہ اپنے دعوے میں سچا نہیں اور اس کے اس دعوائے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ایمان دل کے اندر ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے ایمان کا اثبات کرنا یا اس کی نفی کرنا، گویا دل میں جو کچھ ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو آگاہ کرنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے ادبی اور بدظنی ہے۔ (تفسیر سعدی:2597/3)

(9) مذکورہ اعمال سرانجام دینے والے ہی اپنے اس قول کہ ہم مومن ہیں میں سچے ہیں۔ نہ کہ وہ لوگ جو تلوار کے خوف سے اپنے اموال اور اپنی جانوں کو بچانے کے لیے اسلام میں داخل ہوئے۔ (جامع البیان:148/26)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10)ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے اعمال کے ساتھ اپنے قول کو سچ کر دکھایا ہے۔ (جامع البیان:149/26)

(11)یعنی یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ایمانی دعوے کو سچ کر دکھایا کیونکہ ان کے افعال اور اعمال اس پر گواہ ہیں۔اس آیت میں اس بات کا بھی اشارہ ملتا ہے کہ اعراب اپنے ایمانی دعوے میں جھوٹے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کلام حصر استعمال کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ فقط یہی مومن لوگ ہی سچے ہیں۔نہ کہ وہ اعراب۔اس آیت میں اس امر پر دلیل پائی جاتی ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔(تفسیر قاسمی:142/15)

﴿قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

''کہہ دو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین سے آگاہ کر رہے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے''(16)

سوال:﴿قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ...عَلِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ﴾''کہہ دو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین سے آگاہ کر رہے ہو؟''یعنی اے ہمارے رسول ﷺ! آپ ان بدویوں سے کہہ دیجیے جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور ابھی ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دین داری سے آگاہ کر رہے ہو۔

(2)﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾''حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے''حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے بخوبی واقف ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔

(3)﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے''اللہ تعالیٰ کا علم کلی ہے وہ زمین و آسمان اور ان کے مابین جو کچھ ہے ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور وہ دل کے اندر کے ایمان اور کفر، نیکی اور بدی سے واقف ہے۔جو سب کچھ جانتا ہے وہ ان اعمال کی جزا بھی دے گا۔اور یہ ہر اس شخص کا معاملہ ہے جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ اس میں ایمان نہیں ہوتا۔

﴿يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ

''یہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے، کہہ دو کہ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان

عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

رکھتا ہے کہ اُس نے تمہیں ایمان کے لیے ہدایت دی ہے، اگر تم سچے ہو''(17)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: توفیق اسلام اللہ تعالیٰ کا احسان ہے، اس کی وضاحت ﴿يَمُنُّوْنَ... صٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا﴾ ''یہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے'' یعنی یہ بدوی، دیہاتی آپ ﷺ پر اپنے اسلام، اطاعت اور مدد کا احسان رکھتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان کی تردید فرمائی ہے۔

(2) ﴿قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ﴾ ''کہہ دو کہ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو'' یعنی تمہارا حق نہیں ہے کہ تم اپنے اسلام کا احسان مجھ پر رکھو۔

(3) اسے خوب معلوم ہے کہ تمہارا ایمان کتنے پانی میں ہے اور تم کہاں تک دل سے اسلام کی پیروی کر رہے ہو لہٰذا کسی پر احسان جتلانے کی ضرورت نہیں جو مانگنا ہے سیدھی طرح مانگو۔ (اشرف الحواشی: 617/1)

(4) ﴿بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تمہیں ایمان کی طرف ہدایت دی ہے، اگر تم سچے ہو'' یعنی یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی طرف ہدایت دی اگر تم ایمان لانے کے دعوے میں سچے ہو۔

(5) سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوۂ حنین کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو جو غنیمت دی تھی، آپ ﷺ نے اس کی تقسیم کمزور ایمان کے لوگوں میں (جو فتح کے بعد ایمان لائے تھے) کر دی اور انصار کو اس میں سے کچھ نہیں دیا۔ اس کا انہیں کچھ ملال ہوا کہ وہ مال رسول اللہ ﷺ نے دوسروں کو دیا انہیں کیوں نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے اس کے بعد انہیں خطاب کیا اور فرمایا: ''اے انصار! کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے ذریعے سے ہدایت نصیب کی اور تم میں آپس میں دشمنی اور نا اتفاقی تھی تو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تم میں باہم الفت پیدا کی اور تم محتاج تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعے غنی کیا۔'' آپ ﷺ کے ایک ایک جملے پر انصار کہتے جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ہم سب سے زیادہ احسان مند ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری باتوں کا جواب دینے سے تمہیں کیا چیز مانع رہی؟'' بیان کیا کہ آپ ﷺ کے ہر اشارے پر انصار عرض کرتے جاتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ہم سب سے زیادہ احسان مند ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم چاہتے تو مجھ سے اس اس طرح بھی کہہ سکتے تھے (کہ آپ ﷺ آئے تو لوگ آپ ﷺ کو جھٹلا رہے تھے لیکن ہم نے آپ ﷺ کی تصدیق کی وغیرہ) کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جب لوگ اونٹ اور بکریاں لے جا رہے ہوں گے تو تم اپنے گھروں کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے رسول ﷺ کو لے جا رہے ہو گے؟ اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک آدمی بن جاتا۔ لوگ خواہ کسی گھاٹی یا وادی میں چلیں، میں تو انصار کی گھاٹی اور وادی میں چلوں گا۔ انصار اس کپڑے کی طرح ہیں یعنی استر جو ہمیشہ جسم سے لگا رہتا ہے اور دوسرے لوگ اوپر کے کپڑے کی طرح ہیں یعنی ابرہ۔ تم لوگ (یعنی انصار) دیکھو گے کہ میرے بعد تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ تم ایسے وقت میں صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر آملو۔" (بخاری:4330)

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

ع 2 8 14

"یقین مانو اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے" (18)

سوال: اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ اللّٰهَ ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "یقین مانو اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے" یعنی جو چیز آسمانوں اور زمین میں غائب ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں ہوتی۔

(2) اللہ تعالیٰ سے کوئی معاملہ چھپا نہیں ہوتا۔ کون اپنے ایمان میں سچا ہے اور کون جھوٹا! اور کون رغبت سے ایمان لایا اور کون خوف سے اسلام لایا اسے سب معلوم ہے۔ (ایسر التفاسیر:1508)

(3) اللہ تعالیٰ ان تمام امور کو جانتا ہے جو کائنات کے اندر چھپے ہوئے اور مخلوق سے مخفی ہیں، جو سمندروں کی موجوں میں، بیابانوں کی سختیوں میں، رات کے اندھیروں میں اور دن کی روشنیوں میں ہیں۔ وہ بارش کے قطروں، ریگزاروں کے ذروں، سینوں کے بھیدوں اور تمام چھپے ہوئے امور کو جانتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2598/3)

(4) ﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ "اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے جملہ اعمال جو تم کرتے ہو کو دیکھتا ہے علانیہ ہوں یا چھپ کر، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہوں یا معصیت میں، وہ تمام اعمال کو دیکھنے والا ہے اور ان کا بدلہ دینے والا ہے۔ بھلائی کا بدلہ بھلائی سے برائی کا بدلہ برائی سے۔ (جامع البیان:151/26)

(5) وہ تمہارے اعمال کو شمار کرتا ہے، وہ تمہیں پورے پورے لوٹائے گا اور اپنی بے پایاں رحمت اور حکمتِ بالغہ کے تقاضوں کے مطابق تمہیں ان اعمال کی جزا دے گا۔ (تفسیر سعدی:2589/3)

(6) اس آیت میں دوسری دفعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وسیع علم کی خبر دی کہ تمام آسمان و زمین کے غیب سے وہ واقف اور آگاہ ہے اور تمہارے ایک ایک عمل سے باخبر ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1917/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رُكُوْعَاتُهَا 3 سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ اٰيَاتُهَا 45

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس میں تین رکوع اور 45 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 50 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 34 ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا عبیداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، رسول اللہ ﷺ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کی نماز میں کیا پڑھتے تھے؟ انہوں نے بتایا، آپ ان میں ﴿قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ﴾ اور ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ پڑھتے تھے۔ (مسلم: 891)

(2) سیدہ عمرہ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہا کی بہن کہتی ہیں کہ میں نے سورہ ﴿قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ﴾ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سن کر یاد کی ہے۔ ہر خطبہ جمعہ میں منبر پر اس سورت کو پڑھنا آپ ﷺ کا معمول تھا۔ (مسلم: 872)

(3) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز میں سورہ ﴿قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ﴾ پڑھتے تھے اور اس کے بعد کی باقی نمازیں ہلکی پڑھتے تھے۔ (مسلم: 458)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ﴾

”ق۔ قسم ہے قرآنِ مجید کی جو بڑی شان والا ہے“ (1)

سوال 1: قرآن بڑی شان والا ہے، اس کی وضاحت ﴿قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قٓ﴾ حروف مقطعات میں سے ایک ہے جس کے معنی کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(2) ﴿وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ﴾ ”قسم ہے قرآنِ مجید کی جو بڑی شان والا ہے“ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کوئی چیز نہ اس سے احسن ہے اور نہ اس سے افضل ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم ابن ابی حاتم: 3307/10)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(3) قرآن مجید کی ایک صفت ''مجید'' بھی ہے۔یعنی بلند مرتبہ اور کثیر العطاء۔قرآن کا نظم اور معنی کے اعتبار سے اعجاز اس کے بلند مرتبہ ہونے کی دلیل ہے اور قرآن مجید کی اس اتباع سے جو فوائد اور منافع حاصل ہوتے ہیں وہ بجائے خود ہی اس کے کثیر العطاء ہونے کی دلیل ہیں۔اس بناء پر قرآن مجید کو ہی نبی ﷺ کی رسالت پر بطور دلیل پیش کیا گیا ہے اور پھر بتایا کہ یہ پیغمبر تم ہی میں سے ہے۔اس کی باتوں پر غور کرو۔(ترجمان القرآن:3/405)

(4) یعنی اس کے معانی بہت وسیع، عظیم اور اس کے پہلو بے شمار ہیں، اس کی برکات بے پایاں اور اس کی عنایات بہت زیادہ ہیں۔(مجد) کا معنی ہے اوصاف کی وسعت اور ان کی عظمت۔(مجد) سے موصوف ہونے کا سب سے زیادہ مستحق کلام اللہ یعنی قرآن ہے جو اولین و آخرین کے علوم پر مشتمل ہے، جس کی فصاحت کامل ترین، جس کے الفاظ عمدہ ترین اور جس کے معانی عام اور حسین ترین ہیں۔یہ اوصاف اس کی کامل اتباع، اس کی فوری اطاعت اور اللہ تعالیٰ کے احسان پر شکر کے موجب ہیں۔مگر اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے۔(تفسیر سعدی:3/2599)

(5) عزت والے قرآن کی قسم جو حق ہے، عزت اور حکمت والے رب کی طرف سے اتارا گیا۔

سوال 2: قرآنِ مجید کی قسم کس بات پر کھائی گئی ہے؟

جواب: قرآنِ مجید کی قسم جس بات پر کھائی گئی ہے آیت میں وہ بات موجود نہیں ہے البتہ بعد میں جو بات کی گئی وہ اس کا جواب ہے یعنی نبوت اور مرنے کے بعد جی اٹھنے کے ثبوت کے طور پر قسم کھائی گئی۔

﴿بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ﴾

''بلکہ انہوں نے تعجب کیا کہ اُن کے پاس اُن ہی میں سے ایک خبردار کرنے والا آ گیا تو کافروں نے کہا کہ یہ بڑی عجیب چیز ہے''(2)

سوال: کافر انسانوں میں سے رسول آنے پر تعجب کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿بَلْ عَجِبُوْٓا ... عَجِيْبٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ﴾ ''بلکہ انہوں نے تعجب کیا کہ اُن کے پاس اُن ہی میں سے ایک خبردار کرنے والا آ گیا'' نبی ﷺ کو جھٹلانے والے کافروں کو اس بات پر تعجب ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول آ گیا ہے جو بشر ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''تم ہمارے ہی جیسے انسان ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم محض جھوٹ بولتے ہو۔''(یٰسٓ:15)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2) رسول ان امور کے بارے میں تنبیہ کرتا ہے جو نقصان دہ ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ ''تاکہ آپ اس قوم کو خبردار کردیں جن کے باپ دادا کو خبردار نہ کیا گیا تھا تو وہ غافل ہیں۔'' (یٰسٓ:6) (3) وہ ایسے کاموں کا حکم دیتا ہے جو مفید ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرادو اور بشارت دے دو اُن لوگوں کو جو ایمان لائے کہ یقیناً اُن کے لیے ان کے رب کے پاس سچا مرتبہ ہے۔ کافروں نے کہا بے شک یہ ضرور کھلا جادوگر ہے۔'' (یونس:2)

(5) ﴿فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ﴾ ''تو کافروں نے کہا کہ یہ بڑی عجیب چیز ہے'' یعنی جو لوگ بعث کا انکار کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ بڑی انوکھی چیز ہے۔

(6) ان کا اس کو انوکھا اور نادر سمجھنا دو امور میں سے کسی ایک پر مبنی ہے۔ (i) یا تو وہ اپنے تعجب اور اسے انوکھا سمجھنے میں سچے ہیں، تب یہ چیز ان کی جہالت اور کم عقلی پر دلالت کرتی ہے، اس پاگل اور مجنون شخص کی مانند، جو عقل مند شخص کے کلام پر تعجب کرتا ہے، اس بزدل شخص کی مانند جو شہسوار کے شہسواروں کے ساتھ بھڑ جانے پر تعجب کرتا ہے اور اس کنجوس کی مانند جو سخی لوگوں کی سخاوت پر تعجب کرتا ہے، جس کا حال یہ ہو، اس کے تعجب کرنے سے کون سا نقصان ہے؟ کیا اس کا تعجب اس کی بہت زیادہ جہالت اور اس کے ظلم کی دلیل نہیں؟ (ii) یا ان کا تعجب اس لحاظ سے ہے کہ وہ اس بارے میں اپنی غلطی کو جانتے ہیں، تب یہ سب سے بڑا اور بدترین ظلم ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2599)

﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ﴾

''کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی ہوجائیں گے؟ یہ واپسی بہت دور ہے'' (3)

سوال: کافر حیات بعد الموت پر تعجب کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿ءَاِذَا مِتْنَا ... بَعِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ﴾ ''کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی ہوجائیں گے؟ یہ واپسی بہت دور ہے'' انہوں نے موت کے بعد کی زندگی کو ناممکن سمجھا ہے اور کہا جب ہم مر کر مٹی ہوجائیں گے تو کیا دوبارہ پیدا کیے جائیں گے؟ یہ واپسی تو بعید از امکان ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)انہوں نے اس ہستی کی قدرت کو، جو ہر چیز پر قادر اور ہر لحاظ سے کامل ہے، محتاج بندے کی قدرت پر قیاس کیا ہے جو ہر لحاظ سے عاجز ہے اور جاہل کو، جسے کسی چیز کا علم نہیں، اس ہستی پر قیاس کیا ہے جو ہر چیز کا علم رکھتی ہے اور برزخ میں قیام کی مدت کے دوران، زمین ان کے اجساد میں جو کمی کرتی ہے، وہ اسے بھی جانتی ہے۔(تفسیر سعدی:2600/3)

(3)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الروم:27)

(4)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور کیا بھلا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (الاحقاف:33)

(5)سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''(پہلے لوگوں میں سے) ایک شخص مرنے لگا تو جب اپنی زندگی سے ناامید ہو گیا تو اپنے گھر والوں کو یہ وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو بہت ساری لکڑیاں اکٹھی کرنا، پھر آگ سلگانا (مجھے اس میں ڈال دینا) جب آگ میرا گوشت کھا کر ہڈی تک پہنچ جائے اور ہڈی بھی جل کر کوئلہ ہو جائے تو ہڈیاں لے کر خوب پیسنا پھر جس دن زور کی ہوا چلے دیکھتے رہنا، اس دن وہ راکھ دریا میں اڑا دینا (کچھ ہوا میں پھیل جائے اور کچھ سمندر میں) اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا سارا بدن اکٹھا کر لیا اور اس سے فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ پروردگار تیرے ڈر سے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔'' (بخاری:3452)

﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ﴾

''بلاشبہ ہمیں معلوم ہے جتنا زمین اُن میں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک محفوظ کرنے والی کتاب ہے'' (4)

سوال: ﴿قَدْ عَلِمْنَا ... حَفِيْظٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ﴾ ''بلاشبہ ہمیں معلوم ہے جتنا زمین اُن میں سے گھٹاتی ہے'' یعنی ہمیں علم ہے کہ زمین میں ان کے جسموں کے ذرات کہاں کہاں ہیں اور کس حالت میں ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ﴾ ''اور ہمارے پاس ایک محفوظ کرنے والی کتاب ہے''یعنی ہمارے پاس تقدیر کی کتاب ہے جس میں ہر چیز لکھی ہوئی ہے اور ہمارا علم سب کو گھیرے ہوئے ہے۔

(3)یعنی زمین کا کھایا ہوا ہمارے سامنے ہے۔ہمیں معلوم ہے کہ زمین ان کے چمڑے، گوشت، ہڈیاں اور بال کھاجاتی ہے پھر ان کے جسموں کے ذرات کہاں بکھر جاتے ہیں اور کس حال میں ہوتے ہیں۔ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو اس کی محافظ ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب میں درج کر رکھا ہے یعنی جو کچھ ان کی زندگی اور موت میں ان کے ساتھ وقوع پذیر ہوگا، اس کے بارے میں یہ کتاب ہر قسم کے تغیر وتبدل سے محفوظ ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کے کامل اور وسیع علم کے ذریعے سے، جس کا اس کے سوا اور کوئی احاطہ نہیں کرسکتا، اس کی مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت پر استدلال ہے۔(تفسیر سعدی:2600/3)

﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ﴾

''بلکہ اُنہوں نے سچی بات کو جھٹلایا جب کہ وہ اُن کے پاس آئی چنانچہ وہ ایک الجھے ہوئے معاملے میں ہیں''(5)

سوال:﴿بَلْ كَذَّبُوْا...مَّرِيْجٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ﴾ ''بلکہ اُنہوں نے سچی بات کو جھٹلایا جب کہ وہ اُن کے پاس آئی''یعنی مشرکوں نے حق کو جھٹلایا اور اس کے بعد کہ ان کے پاس سب سے بڑی سچائی آگئی انہوں نے اسے نہیں مانا۔

(2)﴿فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ﴾ ''چنانچہ وہ ایک الجھے ہوئے معاملے میں ہیں''﴿مَّرِيْجٍ﴾یعنی مختلف منکر، مضطرب، اور خلط ملط۔

(3)یعنی وہ ایک مختلف اور مشتبہ معاملے میں پڑے ہوئے ہیں، کسی چیز پر انہیں ثبات حاصل ہے نہ قرار۔کبھی تو آپ کے بارے میں الزام تراشی کرتے ہوئے کہتے ہیں:''تو جادوگر ہے''کبھی کہتے ہیں:''تو پاگل ہے''اور کبھی کہتے ہیں:''تو شاعر ہے''اسی طرح انہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا، ہر کسی نے اپنی فاسد رائے کے تقاضے کے مطابق اس میں کلام کیا۔ اسی طرح ہر وہ شخص جس نے حق کی تکذیب کی، وہ مشتبہ معاملے میں پڑا ہوا ہے، اسے کوئی راہ سجھائی دیتی ہے نہ قرار آتا ہے، اس لئے تو ان کے معاملات کو باہم متناقض اور افک وبہتان پر مبنی پائے گا۔جو کوئی حق کی اتباع اور اس کی تصدیق کرتا ہے، اس کا معاملہ درست اور اعتدال کی راہ پر ہوتا ہے، اس کا فعل اس کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2600/3)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ (٨) يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ (٩)﴾ ''بلا شبہ تم یقیناً مختلف باتوں میں پڑے ہوئے ہو۔اس(قیامت)سے وہی بہکایا جاتا ہے جو پہلے ہی بہکا دیا گیا۔''(الذاریات:9،8)

13

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(5) قرآن کی اتباع سے وہی رکتا ہے جس کو بھلائی سے موڑ دیا گیا ہو۔ (مختصر ابن کثیر: 1919/2)

﴿اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا وَ

''تو کیا اُنہوں نے اپنے اوپر آسمان نہیں دیکھا؟ کس طرح ہم نے اُسے بنایا؟ اور ہم نے اُسے زینت دی؟ اور

مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ﴾

اُس کے لیے کوئی شگاف نہیں ہے'' (6)

سوال: آسمان اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر قدرت کا نمونہ ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا... فُرُوْجٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا﴾ ''تو کیا اُنہوں نے اپنے اوپر آسمان نہیں دیکھا؟ کس طرح ہم نے اُسے بنایا'' یعنی جن لوگوں کو موت کے بعد کی زندگی پر یقین نہیں آتا، جنہیں رسول کے آنے پر تعجب ہے اور بعث کو محال سمجھ رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اس سے زیادہ بڑے نشان یعنی اپنے سروں پر آسمان کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے اسے کیسے بنایا یعنی اس کی بناوٹ پر غور کرو کہ گول اور ہموار ہے، جو اپنے کناروں پر برابر اور مضبوط ہے۔

(2) ﴿وَزَيَّنّٰهَا﴾ ''اور ہم نے اُسے زینت دی'' اور ہم نے کیسے اسے تاروں سے زینت دی ہے۔ وہ تارے جو چلتے اور غائب ہو جاتے ہیں، جو جگہ جگہ روشن نظر آتے ہیں۔

(3) ﴿وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ﴾ ''اور اُس کے لیے کوئی شگاف نہیں ہے'' یعنی آسمان میں نہ کوئی شگاف ہے اور نہ دراڑ۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝﴾ ''وہ ذات جس نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے تم رحمان کی تخلیق میں کوئی کمی بیشی نہ دیکھو گے، پھر تم نگاہ لوٹاؤ! کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟ پھر بار بار نگاہ لوٹاؤ! نگاہ تمہاری طرف نامراد ہو کر اس حال میں کہ وہ تھکی ہوئی ہو گی پلٹ آئے گی اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے سجایا ہے اور ہم نے اُن کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے اور ہم نے اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (الملک: 3-5)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ﴾

''اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں گڑے ہوئے پہاڑ رکھے اور اس میں ہر قسم کی خوش نما چیز اُگا دی'' (7)

سوال 1: زمین اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر قدرت کا نمونہ ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالْاَرْضَ ... بَهِيْجٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا﴾ ''اور زمین کو ہم نے پھیلایا'' یعنی زمین کی طرف دیکھیں، کیسے ہم نے اسے کھینچ کر پھیلا دیا، وہ کتنی کشادہ ہے۔ ہر جاندار کے لیے اس کے مصالح زمین میں موجود ہیں۔ کیسے رب العزت نے زمین کو سکون اور قرار کی جگہ بنا دیا۔

(2) ﴿وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ﴾ ''اور اس میں گڑے ہوئے پہاڑ رکھے'' یعنی زمین میں جگہ جگہ پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا۔ اس میں ایسے پہاڑ ہیں جن کی وجہ سے زمین ٹھہری رہے اور ہلے نہیں۔

(3) ﴿وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ﴾ ''اور اس میں ہر قسم کی خوش نما چیز اُگا دی'' یعنی زمین پر انسانوں اور جانوروں کے فائدے کے لیے مختلف طرح کی کھیتیاں اگائیں اور قسم قسم کے پھل اور نباتات پیدا کر دیں۔

(4) ﴿بَهِيْجٍ﴾ سے مراد خوب صورت، خوش نما، خوش منظر اور رونق دار۔ (سراج المنیر: 1920/2)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور ہر چیز سے ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو۔'' (الذاریات: 49)

(6) زمین کا بچھانا، پہاڑوں کا جمانا اور خوش منظر نباتات کا اُگانا، یہ سب کچھ بصیرت کے لیے ہے، یاددہانی کے لیے ہے، رب کو پہچاننے اور اُس کی طرف لوٹ جانے کے شعور کو پانے کے لیے ہے۔

سوال 2: آسمان اور زمین کا مشاہدہ کرنے سے انسان کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟

جواب: آسمان اور زمین کے مشاہدے اور بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھنے سے (1) انسان کے اندر بصیرت پیدا ہوتی ہے۔ (2) اس کی سمجھ روشن ہوتی ہے۔ (3) اور وہ نصیحت ماننے کو تیار ہوتا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1920/2)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی بڑی بڑی نشانیاں بصیرت اور نصیحت قبول کرنے کے لیے بنائیں، ان نشانیوں سے کون فائدہ اُٹھا سکتا ہے؟

جواب: (1) نشانیوں سے وہی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حد سے آگے نہ گزرے۔

(2) جس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والا ہو اور عاجزی اور بے بسی کا اظہار کرنے والا ہو۔ (مختصر ابن کثیر: 1926/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ﴾

''دکھانے اور یاد دلانے کے لیے ہر اس بندے کو جو رجوع کرنے والا ہے''(8)

سوال1:﴿تَبْصِرَةً... مُّنِيْبٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَبْصِرَةً﴾''دکھانے کے لیے''یعنی جس کے ذریعے بندہ جہالت کے اندھے پن میں بصیرت حاصل کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2600/3)

(2)﴿وَّ ذِكْرٰى﴾''اور یاد دلانے کے لیے''یعنی جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خبروں سے نصیحت حاصل کرتا ہے، وہ نصیحت جو دین و دنیا میں فائدہ دیتی ہے۔

(3)﴿لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ﴾''ہر اس بندے کو جو رجوع کرنے والا ہے''یعنی نصیحت اس کے لیے مفید ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف محبت، خوف اور رجا کے ساتھ توجہ کرنے والا ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی ہر آواز پر لبیک کہنے والا ہو۔

سوال2: آسمان اور زمین کی پیدائش تَبْصِرَةً یعنی بصیرت اور ذِكْرٰى یعنی یاد دہانی کا ذریعہ کیسے بنتی ہے؟

جواب: اس کائنات کی ہر چیز کا نقص سے خالی ہونا اور انسانی ضرورتوں کے مطابق ہونا ہر اُس شخص کے لئے بصیرت اور یاد دہانی کا ذریعہ بنتا ہے جو رجوع کرنے والا ہو، جو سنجیدگی کے ساتھ غور و فکر کرنے والا ہو۔ جو کائنات کے نظام پر غور کرتا ہے وہ اس کے خالق کو پالیتا ہے اور دنیا میں آخرت کی جھلک دیکھ لیتا ہے۔ شرط رجوع کی ہے۔

﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِيْدِ﴾

''اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا پھر اُس کے ذریعے باغات اور کاٹی جانے والی فصل کے دانے اُگا دیے''(9)

سوال: اللہ تعالیٰ ہی نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا، اس کی وضاحت﴿وَنَزَّلْنَا... الْحَصِيْدِ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا﴾''اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا''یعنی رب العزت نے آسمان سے کثیر، نفع بخش اور برکت والا پانی اتارا۔(2) یہی پانی ہے جس کے نتیجے میں زمین پر دریا بہتے ہیں۔

(3)﴿فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِيْدِ﴾''پھر اُس کے ذریعے باغات اور کاٹی جانے والی فصل کے دانے اُگا دیے''اس پانی سے ہرے بھرے باغات، لہلہاتے کھیت اور کھجوروں کے لمبے لمبے درخت پیدا کیے۔

(4) اس پانی میں زندگی کا راز ہے۔ اسی کے ذریعے باغات اور کٹنے والی کھیتیاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تیار ہوتی ہیں۔ اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ذریعے کھجوروں کے درخت اوران کے پختہ پھلوں کو پیدا کیا جاتا ہے۔ پانی جس کا کوئی رنگ نہیں اُس سے کتنے رنگ جنم لیتے ہیں، پانی جس کی کوئی بو نہیں اس سے کتنی خوشبوئیں جنم لیتی ہیں اور پانی جس کا کوئی ذائقہ نہیں اس سے کتنے ذائقے جنم لیتے ہیں۔ یقیناً پانی مبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے برکت والا بنایا ہے۔

(5) رب العزت اس پانی کے ذریعے کھیتی کا اناج ہم تک پہنچاتے ہیں۔

﴿وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ﴾

''اور بلند و بالا کھجوروں کے درخت جن کے شگوفے تہ بہ تہ ہیں''(10)

سوال: کھجور کے درختوں کا خاص طور پر تفصیل سے تذکرہ کس مقصد کے لئے کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالنَّخْلَ ... نَّضِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ﴾ ''اور بلند و بالا کھجوروں کے درخت جن کے شگوفے تہ بہ تہ ہیں'' ﴿طَلْعٌ﴾ کھجور کے اس گدرے گدرے پھل کو کہتے ہیں جو پہلے پہل لگتا ہے۔ (2) (i) کھجور کے درختوں کا خاص طور پر تفصیل سے تذکرہ عرب میں کھجور کی خاص اہمیت کی وجہ سے کیا گیا۔ (ii) یہ تذکرہ مبارک پانی کی وجہ سے آنے والی تبدیلیوں پر غور و فکر کرنے کے لیے کیا گیا۔

(3) یعنی اللہ تعالیٰ نے کھجور کے بلند و بالا درخت پیدا کیے جن میں طرح طرح کی کھجوریں اور تہ بہ تہ خوشے لگتے ہیں۔

﴿رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾

''جو بندوں کے لیے رزق ہے اور اس کے ذریعے ہم نے ایک مردہ زمین کو زندہ کر دیا، اسی طرح (زمین سے) نکلنا ہوگا''(11)

سوال: ﴿رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ... الْخُرُوْجُ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ﴾ ''جو بندوں کے لیے رزق ہے'' یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین اگاتی ہے اس میں بندوں کی روزیاں ہیں خواہ وہ مومن ہوں یا کافر۔ مومن کھا کر شکر ادا کرتا ہے اور کافر کھا کر ناشکری اور دینے والے ہی کا انکار کر دیتا ہے۔ (2) ﴿وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا﴾ ''اور اس کے ذریعے ہم نے ایک مردہ زمین کو زندہ کر دیا'' یعنی اس پانی کے ذریعے سے ہم مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں۔ پھر اس سے طرح طرح کی خوش نما بوٹیاں اگتی ہیں، رنگ رنگ کے پھول اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ﴾''اسی طرح (زمین سے) نکلنا ہوگا''یعنی جس طرح ہم مردہ زمین کے پانی سے نباتات اگاتے ہیں اسی طرح قیامت کے دن تمہیں تمہاری قبروں سے نکالیں گے۔آسمان سے بارش آئے گی پھر تم بھی زمین سے ایسے ہی اگو گے جیسے سبزی اگتی ہے۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾''اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ بلاشبہ آپ زمین کو بنجر دیکھتے ہیں پھر جب ہم اُس پر پانی نازل کرتے ہیں تو وہ لہلہاتی اور پھولتی ہے، بے شک جس نے اُس کو زندہ کیا، یقیناوہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناوہ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔''(حم السجدۃ:39)

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''صور کے دونوں پھونکوں کے بیچ میں چالیس کا فرق ہوگا۔''لوگوں نے کہا:اے ابو ہریرہ! چالیس دن کا؟انہوں نے کہا:میں نہیں کہتا، پھر لوگوں نے کہا: چالیس مہینے کا؟ انہوں نے کہا: میں نہیں کہتا، پھر لوگوں نے کہا: چالیس برس کا؟ انہوں نے کہا: میں نہیں کہتا، (یعنی مجھے اس کا تعین معلوم نہیں)۔''پھر آسمان سے ایک پانی برسے گا اس سے لوگ ایسے پیدا ہوں گے جیسے سبزہ اگ آتا ہے۔''انہوں نے کہا: ''آدمی کے بدن میں کوئی چیز ایسی نہیں جو گل نہ جائے مگر ایک ہڈی وہ ریڑھ کی ہڈی ہے، اسی ہڈی سے قیامت کے دن لوگ پیدا ہوں گے۔''(نووی رحمہ اللہ نے کہا:اس میں سے پیغمبر مستثنیٰ ہیں ان کے اجسام کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے)۔''(مسلم:2955)

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ﴾

''اُن سے پہلے قومِ نوح اور اصحاب الرّس اور ثمود نے جھٹلایا''(12)

سوال:اہل مکہ سے پہلے قوم نوح، اصحاب الرس اور ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا،اس کی وضاحت ﴿كَذَّبَتْ...وَثَمُوْدُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ﴾''اُن سے پہلے قومِ نوح اور اصحاب الرّس اور ثمود نے جھٹلایا''یعنی اے ہمارے رسول ﷺ! آپ کی قوم سے پہلے قوم نوح، قوم ثمود اور اصحاب الرّس نے بھی بعث، توحید اور نبوت کو جھٹلایا۔

(2)امام ابن جریر کی تحقیق کے مطابق اصحاب الرّس اصحاب الاخدود ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)اللہ تعالیٰ قریش کو ان عذابوں سے ڈرا رہا ہے جو دنیا میں ان سے پہلے ان جیسے جھٹلانے والوں پر آ چکے ہیں۔مثلاً قوم نوح کو ایک عام سیلاب میں ڈبو دیا گیا جو اس وقت آباد زمین پر پھیلا ہوا تھا۔اسی طرح اصحاب الرس اور قوم ثمود کو تباہ کر دیا گیا۔(مختصر ابن کثیر:2/1921)(4)اس آیت سے آخرت کے امکان پر تاریخی استدلال ہے۔عرب اور اس کے گرد و پیش کی قوموں کے تاریخی انجام کو بطور دلیل پیش کیا ہے کہ آخرت کا عقیدہ عین حقیقت کے مطابق ہے کیونکہ اس کے منکرین میں ایسا اخلاقی بگاڑ پیدا ہوا کہ وہ بالآخر برباد ہو گئے۔(ترجمان القرآن:3/407,406)

﴿وَعَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ﴾

''اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں نے''(13)

سوال:عاد،فرعون اور قوم لوط کو رسولوں کو جھٹلانے پر ہلاک کر دیا گیا،اس کی وضاحت ﴿وَعَادٌ...لُوْطٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَعَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ﴾''اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں نے''یعنی عاد،فرعون اور برادران لوط سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

(2)برادران لوط سے مراد سیدنا لوط علیہ السلام کے امتی ہیں یعنی سدوم والے جنہیں زمین میں دھنسا دیا گیا پھر اس زمین کو ایک سڑا ہوا بدبودار بحیرہ بنا دیا گیا۔یہ سارا وبال ان کے کفر،سرکشی اور حق کی مخالفت کا تھا۔(مختصر ابن کثیر:2/1921)

﴿وَّ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ﴾

''اور اہل ایکہ اور قوم تبع نے،ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو میری وعید سچ ثابت ہوئی''(14)

سوال:ایکہ والوں اور قوم تبع کو بھی تباہ کر دیا گیا،اس کی وضاحت ﴿وَّ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ...وَعِیْدِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَّ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ﴾''اور اہل ایکہ''اصحاب الایکہ سے مراد سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم ہے جو جنگل میں رہتی تھی۔

(2)﴿وَقَوْمُ تُبَّعٍ﴾''اور قوم تبع نے''تبع یمن کے بادشاہوں کا لقب تھا جیسے مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا۔قوم تبع سے مراد قوم سبا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ﴾ ''ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو میری وعید سچ ثابت ہوئی'' سب قوموں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مبعوث کیا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی وعید اور اس کی سزا واجب ہوگئی۔

(4) سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم اصحاب الایکہ اور تبع والوں کو رب العزت نے تباہ کر دیا۔ یہ سارا وبال ان کے کفر، سرکشی اور حق کی مخالفت کا تھا۔

(5) محمد ﷺ کو جھٹلانے والوں کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ تم گزرے ہوئے لوگوں سے بہتر نہیں ہو۔ اس لیے جھٹلانے کے جرم سے بچو، ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو گزرے ہوئے لوگوں پر نازل ہوا تھا۔

ع 1 15 15

﴿اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾

''تو کیا ہم پہلی بار کی تخلیق سے تھک گئے ہیں؟ بلکہ وہ ایک نئی تخلیق سے شک میں ہیں'' (15)

سوال: اللہ تعالیٰ کے لیے دوبارہ پیدا کرنا آسان ہے، اس کی وضاحت ﴿اَفَعَيِيْنَا ... جَدِيْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ﴾ ''تو کیا ہم پہلی بار کی تخلیق سے تھک گئے ہیں'' اللہ رب العزت نے پہلی پیدائش کے ذریعے آخرت کی تخلیق پر عقلی استدلال کیا ہے۔ جس طرح تمہارا رب عدم سے وجود میں لاتا ہے اسی طرح موت کے بعد وہ دوبارہ زندگی عطا کرے گا۔ (2) اللہ تعالیٰ کو نہ پہلی تخلیق نے تھکایا ہے نہ کوئی کام اسے تھکا سکتا ہے۔ دوبارہ پیدا کرنا پہلی بار کی پیدائش سے زیادہ آسان ہے۔ اعادہ ابتداء سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان تر ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الروم:27)

(4)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور کیا بھلا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الاحقاف:33)

(5)﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ﴾ ''اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے یقیناً چھ دنوں میں پیدا کر دیا اور ہمیں تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں۔'' (ق:38)

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے ابن آدم نے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہیں تھا۔ مجھے اس نے گالی دی حالانکہ اس کے لیے یہ بھی مناسب نہیں تھا۔ مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ میں اس کو دوبارہ نہیں پیدا کروں گا حالانکہ میرے لیے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ نے اپنا بیٹا بنایا ہے حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں، نہ میرے لئے کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرے برابر ہے۔'' (بخاری:4974)

(7) ﴿بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ ''بلکہ وہ ایک نئی تخلیق سے شک میں ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر نئی تخلیق کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (۷۸) قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ (۷۹)﴾ ''اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔'' (یٰسٓ:79,78)

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اُن کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم رگِ جان

اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾

سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں'' (16)

سوال: اللہ تعالیٰ مختار مطلق اور قادر مطلق ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے'' یعنی ہم نے مخلوق میں اپنی سنت کے مطابق اپنی قدرت اور علم سے، حکمت کے تقاضے کے مطابق انسان کو تخلیق کیا اور اسے بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ (ایسر التفاسیر:1514)

(2) اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنے اختیار اور قدرت کی خبر دی ہے کہ وہ انسان کا خالق ہے اور وہ اس کے تمام امور کا اپنے علم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ احاطہ کیے ہوئے ہے حتیٰ کہ اس کے دل میں پیدا ہونے والے اچھے برے خیالات سے بھی وہ آگاہ ہے جیسا کہ فرمایا:

(3)﴿وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ﴾ ''اور ہم اُن کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم انسان کے دلی خیالات اور رجحانات کو، رازوں، ارادوں اور اس کی تمام باتوں کو جانتے ہیں۔

(4) انسان کے نفس میں کیا خیالات آتے ہیں، اس کا نفس اسے کیسے وسوسوں میں مبتلا کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان سارے حالات کو جانتا ہے۔

(5) ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں مسجد نبوی میں آپ ﷺ سے ملنے آئی جبکہ آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں واپس آنے لگی تو آپ ﷺ میرے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے تا کہ مجھے گھر پہنچائیں۔ جب ہم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے قریب پہنچے تو دو انصاری مرد (سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباد بن بشر رضی اللہ عنہ) ملے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا اور آگے نکل گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا ''ذرا ٹھہر جاؤ، یہ عورت میری بیوی ہے'' انہوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کا یہ وضاحت فرمانا انہیں شاق گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان خون کی طرح آدمی کے بدن کی ہر رگ میں پہنچتا ہے۔ میں ڈرا کہ کہیں تمہارے دل میں کوئی وسوسہ نہ ڈال دے۔'' (بخاری:3101)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دل میں آنے والے خیالات سے درگزر فرمالیا ہے، جب تک کہ وہ زبان سے وہ بات نہ نکالیں یا اس پر عمل نہ کریں۔'' (بخاری:2528)

(7)﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ ''اور ہم رگِ جان سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں'' یعنی جو انسان کے سب سے قریب والی رگ ہے۔ اس سے مراد وہ رگ ہے جس نے سینے کے گڑھے کا احاطہ کر رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی:2604/3)

(8) ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

(9) رب العزت نے مرنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور ہم تم سے زیادہ اُس کے قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے۔'' (الواقعہ:85)

﴿اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ﴾

''جب کہ دو ضبط کرنے والے اُس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ضبط کرتے رہتے ہیں'' (17)

سوال: نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کے بارے میں وضاحت ﴿اِذْ يَتَلَقَّى ... قَعِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ﴾ ''جب کہ دو ضبط کرنے والے اُس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ضبط کرتے رہتے ہیں'' دو لینے والوں سے مراد وہ دو فرشتے ہیں جو انسان کا نامہ اعمال لکھتے ہیں یعنی کراماً کاتبین۔ ایک دائیں کندھے پر اور ایک بائیں پر بیٹھا ہوا ہے اور انسان کی ایک ایک بات اور ایک ایک عمل لکھا جا رہا ہے۔ دائیں جانب کا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں جانب کا برائیاں لکھتا ہے اور ان میں سے ہر ایک مستعد ہے۔(2) انسانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ کراماً کاتبین کی عزت کریں اور ہر ایسے قول اور فعل سے بچیں جس سے رب العالمین ناراض ہوں اور فرشتے اسے لکھ لیں۔

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾

''کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اُس کے پاس ہوتا ہے'' (18)

سوال: انسان کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ ریکارڈ ہو رہا ہے، اس کی وضاحت ﴿مَا يَلْفِظُ ... عَتِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ﴾ ''کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا'' یعنی انسان کی زبان سے ادھر خیر یا شر کا کوئی لفظ نکلا۔

(2)﴿اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ ''مگر ایک تیار نگران اُس کے پاس ہوتا ہے'' یعنی ادھر نگران فرشتے موجود ہوتے ہیں جو اسی کام پر مقرر ہیں، وہ کچھ بھی لکھے بغیر نہیں چھوڑتے۔ انسان کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ ریکارڈ ہو رہا ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ (١٠) كِرَامًا كَاتِبِيْنَ (١١) يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (١٢)﴾

''حالانکہ یقیناً تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ معزز لکھنے والے، وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔'' (الانفطار:10-12)

(4) اللہ تعالیٰ کے فرشتے کسی قول اور فعل کو لکھے بغیر نہیں چھوڑتے۔ انسان کو خبر تک نہیں ہوتی اور اس کی زندگی کے لمحے لمحے کو ریکارڈ کر لیا جاتا ہے۔ قیامت کے دن اس کا ریکارڈ سامنے لا کر رکھ دیا جائے گا۔

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ فرشتہ اس کی ہر بات لکھتا ہے حتیٰ کہ اس کا یہ کہنا بھی میں نے کھانا کھایا، میں نے پانی پیا وغیرہ پھر جمعرات کے روز اپنا لکھا ہوا ریکارڈ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتا ہے اور پھر انہی باتوں کو باقی رکھتا ہے جن کا تعلق عقاب یا ثواب سے ہوتا ہے اور دوسری باتوں کو مٹا دیتا ہے یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا ''کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس امت کے دل میں آنے والے خیالات معاف کر دیے جب تک انہیں منہ سے نہ نکالے یا ان پر عمل نہ کرے۔'' (شوکانی، اشرف الحواشی:619/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) مسند احمد میں ہے انسان ایک کلمہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا کہہ گزرتا ہے جسے وہ کوئی بڑا اجر کا کلمہ نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اپنی رضامندی اس کے لیے قیامت تک کی لکھ دیتا ہے اور کوئی برائی کا کلمہ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا اسی طرح بے پرواہی سے کہہ گزرتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنی ناراضی اس پر اپنی ملاقات کے دن تک کی لکھ دیتا ہے۔

(7) امام حسن بصری رحمہ اللہ اس آیت کی تلاوت کر کے فرماتے تھے: اے ابن آدم! تیرے لیے صحیفہ کھول دیا گیا ہے اور دو بزرگ فرشتے تجھ پر مقرر کر دیئے گئے ہیں، ایک تیرے داہنے دوسرا بائیں۔ دائیں طرف والا تو نیکیوں کی حفاظت کرتا ہے اور بائیں طرف والا برائیوں کو دیکھتا رہتا ہے۔ اب تو جو چاہے عمل کی کمی کر یا زیادتی کر۔ جب تو مرے گا تو یہ دفتر لپیٹ دیا جائے گا اور تیرے ساتھ تیری قبر میں رکھ دیا جائے گا اور قیامت کے دن جب تو اپنی قبر سے اٹھے گا تو یہ تیرے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا (۱۳) اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (۱۴)﴾ ”انسان کی شامت اعمال کی تفصیل ہم نے اس کے گلے لگا دی ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے سامنے نامہ اعمال کی ایک کتاب پھینک دیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔ پھر اس سے کہیں گے کہ اپنی کتاب پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا حساب لینے کو کافی ہے۔“ (بنی اسرائیل: 13، 14) پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اس نے بڑا ہی عدل کیا جس نے خود تجھے ہی تیرا محاسب بنا دیا۔ (تفسیر ابن کثیر: 169/5)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ خیر کی بات کہے یا خاموش رہے۔“ (بخاری: 6018)

(9) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص مجھے اپنے دو جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) کی اور اپنی دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“ (بخاری: 6474)

(10) سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے نبی ﷺ! ہم جو کچھ کہتے ہیں کیا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ”تمھاری ماں تمہیں گم پائے، زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی کے علاوہ بھلا اور کون سی چیز لوگوں کو نتھنوں کے بل آگ میں گرائے گی؟“ (ترمذی: 2616)

(11) سیدنا بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انسان ایک لفظ بولتا ہے جو

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ہوتا ہے اُسے یہ یقین نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس پر قیامت تک کے لئے اپنی رضامندی لکھ دیتا ہے اور دوسرا انسان ایک لفظ بولتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قیامت تک اپنی ناراضی لکھ دیتا ہے۔'' علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کتنی ہی باتیں ہیں جن کے کہنے سے میں حارث رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے رُک گیا۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

﴿وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴾

''اور موت کی بے ہوشی حق لے کر آ پہنچی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا'' (19)

سوال 1: سکرات موت کے بیان ﴿وَجَآءَتْ... تَحِيْدُ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَآءَتْ﴾ ''اور آ پہنچی'' یعنی آج تو شک ہے، موت آئے گی تو یقین آئے گا۔

(2) ﴿سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ ''موت کی بے ہوشی حق لے کر'' یعنی کتنی ہی طویل عمر ہو موت تو آ کر ہی رہے گی۔ اس کا آنا حق ہے۔

(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے قریب پانی کا ایک پیالہ تھا، جب آپ ﷺ پر موت کی غشی طاری ہونے لگی تو آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کو اس پیالے میں داخل کر کے بھگوتے اور پھر اپنے چہرے پر ان گیلے ہاتھوں کو پھیرتے جاتے اور فرماتے جاتے: ''لا الہ الا اللہ'' موت کی بڑی سختیاں ہیں۔ (بخاری: 4449)

(4) اس وقت کہا جائے گا: ﴿ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴾ ''یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا'' یعنی یہی تو ہے جس سے تم بھاگتے تھے۔ آج نہ تم بھاگ سکتے ہو نہ چھپ سکتے ہو۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں بلاشبہ جس موت سے تم بھاگ رہے ہو تو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے پھر تم اس کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے تو وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے'' (الجمعہ: 8)

(6) ﴿قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر تم موت یا قتل سے بھاگو تو یہ فرار تمہیں ہرگز فائدہ نہیں دے گا اور تب تمہیں بہت ہی تھوڑا فائدہ پہنچایا جائے گا۔'' (الاحزاب: 16)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال2: موت کیسی حقیقت ہے؟

جواب: (1) موت ایسی حقیقت ہے جس سے ساری مخلوقات ڈرتی ہیں۔ (2) موت کا تصور ساری مخلوقات عام طور پر ذہن سے دور کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ (3) موت انسان کے لحہ بہ لحہ قریب آ رہی ہے۔

سوال3: انسان کا موت کے بارے میں کیا ردّعمل ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کے ردّعمل کو ظاہر کیا ہے کہ انسان موت سے بدکتا اور بھاگتا ہے لیکن بھاگتے بھاگتے بھی موت آ لیتی ہے۔

﴿وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ﴾

''اور صور میں پھونک دیا جائے گا، یہ وعدہ عذاب کے دن ہوگا'' (20)

سوال: ﴿وَنُفِخَ...الْوَعِيْدِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ﴾ ''اور صور میں پھونک دیا جائے گا'' قیامت کے قریب صور پھونکا جائے گا۔

(2) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ایک دیہاتی نے سوال کیا: یارسول اللہ ﷺ! صور کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔'' (ترمذی:3244)

(3) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں کیونکر آرام کروں حالانکہ نر سنگے والا نر سنگا منہ میں لیے ہوئے ہے یعنی صور اور اپنی پیشانی جھکائے ہوئے ہے اور کان لٹکائے ہوئے پھونکنے کے حکم کا منتظر ہے کہ فوراً پھونک دے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ہم کیا کہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا﴾ ''ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا وکیل ہے۔ ہم نے اللہ پر توکل کیا اور وہ ہمارا پروردگار ہے'' اور کبھی آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیا ہم نے۔'' (ترمذی:3243)

(4) ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ﴾ ''یہ وعدہ عذاب کے دن ہوگا'' یعنی یہ وہ دن ہے جب کافروں کو عذاب دیا جائے گا۔

(5) ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ (۶۸) وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (۶۹) وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (۷۰)﴾ ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو وہ بے ہوش ہو کر گر جائے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مگر جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اس میں دوسری بار صُور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء اور گواہوں کو لایا جائے گا اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا اور ہر شخص کو پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کیا اور وہ اُس کو خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔'' (الزمر:68-70)

﴿وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ﴾

''اور ہر شخص آئے گا اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا ہوگا'' (21)

سوال: سائق اور شہید کی وضاحت ﴿وَجَآءَتْ...وَّشَهِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ﴾ ''اور ہر شخص آئے گا اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا ہوگا'' ﴿سَآئِقٌ﴾ سے وہ فرشتہ مراد ہے جو انسان کو گھیر کر حشر کے میدان میں لائے گا۔ کوئی اس سے بچ کر نہیں رہ سکے گا۔

(2) ﴿وَّشَهِيْدٌ﴾ ''اور ایک گواہی دینے والا ہوگا'' شہید سے اس کے اعمال پر گواہ فرشتہ مراد ہے جو اس کے اچھے برے اعمال پر گواہ ہوگا۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی طرف اعتناء اور اس کی طرف سے ان کے اعمال کی حفاظت اور نہایت عدل وانصاف سے اس کو جزا وسزا دینے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندہ اس کا اہتمام کرے۔ (تفسیر سعدی:2605/3)

﴿لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ﴾

''بلاشبہ یقیناً اُس سے تو غفلت میں تھا سو ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا ہے تو تیری نگاہ آج خوب تیز ہے'' (22)

سوال: دنیا میں غفلت تھی، آج آنکھیں کھل گئیں، اس کی وضاحت ﴿لَقَدْ كُنْتَ...حَدِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُس سے تو غفلت میں تھا'' یہ خطاب کافر سے بھی ہے اور ہر نیک وبد سے بھی ہے۔ دنیا کے مقابلے میں آخرت ایسی ہے جیسے خواب کے مقابلے میں بیداری۔

(2) یعنی تم دنیا میں آخرت کی طرف سے غافل تھے۔

(3) ﴿فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ﴾ ''سو ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا ہے'' یعنی جس پردے نے تیرے دل کو ڈھانپ رکھا تھا آج وہ ہٹا دیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ﴾ ''تو تیری نگاہ آج خوب تیز ہے'' آج تمہاری نگاہ اتنی تیز ہے کہ تم دنیا میں جو کفر کرتے تھے اسے دیکھتے ہو اور مختلف قسم کے عذابوں کو دیکھ کر تم گھبرا رہے ہو اور یاد کر رہے ہو کہ دنیا میں کون کون سے فرائض سے غفلت برتی تھی۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ(۳۸) وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ(۳۹)﴾ ''کس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں اور آپ اُن لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیں جب معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔'' (مریم:39,38) (6)﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے۔ اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا ہے اور ہم نے سن لیا چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' (السجدہ:12)

﴿وَ قَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ﴾

''اور اُس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا: ''یہ حاضر ہے جو میرے پاس تھا'' (23)

سوال: فرشتہ قیامت کے دن اعمال نامہ پیش کر دے گا، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ...عَتِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَالَ قَرِيْنُهٗ﴾ ''اور اُس کا ساتھی (فرشتہ) کہے گا'' یعنی جس فرشتے کو جھٹلانے والے کافر پر مقرر کیا گیا تھا، قیامت کے دن وہ اس کے اعمال کی گواہی دے گا اور کہے گا۔

(2)﴿هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ﴾ ''یہ حاضر ہے جو میرے پاس تھا'' یعنی جس کام پر مجھے مقرر کیا گیا تھا وہ سب کچھ میں نے پیش کر دیا ہے۔ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے۔ اب اسے اس کے اعمال کی جزا دی جائے۔

﴿اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ﴾

''تم دونوں جہنم میں ڈال دو ہر زبردست ناشکرے کو، بہت عناد رکھنے والے کو'' (24)

سوال: ﴿اَلْقِيَا...عَنِيْدٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ﴾''تم دونوں جہنم میں ڈال دو''رب العزت ان دونوں کو حکم دیں گے کہ سرکش اور کافر کو جہنم میں ڈال دو۔(2)﴿كُلَّ كَفَّارٍ﴾''ہر زبردست ناشکرے کو''سے مراد بڑے کفر والا، کثرت سے کفر اور تکذیب کرنے والا۔ (3)﴿عَنِيْدٍ﴾''بہت عناد رکھنے والے کو''اس سے مراد حق کا مخالف اور جان بوجھ کر باطل کو حق پر ترجیح دینے والا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1924)

﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ﴾

''خیر سے بہت روکنے والے، حد سے گزرنے والے، شک کرنے والے کو''(25)

سوال:﴿مَّنَّاعٍ...مُّرِيْبِ﴾کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ﴾''خیر سے بہت روکنے والے''یعنی خیر کے کاموں کو کثرت سے روکنے والا۔

(2)یعنی وہ مال یا معروف کسی بھی چیز کو قطعاً دوسروں تک نہیں پہنچنے دیتا۔

(3)یعنی حقوق واجبہ ادا نہ کرنے والا، نہ کسی سے حسن سلوک کرنے والا، نہ صلہ رحمی کرنے والا، نہ صدقہ وخیرات کرنے والا۔(مختصر ابن کثیر:2/1924)

(4)﴿مُعْتَدٍ﴾''حد سے گزرنے والے''یعنی اسراف کرنے والا اور گفتگو میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پرواہ نہ کرنے والا۔

(5)وہ جو باطل پر خرچ کرتے ہوئے حد سے بڑھ جاتا ہے۔

(6)لوگوں پر ظلم کر کے ان کے حقوق غصب کرنے والا، ان کی عزتوں، جانوں اور مالوں میں انہیں اذیت دینے والا۔(ایسر التفاسیر:1515)

(7)﴿مُّرِيْبِ﴾''شک کرنے والے کو''یعنی اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعید میں شک کرنے والے کے پاس جو بھلائی موجود ہے وہ اسے روکتا ہے، جس میں سے سب سے بڑی بھلائی اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان ہے اور وہ اپنے مال اور بدن کے فائدے لوگوں تک پہنچنے سے روکتا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2606)

(8)اس میں کوئی ایمان ہے نہ احسان، بلکہ اس کا وصف کفر، عدوان، شک وریب، بخل اور رحمان کو چھوڑ کر خود ساختہ معبودوں کی عبادت کا ہے۔(9)اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت میں شک کرنے والا۔

﴿الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ﴾

''جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بنایا، سو تم دونوں اُسے سخت عذاب میں ڈال دو''(26)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: مشرک پر سخت عذاب ہوگا، اس کی وضاحت ﴿الَّذِیْ ... الشَّدِیْدِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ ''جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بنایا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کی عبادت کر کے شرک کرنے والا۔

(2) دوسروں کو نفع اور نقصان، زندگی اور موت اور دیگر قوتوں اور اختیارات کا مالک سمجھنے والا۔

(3) ﴿فَاَلْقِیٰهُ فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ﴾ ''سو تم دونوں اُسے سخت عذاب میں ڈال دو'' اس کے دونوں ساتھیوں سے کہا جائے گا اسے سب سے سخت اور برے عذاب میں ڈال دو۔

(4) انسان کا شرک اسے اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

(5) انسان جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے میں بڑی خوبیاں تلاش کرنا شروع کر دے تو اُس کا مزاج بگڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے بنیادی عقیدے کی خرابی کو واضح کیا ہے۔

﴿قَالَ قَرِیْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَیْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍۢ بَعِیْدٍ﴾

''اُس کا ساتھی کہے گا: ''اے ہمارے رب! میں نے اُسے سرکش نہیں بنایا بلکہ خود ہی یہ دُور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا'' (27)

سوال: شیطان کے اظہار براءت کی وضاحت ﴿قَالَ قَرِیْنُهٗ ... بَعِیْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ قَرِیْنُهٗ﴾ ''اُس کا ساتھی کہے گا'' قرین سے مراد وہ شیطان ہے جو دنیا میں انسان کو گمراہ کیا کرتا تھا۔ یہ شیطان انسان کو دیکھ کر قیامت کے دن اپنی براءت ظاہر کرے گا۔ (مختصر ابن کثیر: 1924/2) اور اسی کو گمراہی اور گناہ کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے کہے گا۔

(2) ﴿رَبَّنَا مَآ اَطْغَیْتُهٗ﴾ ''اے ہمارے رب! میں نے اُسے سرکش نہیں بنایا'' یعنی اے میرے رب! میرا تو اختیار نہیں تھا، میں نے تو اسے سرکش نہیں بنایا، یہ خود اپنے اختیار سے گمراہ ہو کر حق سے دور نکل گیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ﴾ ''اور شیطان کہے گا: جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی۔'' (ابراہیم: 22)

(3) شیطان کہے گا میرا کوئی دباؤ تو نہیں تھا۔ بس میں نے پکارا تو تم نے میری مان لی۔ اب مجھے ملامت نہ کرو، خود کو ملامت ملامت کرو اور میرا تم پر کوئی زور نہیں تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾ "بلکہ خود ہی یہ دُور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا" یعنی یہ خود ہدایت سے دور اور شرک اور شر میں مبتلا تھا۔

﴿قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ﴾

"ارشاد ہوگا: "میرے پاس جھگڑا نہ کرو اور میں نے تمہاری جانب ڈرانے کا پیغام پہلے بھیجا تھا" (28)

سوال: آج جھگڑا نہ کرو، تم پر حجت تمام کردی گئی تھی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...بِالْوَعِيْدِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ "ارشاد ہوگا" رب العزت فرمائیں گے۔

(2)﴿لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ﴾ "میرے پاس جھگڑا نہ کرو" میرے پاس نہ جھگڑو کیونکہ آج جھگڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

(3)﴿وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ﴾ "اور میں نے تمہاری جانب ڈرانے کا پیغام پہلے بھیجا تھا" یعنی میں نے تو پہلے ہی رسول اور کتابیں بھیج کر حجت تمام کردی اور جہنم سے تمہیں متنبہ کر دیا تھا۔

(4) یہ بات اللہ تعالیٰ کافروں اور ان کے دوست شیطانوں سے کہیں گے کہ یہاں انصاف کی عدالت میں جھگڑنے کی ضرورت نہیں، نہ ہی اس کا کوئی فائدہ ہونے والا ہے۔ میں نے تمہیں پہلے ہی رسولوں کے توسط سے تنبیہات کر دی تھیں۔

ع 2/14 16

﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَ مَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾

"نہ میرے پاس بات بدلی جاتی ہے اور میں اپنے بندوں پر ہرگز ظلم ڈھانے والا نہیں ہوں" (29)

سوال: ﴿مَا يُبَدَّلُ...لِّلْعَبِيْدِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ﴾ "نہ میرے پاس بات بدلی جاتی ہے" میری بات سچی ہے، بدلنے والی نہیں، میں نے فیصلہ کر رکھا ہے، ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ "اور تیرے رب کی وہ بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب ہی سے ضرور بھر دوں گا۔" (ہود:119)

(2) اس سے مراد ہے کہ جو وعدے میں نے کیے تھے ان کے خلاف نہیں ہوگا۔ ہر صورت میں وعدے پورے کیے جائیں گے۔ اسی اُصول کے تحت میری طرف سے تمہارے لیے عذاب کا فیصلہ ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔

(3)﴿وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ "اور میں اپنے بندوں پر ہرگز ظلم ڈھانے والا نہیں ہوں" میں کسی دوسرے کے گناہ کی وجہ سے اسے عذاب دینے والا نہیں ہوں۔ ہر کسی کو اس کے گناہ پر عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ (مختصر ابن کثیر:1925/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) میں ان کے اچھے برے اعمال پر جزا سزا دیتا ہوں۔ میں ان کی برائیوں میں اضافہ یا نیکیوں میں کمی نہیں کرتا۔

(5) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے، سو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔'' (مسلم:2577)

﴿يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾

''جس دن ہم جہنم سے کہیں گے: ''کیا تو بھر گئی؟'' اور وہ کہے گی: ''کیا کچھ مزید ہے؟'' (30)

سوال: اللہ تعالیٰ کے جہنم سے سوال اور جہنم کے جواب کی وضاحت ﴿يَوْمَ ... مِنْ مَّزِيْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ﴾ ''جس دن ہم جہنم سے کہیں گے: ''کیا تو بھر گئی؟'' اللہ رب العزت قیامت کے دن جہنم سے پوچھے گا کہ بھری ہو یا نہیں؟ یہ سوال جہنم میں ڈالے گئے لوگوں کی کثرت کی وجہ سے ہوگا۔

(2) ﴿وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾ ''اور وہ کہے گی: ''کیا کچھ مزید ہے؟'' وہ جواب میں کہے گی۔ یعنی جب اس میں ہر کافر، جن اور انسان کو ڈال دیا جائے گا تو وہ اپنے اندر مجرموں کے اضافے کا مطالبہ کرتی رہے گی۔

(3) رب العزت نے جہنم کو بھرنے کا جو وعدہ کر رکھا ہے: ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''میں ضرور جنوں اور انسانوں سب سے جہنم کو بھر دوں گا'' (السجدۃ:13) اس کی وجہ سے جہنم جب اپنے رب کو ناراض اور غیظ وغضب میں دیکھے گی تو: ﴿هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾ کیا کچھ مزید ہے؟ کا مطالبہ کرتی رہے گی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہنم میں دوزخیوں کو ڈالا جائے گا اور وہ کہے گی: ﴿هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ؟﴾ کہ کچھ اور بھی ہے؟ یہاں تک کہ اللہ رب العزت اپنا قدم اس پر رکھے گا اور وہ کہے گی کہ بس بس۔'' (بخاری:4848)

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(ایک مرتبہ) دوزخ اور جنت میں بحث ہوئی۔ دوزخ نے کہا، مجھ میں تو وہ لوگ آئیں گے جو بڑے مغرور اور سرکش ہونگے۔ جنت نے کہا میرا کیا حال ہے؟ مجھ میں تو وہ لوگ آئیں گے جو غریب اور دھتکارے ہوئے ہوں گے؟ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تیرے ذریعے سے رحم کروں گا۔ اور دوزخ سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، میں تیرے ذریعے سے اپنے جن بندوں کو چاہوں گا عذاب دوں گا اور میں تم دونوں کو بھر دوں گا، لیکن دوزخ نہیں بھرے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں اس میں رکھ دے گا۔ اس وقت وہ کہے گی کہ بس بس بس! اور اس کا بعض حصہ بعض

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دوسرے حصے پر چڑھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ رہی جنت تو (اس میں بھی جگہ بچ جائے گی، یہاں تک کہ) اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا (اور اس جگہ کو آباد کرے گا)۔" (بخاری:4850)

﴿وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ﴾

"اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی، کچھ دُور نہیں رہے گی" (31)

سوال: جنت نیک لوگوں کے قریب کردی جائے گی، اس کی وضاحت ﴿وَاُزْلِفَتِ...بَعِيْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ﴾ "اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی، کچھ دُور نہیں رہے گی" اس دن جنت نیک لوگوں کے قریب کردی جائے گی جو دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر نیک کام کرتے رہے اور عذاب کے خوف سے اللہ تعالیٰ کے نواہی سے رکتے رہے۔

(2) نیک لوگوں سے جنت اتنی قریب کردی جائے گی کہ وہ اس کا مشاہدہ کرسکیں گے۔

(3) جو چیز یقینی طور پر آنے والی ہو وہ دور نہیں ہوتی قریب ہوتی ہے۔

﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ﴾

"یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اُس شخص کے لیے جو بہت رجوع کرنے والا، بڑی حفاظت کرنے والا ہو" (32)

سوال: جنت کا وعدہ کن لوگوں سے کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿هٰذَا...حَفِيْظٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ﴾ "یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اُس شخص کے لیے جو بہت رجوع کرنے والا، بڑی حفاظت کرنے والا ہو" یعنی یہ جنت اور اس کی ساری نعمتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص سے وعدہ کر رکھا ہے جو ﴿اَوَّابٍ﴾ اور ﴿حَفِيْظٍ﴾ ہو۔

(2) ﴿اَوَّابٍ﴾ سے مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف کثرت سے رجوع کرنے والا، توبہ کرنے والا، گناہوں سے باز رہنے والا، تمام اوقات میں محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا، اس سے استعانت طلب کرنے والا، اس سے خوف رکھنے والا، اس سے امید باندھنے والا اور اس پر توکل کر کے اس سے دعائیں مانگنے والا ہے۔

(3) ﴿حَفِيْظٍ﴾ سے مراد اخلاص اور تکمیل کے ساتھ کامل ترین طریقے سے اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل کرتا ہے نیز اس کی حدود کی حفاظت کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2608/3) (4) جو اللہ تعالیٰ کی حدود اور اس کے ساتھ کیے گئے عہد کی حفاظت کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ﴾

''جو بن دیکھے رحمان سے ڈر گیا اور رجوع کرنیوالا دل لایا'' (33)

سوال: ﴿مَنْ خَشِيَ ... مُّنِيْبِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ﴾ ''جو بن دیکھے رحمان سے ڈر گیا'' یہ اواب اور حفیظ کا بیان ہے جو اپنے رب کی پوری معرفت اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے اس سے ڈرتا ہے، اپنی حالت غیب یعنی جب وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوتا ہے، تو خشیت الٰہی کا التزام کرتا ہے اور یہی حقیقی خشیت ہے۔ رہی وہ خشیت جس کا اظہار لوگوں کی نظروں کے سامنے اور ان کی موجودگی میں کیا جائے تو اس میں کبھی کبھی ریا اور شہرت کی خواہش کا شائبہ آجاتا ہے۔ یہ حقیقی خشیت پر دلالت نہیں کرتی۔ فائدہ مند خشیت تو صرف وہی ہے جو کھلے اور چھپے ہر حال میں ہو۔ (تفسیر سعدی: 2608/3)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾ ''آپ صرف اُسی شخص کو خبردار کرتے ہیں جس نے نصیحت کی پیروی کی اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا سو اُسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دیں۔'' (یٰس: 11)

(3) یعنی جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھا اور اس کو یاد کر کے اس کی آنکھیں بہہ نکلیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنا سایہ نصیب فرمائیں گے جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہیں ہوگا۔ (ان میں سے) ساتواں آدمی وہ ہوگا جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔'' (بخاری: 660)

(4) ﴿وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ﴾ ''اور رجوع کرنیوالا دل لایا'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والا دل لے کر آیا۔ اس حال میں کہ اس کے دل کی ہر خوشی، اس کا ہر داعیہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں جذب ہو گیا ہو۔

(5) سیدنا ابو بکر وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غیب کی علامت یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ادب کو ہر وقت مستحضر رکھے، اور اس کے سامنے تواضع اور عاجزی سے رہے، اور اپنے نفس کی خواہشات کو چھوڑ دے۔ (معارف القرآن: 147/8)

﴿ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ﴾

''(ان سے کہا جائے گا) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہی اَبدی زندگی کا دن ہے'' (34)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1: جنتیوں کے لیے سلامتی کے پیغام کی وضاحت ﴿اُدْخُلُوْهَا ... الْخُلُوْدِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ﴾ ''(ان سے کہا جائے گا) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ'' خوش نصیب لوگوں سے کہا جائے گا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ۔

(2) جنت میں داخلے کے وقت فرشتے بھی سلام کریں گے۔(البحرالمحیط:540/9)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جنت میں جائے گا وہ ہمیشہ سکون سے رہے گا، اسے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ اس کی جوانی کبھی ختم ہوگی۔'' (مسلم:7156)

(4) ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ﴾ ''یہی اَبدی زندگی کا دن ہے'' یعنی ایسا دن جسے کبھی زوال نہیں آئے گا، نہ موت نہ کسی قسم کی کوئی تکلیف۔

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنت والوں کو جنت میں اور دوزخ والوں کو دوزخ میں داخل کرے گا، پھر ایک پکارنے والا ان کے درمیان کھڑا ہوگا اور کہے گا، اے جنت والو! اب موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو! اب موت نہیں ہے۔ اب ہر ایک ہمیشہ اسی حال میں رہے گا جس حال میں وہ ہے۔'' (مسلم:7183)

سوال2: سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اب کسی خوف اور خطرے، کسی اندیشے کے بغیر جنت میں داخل ہوجاؤ۔

﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ﴾

''اُن کے لیے وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس مزید بھی ہے'' (35)

سوال: جنتی جنت میں جو چاہیں گے ملے گا، اس کی وضاحت ﴿لَهُمْ ... مَزِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا﴾ ''اُن کے لیے وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے'' جنتی جو چاہیں گے جنت میں پائیں گے۔ یعنی ہر وہ چیز جس سے خواہش و چاہت وابستہ ہوگی۔

(2) ﴿وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ﴾ ''اور ہمارے پاس مزید بھی ہے'' یعنی ثواب، جسے رحمن و رحیم ان کے لیے بڑھاتا رہے گا، جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی اس کا گزر ہوا ہے۔ سب سے بڑا، سب سے جلیل اور سب سے افضل ثواب اللہ تعالیٰ کے چہرہ انور کا دیدار، اس کے کلام کی سماعت اور اس کے قرب کی نعمت ہوگی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی انہی لوگوں میں شامل کردے۔ (تفسیر سعدی:2609,2608/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مزید سے مراد اللہ تعالیٰ کے چہرے پر نظر ڈالنے اور اس کے دیدار کی نعمت ہوگی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی اُن کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے۔'' (یونس:26)

(4) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنت والوں سے کہے گا: اے جنت والو! وہ بولیں گے: حاضر تیری خدمت کے لیے مستعد، ساری بھلائی تیرے دونوں ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا تم خوش ہو؟ وہ جواب دیں گے: کیوں نہیں ہم خوش ہوں گے اے رب! اور تو نے ہمیں وہ چیزیں عطاء کی ہیں جو کسی مخلوق کو نہیں عطاء کیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں تمہیں اس سے افضل انعام نہ دوں؟ جنتی پوچھیں گے: اے رب! اس سے افضل کیا چیز ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں اپنی خوشی تم پر اتارتا ہوں اور اب کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔'' (بخاری:7518)

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ

''اور ہم نے اُن سے پہلے کئی قوموں کو ہلاک کر دیا جو پکڑنے میں اُن سے زیادہ سخت تھیں چنانچہ وہ شہروں میں ڈھونڈتے ہی رہ

هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ﴾

گئے کہ کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے؟'' (36)

سوال: پہلے انبیاء کو جھٹلانے والی قومیں ہلاک ہوئیں، اس کی وضاحت ﴿وَكَمْ ... مِنْ مَّحِيْصٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ ''اور ہم نے اُن سے پہلے کئی قوموں کو ہلاک کر دیا'' یعنی ان سے پہلے بھی جھٹلانے والی بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا۔

(2) ﴿هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا﴾ ''جو پکڑنے میں اُن سے زیادہ سخت تھیں'' جو ان سے تعداد میں زیادہ تھیں، جو ان سے قوت میں بڑھ کر تھیں، جنہوں نے زمین کو ان سے زیادہ آباد کر رکھا تھا اور دنیا میں بڑی یادگاریں چھوڑ گئی تھیں۔

(3) ﴿فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ﴾ ''چنانچہ وہ شہروں میں ڈھونڈتے ہی رہ گئے'' یعنی وہ زمین میں دور دراز ملکوں تک لمبے تجارتی سفر کرتے تھے۔

(4) انہوں نے نہایت مضبوط قلعے اور بلند عمارتیں تعمیر کیں، باغات لگائے، نہریں نکالیں، کھیت اگائے، زمین کو آباد کیا اور ہلاک ہو گئے۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا اور اس کی آیات کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دردناک سزا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور سخت عذاب کے ذریعے سے گرفت میں لے لیا۔(تفسیر سعدی:2609/3)

(5)﴿هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ﴾ ''کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے؟'' ﴿مَّحِيْصٍ﴾ کے معنی جائے پناہ کے ہیں۔جب اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انہیں آگھیرا تو اس وقت بھاگنے کی، بچنے کی جگہیں ہی تلاش کرتے رہے۔بھلا اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کوئی بھاگ کر کہاں جاسکتا ہے!(6)پہلی قوموں کے واقعات میں اہلِ بصیرت کے لئے بڑی بصیرت ہے۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾

''بلاشبہ اس میں ہر اُس شخص کے لیے یقیناً سبق ہے جس کا دل ہو یا وہ کان لگائے جب کہ وہ (دلی طور پر) حاضر رہنے والا ہو''(37)

سوال:قوموں کے عروج وزوال میں کس کے لیے بڑی نصیحت ہے،اس کی وضاحت ﴿اِنَّ فِيْ...شَهِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ﴾ ''بلاشبہ اس میں ہر اُس شخص کے لیے یقیناً سبق ہے جس کا دل ہو'' قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے یعنی اس میں زندہ دل رکھنے والوں کے لئے بڑا سبق ہے۔(جامع البیان:181/26)

(2)یعنی ایک عظیم،زندہ،ذہین اور پاک دل،جب آیات الٰہی میں سے کوئی آیت اس پر گزرتی ہے،تو اس سے نصیحت حاصل کر کے فائدہ اٹھاتا ہے اور بلند مقام پر فائز ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:2609/3)

(3)﴿اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ﴾ ''یا وہ کان لگائے جب کہ وہ (دلی طور پر) حاضر رہنے والا ہو'' یعنی سن کر سمجھنے والے کے لئے،جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو غور سے سنتا ہے اس کے لئے نصیحت ہے۔

(4)اسی طرح جو کوئی کان لگا کر آیات الٰہی کو اس طرح غور سے سنتا ہے جس سے رشد و ہدایت حاصل ہوتی ہے اور اس کا قلب ﴿شَهِيْدٌ﴾ حاضر رہنے والا ہو تو وہ بھی تذکر،نصیحت،شفاء اور ہدایت سے بہرہ مند ہوتا ہے۔رہا روگردانی کرنے والا شخص جو آیات الٰہی کو غور سے نہیں سنتا تو اس شخص کو آیات الٰہی کوئی فائدہ نہیں دیتیں کیونکہ اس کے پاس قبولیت کا مادہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اس شخص کی ہدایت کا تقاضا نہیں کرتی جس کا یہ وصف ہو۔(تفسیر سعدی:2609/3)

(5)یعنی سنتے وقت جس کا دل حاضر ہو اور پورے حواس میں رہ کر سنے۔(ایسر التفاسیر:1517)

(6)ابو صالح نے کہا:مومن قرآن سنتا ہے اور وہ اس پر گواہ ہوتا ہے۔(جامع البیان:18/26)

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّ

''اور بلاشبہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے یقیناً چھ دنوں میں پیدا کر دیا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ﴾

ہمیں تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں" (38)

سوال: اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ...مِنْ لُّغُوْبٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ "اور بلاشبہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان ہے یقیناً چھ دنوں میں پیدا کر دیا" یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی خبر ہے۔ اس نے اپنی تمام مخلوقات کو اپنی مشیت اور اپنی قدرت سے تخلیق کیا ہے۔

(2) ﴿وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ﴾ "اور ہمیں تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں" اللہ رب العزت نے یہود کو خبردار کیا ہے جنہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق کو جمعہ کے دن مکمل کیا اور ہفتے کو آرام کیا۔ اس وجہ سے وہ ہفتے کے دن آرام کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 1518) (3) اللہ تعالیٰ کو تھکاوٹ نے چھوا تک نہیں۔

(4) اس آیت میں قیامت کا اور زندگی بعد الموت کا ثبوت ہے کیونکہ جو آسمان و زمین کی مخلوق بنانے پر قادر ہو اور تھکان محسوس نہ کرے وہ مردے زندہ کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہوگا۔ (مختصر ابن کثیر: 1927/2)

﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

"جو کچھ وہ کہتے ہیں سو اس پر صبر کرو اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہو طلوعِ آفتاب

وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾

اور غروبِ آفتاب سے پہلے" (39)

سوال: صبر کے حکم کی وضاحت ﴿فَاصْبِرْ...الْغُرُوْبِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ﴾ "جو کچھ وہ کہتے ہیں سو اس پر صبر کرو" یعنی آپ جھٹلانے والوں کی باتوں پر صبر کریں اور انہیں احسن طریقے سے چھوڑ دیں۔

(2) ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ "اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہو طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے" اور سورج کے طلوع اور غروب سے پہلے اور رات کے اوقات میں اور نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) اللہ تعالیٰ کی یاد انسان کے دل کو اطمینان دیتی ہے، اسے سکون ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے انسان کے لئے صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

(4) سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے (اور چاند کی چودہ تاریخ تھی) آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے، جیسے اس چاند کو بے تکلف دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں تمہیں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اگر تم سے ہو سکے تو ایسا کرو کہ سورج نکلنے سے پہلے کی نماز اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز قضا نہ ہونے دو۔'' اس کے بعد سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ ''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہو طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے'' (بخاری:4851)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بڑے ہلکے ہیں، لیکن میزان میں بڑے بھاری اور رحمن کو بہت پیارے ہیں (اور وہ ہیں) ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اللہ تعالیٰ پاک ہے اپنی تعریفوں اور خوبیوں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے، عظمتوں والا ہے۔'' (مسلم:6847، بخاری:6406)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ یہ کلمات پڑھے: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ﴾ ''تو اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے، اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔'' (بخاری:6405)

(7) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تجھے ایسا کلمہ نہ بتلاؤں جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب کلام ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ﴾ ''پاک ہے اللہ تعالیٰ، اپنی تعریف کے ساتھ۔'' (مسلم:1436)

﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾

''اور رات کے کچھ حصے میں بھی اور سجدوں کے بعد بھی اُس کی تسبیح کرو'' (40)

سوال: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ ... السُّجُوْدِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ﴾ ''اور رات کے کچھ حصے میں بھی اس کی تسبیح کرو'' یعنی رات میں بھی نماز پڑھو جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ ''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بے دار رہیں یہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے، قریب ہے آپ کا رب آپ کو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مقام محمود پر فائز کردے۔'' (بنی اسرائیل:79)

(2)﴿وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾ ''اور سجدوں کے بعد بھی'' سجدوں کے بعد بھی یعنی نماز کے بعد تسبیح کرنے کا حکم دیا ہے۔

(3)سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سجدہ اور رکوع میں اکثر یہ پڑھا کرتے تھے:﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ﴾(اس دعا کو پڑھ کر) آپ قرآن حکیم کے حکم پر عمل کرتے تھے۔(بخاری:817)

(4)مجاہد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں تمام نمازوں کے بعد تسبیح پڑھنے کا حکم دیا تھا۔آپ کا مقصد اللہ تعالیٰ کے ارشاد:﴿وَاَدْبَرَ السُّجُوْدِ﴾ کی تشریح کرنا تھا۔(بخاری:4852)

(5)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس آدمی نے ہر نماز کے بعد تینتیس(33)مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس(33)مرتبہ الحمدللہ اور تینتیس(33)مرتبہ اللہ اکبر کہا تو یہ ننانوے(99)(کی تعداد) کلمات ہوگئے اور سو (100) کا عدد پورا کرنے کے لیے:﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''کوئی معبود عبادت کے لائق نہیں مگر اللہ، اکیلا ہے وہ، اس کا کوئی شریک نہیں۔اسی کی ہے سلطنت اور اسی کیلئے سب تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے'' تو اس کے سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔چاہے وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔(مسلم:1352)(6)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس غریب مہاجر آئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! مال دار لوگ بلند درجے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں حاصل کر چکے۔آپ ﷺ نے فرمایا:''کیا مطلب؟'' انھوں نے کہا، وہ نماز پڑھتے ہیں، جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں، جیسے ہم رکھتے ہیں، لیکن (مال دار ہونے کی وجہ سے) وہ صدقہ دیتے ہیں، جو ہم نہیں دے سکتے۔وہ غلام آزاد کرتے ہیں، جو ہم نہیں کر سکتے۔آپ ﷺ نے فرمایا:''کیا میں تمھیں ایک ایسا عمل نہ بتاؤں کہ (جب تم اسے کرو تو) تم ان (کے مقام) کو پالو جو تم سے آگے ہیں اور ان سے ہمیشہ (مقام میں) آگے رہو جو تم سے پیچھے ہیں اور تم سے کوئی بھی افضل نہیں ہوگا، سوائے اس کے جو یہی عمل کرے؟'' انھوں نے کہا کہ ضرور اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا:''تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس مرتبہ ''سبحان اللہ'' ''الحمدُ للہ'' ''اللہ اکبر'' پڑھ لیا کرو۔'' وہ غریب مہاجر دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ یارسول اللہ! ہمارے مال دار بھائیوں نے بھی اس عمل کے متعلق سن لیا ہے اور انہوں نے بھی اس پر عمل شروع کر دیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:''پھر یہ تو اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے دے۔'' (بخاری:843)

﴿وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور کان لگا کر سنو! جس دن پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا'' (41)

سوال: ﴿وَاسْتَمِعْ ... قَرِيبٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ﴾ ''اور کان لگا کر سنو! جس دن پکارنے والا پکارے گا'' یعنی جب سیدنا اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو ان کی پکار کو غور سے سنو۔ (2) ﴿مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ﴾ ''قریب کی جگہ سے'' یعنی آج تو قیامت کے بارے میں شک ہے جب وہ صور کی آواز سنیں گے تو کسی ایسی جگہ سے جو ان کے قریب ہوگی۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا﴾ ''جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ لبیک کہو گے اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑی دیر ہی رہے'' (بنی اسرائیل: 52)

﴿يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ﴾

''جس دن وہ چنگھاڑ کو حق کے ساتھ سن لیں گے، وہی نکلنے کا دن ہوگا'' (42)

سوال: ﴿يَوْمَ يَسْمَعُونَ ... الْخُرُوجِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ﴾ ''جس دن وہ چنگھاڑ کو حق کے ساتھ سن لیں گے'' جس دن وہ صورِ اسرافیل کو سن لیں گے اور یہ بعث کے لیے ہوگا۔ ساری مخلوقات وہ ہولناک چنگھاڑ سنیں گی اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

(2) ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُم قِيَامٌ يَنظُرُونَ﴾ ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو وہ بے ہوش ہو کر گر جائے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اس میں دوسری بار صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔'' (الزمر: 68) (3) ﴿ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ﴾ ''وہی نکلنے کا دن ہوگا'' یعنی وہ قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا۔

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں قیامت کے دن آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔'' (مسلم: 5940)

﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ﴾

''یقیناً ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے'' (43)

سوال: زندگی، موت اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں، اس کی وضاحت ﴿إِنَّا نَحْنُ ... الْمَصِيرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ﴾ ''یقیناہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ہی تخلیق کیا اور وہی موت دے گا اور دوبارہ زندہ کرے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اِعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اعلیٰ صفت اُسی کے لیے ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (الروم:27)

(2)﴿وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ﴾ ''اور ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے'' یعنی ساری مخلوق اعمال کی جزا کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جائے گی اور وہ اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دے گا۔

﴿يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ﴾

''جس دن اُن پر سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ (نکل کر) تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے، یہ حشر ہم پر بہت ہی آسان ہے'' (44)

سوال: ﴿يَوْمَ تَشَقَّقُ...يَسِيْرٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا﴾ ''جس دن اُن پر سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ (نکل کر) تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے'' یعنی جس دن زمین پھٹے گی تو لوگ آواز دینے والے کی طرف دوڑیں گے۔

(2) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں قیامت کے دن آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔'' (مسلم:5940)

(3)﴿ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ﴾ ''یہ حشر ہم پر بہت ہی آسان ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں کوئی تھکان یا مشقت نہیں۔ یہ حشر بہت آسان ہے اس کے لیے جو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ﴾ ''اور ہمارا حکم ایک ہی بار پلک جھپکنے کی طرح ہوتا ہے۔'' (القمر:50)

(4)﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے'' (لقمان:28)

﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ

''ہم اس کو زیادہ جاننے والے ہیں لوگ جو باتیں بناتے ہیں اور آپ اُن پر کوئی جبر کرنے والے نہیں ہو، تو آپ اس قرآن سے اُس شخص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾

کو نصیحت کردو جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے" (45)

سوال: رسول اللہ ﷺ کو جو تسلی دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿نَحْنُ... وَعِيْدِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ﴾ "ہم اس کو زیادہ جاننے والے ہیں لوگ جو باتیں بناتے ہیں" یعنی ہم جانتے ہیں جو وہ آپ سے تکلیف دہ باتیں کرتے ہیں جن سے آپ غم زدہ ہوتے ہیں، جب ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں تب آپ کو معلوم ہو گیا کہ ہم آپ پر کیسی عنایت رکھتے ہیں، آپ کے معاملات کو کیسے آسان بناتے ہیں اور آپ کو آپ کے دشمنوں کے خلاف کیسے مدد سے نوازتے ہیں۔ پس آپ کے دل کو خوش اور آپ کے نفس کو مطمئن ہونا چاہیے اور تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ ہم آپ ﷺ پر اس سے زیادہ رحمت و رافت رکھتے ہیں جو آپ خود اپنے آپ پر رکھتے ہیں۔ اس لئے آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے وعدے کے انتظار اور اولوالعزم رسولوں کی سیرت کے ذریعے سے تسلی حاصل کرنے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہے۔ (تفسیر سعدی: 2611/3)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ (٩٧) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (٩٨) وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (٩٩)﴾ "اور بلا شبہ یقیناً ہم جانتے ہیں آپ کا سینہ بے شک اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔ چنانچہ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آ جائے۔" (الحجر: 97-99)

(3) یہ کفار کے لیے وعید ہے اور نبی ﷺ کے لئے تسلی ہے۔ (البحر المحیط: 544/9) (4) ﴿وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ﴾ "اور آپ اُن پر کوئی جبر کرنے والے نہیں ہو" یعنی آپ کو لوگوں پر مسلط نہیں کیا گیا کہ آپ انہیں مومن اور متقی بنائیں۔

(5) ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾ "آپ اس قرآن سے اُس شخص کو نصیحت کردو جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے" یعنی اے محمد ﷺ! آپ قرآن کے ذریعے انہیں اللہ تعالیٰ کی وعید سے ڈرائیں میرے احکامات کی مخالفت اور میری نافرمانی سے ڈریں۔

(6) یہاں تذکیر سے مراد وہ نصیحت ہے جو عقل و فطرت میں راسخ ہے یعنی نیکی سے محبت کرنا، اس کو ترجیح دینا اور اس پر عمل کرنا نیز بدی کو ناپسند کرنا اور اس سے دور رہنا۔ اس تذکیر سے وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وعید سے ڈرتے ہیں اور رہے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی وعید سے خائف ہیں نہ اس پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کو نصیحت کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان پر حجت قائم ہوتی ہے، تاکہ وہ یہ نہ کہیں ﴿مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ﴾ ’’ہمارے پاس نہ کوئی خوش خبری دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈرانے والا‘‘ (المائدہ:19)(تفسیر سعدی:2611/3)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (٢١) لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (٢٢)﴾ ’’پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔ آپ اُن پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔‘‘ (الغاشیہ:22,21)

(8) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کو سن کر یہ دعا کرتے: ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ يَّخَافُ وَعِيْدَكَ وَيَرْجُوْا مَوْعِدَكَ يَابَآرُّ يَارَحِيْمُ﴾ یعنی اے اللہ! تو ہمیں ان میں سے کر جو تیری سزاؤں کے ڈراوے سے ڈرتے ہیں اور تیری نعمتوں کے وعدے کی امید لگائے ہوئے ہیں، اے بہت زیادہ احسان کرنے والے اور بہت زیادہ رحم کرنے والے۔ (ابن کثیر:178/5)

اٰيَاتُهَا 60 | سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ | رُكُوْعَاتُهَا 3

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کے تین رکوع اور ساٹھ آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 51 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 67 ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا﴾

’’قسم ہے ان ہواؤں کی جو اُڑا کر بکھیرنے والی ہیں‘‘ (1)

سوال: ﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا﴾ ’’قسم ہے ان ہواؤں کی جو اُڑا کر بکھیرنے والی ہیں‘‘ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی عظیم مخلوقات پر قسم ہے جن کو اس امر پر دلیل بنایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا جو وعدہ کیا ہے وہ سچا ہے۔ اس کو آنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ (2) ﴿وَالذّٰرِيٰتِ﴾ سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو اڑا کر بکھیر دیتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿ذَرْوًا﴾ ''جو اُڑا کر بکھیرنے والی ہیں'' اپنی نرمی، اپنے لطف، اپنی قوت اور زور سے چلتی ہیں۔ (تفسیر سعدی:2612/3)

(4) رب العزت نے ہوا کی قسم کھا کر یقین دلایا ہے کہ قیامت آنے والی ہے۔

﴿فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا﴾

''پھر بڑے بوجھ کو اُٹھانے والی ہیں'' (2)

سوال: ﴿فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا﴾ ''پھر بڑے بوجھ کو اُٹھانے والی ہیں'' اس سے مراد بادل ہیں جو پانی کا بوجھ اٹھا لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس پانی سے زمین پر زندگی کے نظام کو چلاتے ہیں اور انسانوں اور جانوروں اور دیگر مخلوقات کو بہت سا فائدہ پہنچاتے ہیں۔

(2) رب العزت نے بادلوں کی قسم کھا کر یقین دلایا ہے کہ سمندروں کے کھاری پانی کو نفع بخش بنانے اور انسانوں تک پہنچانے کے لیے کیسے water cycle کام کرتا ہے اور لاکھوں ٹن پانی کیسے انسانوں کے پاس ان کے علاقوں میں، ان کے فائدے کے لیے پہنچایا جاتا ہے۔

﴿فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا﴾

''پھر جو آسانی سے چلنے والی ہیں'' (3)

سوال: ﴿فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا﴾ ''پھر جو آسانی سے چلنے والی ہیں'' اس سے مراد کشتیاں ہیں جو سمندروں میں سہولت سے چلتی ہیں۔ (جامع البیان:192/26)

(2) وہ ستارے جو نہایت آسانی اور سہولت کے ساتھ چلتے رہتے ہیں، جن سے آسمان مزین ہوتے ہیں، جن کی مدد سے بحر و بر کی تاریکیوں میں راہیں تلاش کی جاتی ہیں، اور ان کے ذریعے سے فائدے اٹھائے جاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2612/3)

(3) رب العزت نے ستاروں کے نظام کی قسم کھا کر یقین دلایا ہے کہ قیامت آنے والی ہے۔ جو رب اتنا بے خطا نظام بنا سکتا ہے، اس نظام کو انسانوں کے لیے مفید بنا سکتا ہے، وہ ہر چیز کو اس کے انجام تک پہنچا سکتا ہے، وہ اس دنیا کا نظام بھی قیامت کے دن انجام تک پہنچا دے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا﴾

''پھر بڑے کام (بارش) کو تقسیم کرنے والی ہیں'' (4)

سوال: ﴿فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا﴾ ''پھر بڑے کام (بارش) کو تقسیم کرنے والی ہیں'' ملائکہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو مخلوق پر تقسیم کرتے ہیں۔ (جامع البیان: 192/26)

(2) ملائکہ جو رزق، بارش وغیرہ کو اپنے رب کے حکم سے تقسیم کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 1520)

(3) اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے اوامر و تدبیر کو نافذ کرتے ہیں۔ ان میں ہر فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کے امور میں سے کسی امر کی تدبیر پر مقرر کر رکھا ہے اس لیے جو حدود مقرر کر دی گئی ہیں وہ ان سے تجاوز کر سکتا ہے نہ ان میں کچھ کمی کر سکتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2612/3) (4) رب العزت ملائکہ اور ان کی ذمہ داریوں کی قسم کھا کر قیامت کا یقین دلاتے ہیں کہ جو رب زندگی کے سپورٹ سسٹم کے لیے اپنے فرشتوں کی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے وہ موت کے لیے اور قیامت کے لیے ایک حکم دے گا اور قیامت واقع ہو جائے گی۔

﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ﴾

''تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ بلاشبہ سچا ہے'' (5)

سوال: قیامت کا وعدہ سچا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ﴾ ''تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ بلاشبہ سچا ہے'' یہ جواب قسم ہے۔ یعنی آپ کے رب نے آپ سے جو وعدے کیے ہیں وہ سچے ہیں۔ وہ وعدے خیر کے ہوں یا شر کے، اس کے لیے برابر ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 1519) (2) اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ قیامت کا دن آنے والا ہے۔

(3) ہواؤں کا چلنا، بادلوں کا پانی اُٹھانا، سمندروں میں کشتیوں کا چلنا، فرشتوں کا مختلف کام انجام دینا قیامت کے واقع ہونے پر دلیل ہے کیونکہ جس ذات کے یہ سارے کام ہیں اُسی ذات نے تمام انسانوں کو زندہ کرنا ہے۔

﴿وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ﴾

''اور بے شک جزا واقع ہونے والی ہے'' (6)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: حساب کتاب یقینی ہے، اس وضاحت ﴿وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ﴾ ''اور بے شک جزا واقع ہونے والی ہے'' قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ قیامت کا دن ہے جب لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ (جامع البیان: 192/26)

(2) مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: حساب، ثواب وعقاب واجب ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ (جامع البیان: 192/26) (3) قیامت کا دن یقینا آنے والا ہے، اسے آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

(4) جزا اُس نے دینی ہے، انصاف اُس رب نے کرنا ہے جو انصاف کے ساتھ ہواؤں کو چلاتا ہے، بادلوں کو پانیوں سمیت اُٹھاتا ہے، کشتیوں کو چلاتا ہے۔ جو رب دنیا میں انصاف کرتا ہے وہ آخرت میں بھی انصاف کرے گا۔

﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ﴾

''آسمان کی قسم! جو راستوں والا ہے'' (7)

سوال: ﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ﴾ ''آسمان کی قسم! جو راستوں والا ہے'' یعنی ساتوں آسمانوں کی قسم۔ (تفسیر طبری: 196/26)

(2) اور آسمان خوب صورت اور ہموار ہے، اس کی بناوٹ عمدہ ہے، مضبوط ہے، وسیع ہے، تاروں سے جگمگاتا ہے۔

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: بہت خوب صورت ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: زینت ہے۔ (جامع البیان: 26/ 195) (4) خوبصورت راستوں والے آسمان کی قسم! یہ راستے ریگزاروں کے راستوں اور چشموں کے پانی سے، جب ان کو نسیم سحر نے چھیڑا ہو، مشابہت رکھتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2612/3)

(5) ''حبک'' حبیکہ کی جمع ہے۔ کپڑے کی بناوٹ میں جو دھاریاں ہو جاتی ہیں ان کو حبک کہا جاتا ہے۔ وہ چونکہ راستہ اور سڑک کے مشابہ ہوتی ہیں اس لئے راستوں کو بھی حبک کہہ دیا جاتا ہے، بہت سے حضرات مفسرین نے اس جگہ یہی معنی مراد لئے ہیں کہ قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے، راستوں سے وہ راستے بھی مراد ہو سکتے ہیں جن سے فرشتے آتے جاتے ہیں اور اس سے مراد ستاروں اور سیاروں کے راستے اور ان کے مدار بھی ہو سکتے ہیں، جو دیکھنے والوں کو آسمان میں نظر آتے ہیں۔ (تفسیر مظہری، تفسیر معارف القرآن: 158/8)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ﴾

''بلاشبہ تم یقیناً مختلف باتوں میں پڑے ہوئے ہو''(8)

سوال:﴿اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ﴾''بلاشبہ تم یقیناً مختلف باتوں میں پڑے ہوئے ہو''یعنی اہل مکہ قرآن اور نبی ﷺ کے بارے میں تمہارے قول مختلف ہیں۔تم میں سے کوئی کہتا ہے کہ قرآن جادو،شعر اور کہانت ہے اور کوئی کہتا ہے یہ نبی ﷺ جھوٹا، جادوگر یا شاعر ہے۔(ایسر التفاسیر:1520)

(2)قرآن کے بارے میں لوگوں کے قول مختلف ہیں۔کوئی ایسا ہے کہ جو اس کی تصدیق کرتا ہے اور کوئی اس کو جھٹلاتا ہے۔(تفسیر طبری:117/26)

(3)﴿اِنَّكُمْ﴾''بلاشبہ تم''یعنی اے رسول اللہ کو جھٹلانے والے مشرکو!

(4)﴿لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ﴾''یقیناً مختلف باتوں میں پڑے ہوئے ہو''ابن زید رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تم میں سے کوئی کہتا ہے جادوگر ہے۔کوئی کہتا ہے کاہن ہے،کوئی کہتا ہے شاعر ہے۔(تفسیر طبری:446/11)

(5)تمہارے قول مختلف ہیں۔کسی ایک بات پر تم متفق نہیں ہو۔

﴿يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ﴾

''اس(قیامت)سے وہی بہکایا جاتا ہے جو پہلے ہی بہکا دیا گیا''(9)

سوال:﴿يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ﴾''اس (قیامت)سے وہی بہکایا جاتا ہے جو پہلے ہی بہکا دیا گیا''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے گمراہ وہی ہوتا ہے جو خود بہکا ہوا ہو۔

(2)مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:اس سے دور وہی ہوتا ہے جو بھلائیوں سے دور ڈال دیا گیا ہے۔

(3)حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:قرآن مجید سے وہ ہٹتا ہے جو اسے پہلے ہی سے جھٹلانے پر کمر کس لیے ہو۔(تفسیر ابن کثیر:180/5)

(4)پس اس سے وہی پھرتا ہے جو ایمان سے پھرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یقینی دلائل و براہین سے منہ موڑتا ہے۔ان کے قول میں اختلاف اس کے فاسد اور باطل ہونے پر دلالت کرتا ہے جس طرح حق، جسے رسول مصطفیٰ محمد ﷺ لے کر آئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں، متفق علیہ ہے، اس کا ایک حصہ دوسرے کی تصدیق کرتا ہے، اس میں کوئی تناقص ہے، نہ کسی قسم کا اختلاف اور یہ چیز اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے نیز یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ ''اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں وہ یقیناً بہت زیادہ اختلاف پاتے۔'' (النساء:82)(تفسیر سعدی:2613/3)

(5) یعنی ایسی حالت گمراہ شخص ہی کی ہوتی ہے کیونکہ باطل کا وہی مطیع ہوتا ہے اور جو صحیح راہ سے بھٹک جاتا ہے اور صحیح سمجھ اور تجربہ سے محروم ہوتا ہے۔ فرمایا: ﴿فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ (١٦١) مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ (١٦٢) اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ (١٦٣)﴾ ''پس یقیناً تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ تم کسی کو فتنے میں ڈالنے والے نہیں ہو۔ مگر وہ جو جہنم میں پہنچنے والا ہے۔'' (الصافات:161-163)

﴿قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ﴾

''مارے گئے بے دلیل بات کرنے والے'' (10)

سوال: قیامت میں شک کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، اس کی وضاحت ﴿قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ﴾ ''مارے گئے بے دلیل بات کرنے والے'' یعنی غارت ہوں جھوٹ بولنے والے جو موت کے بعد کی زندگی کا عقیدہ نہیں رکھتے۔

(2) خراصون یعنی جھوٹے۔

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قیامت میں شک کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1930/2)

(4) اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان لوگوں پر جو جھوٹ باندھتے ہیں اور باطل پر خوش ہوتے ہیں۔ (جامع البیان:197/26)

﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ﴾

''وہ جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں'' (11)

سوال: ﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ﴾ ''وہ جو غفلت میں'' یعنی وہ کفر، جہالت، شک، کفر اور گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿سَاهُوْنَ﴾ ''بھولے ہوئے ہیں'' اور آخرت سے غافل ہیں، اسے بھولے ہوئے ہیں۔

(3)غفلت میں ڈوبے ہوئے اور بھولے ہوئے لوگ بے سند باتیں کرتے ہیں، شک کرتے ہیں، بے مقصد زندگی گزارتے ہیں۔

﴿يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ﴾

''پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب آئے گا؟''(12)

سوال:﴿يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَسْـَٔلُوْنَ﴾ ''پوچھتے ہیں'' وہ شک، انکار اور جھٹلانے کی غرض سے پوچھتے ہیں۔

(2)﴿اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ﴾ ''کہ جزا کا دن کب آئے گا'' جزا کا دن کب آئے گا جب انہیں دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

(3)یہ سوال انہوں نے موت کے بعد کی زندگی کو بعید سمجھتے ہوئے کیا تھا۔

﴿يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ﴾

''جس دن وہ آگ میں جلائے جائیں گے''(13)

سوال:جزا کے دن کے بارے میں سوال کا جو جواب دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿يَوْمَ...يُفْتَنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:﴿يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ﴾ ''جس دن وہ آگ میں جلائے جائیں گے'' انہوں نے استہزا کے طور پر سوال کیا تھا کہ جزا کا دن کب آئے گا؟ ان کو جواب دیا گیا: جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے جیسے سونے کو آگ پر تپایا جاتا ہے۔

﴿ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾

''چکھو اپنے جلنے کا مزہ، یہ وہی ہے جسے تم جلدی مانگتے تھے''(14)

سوال:جس عذاب کی جلدی مچاتے تھے اس کا مزہ چکھو، اس کی وضاحت ﴿ذُوْقُوْا...تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ﴾ ''چکھو اپنے جلنے کا مزہ'' یعنی اپنے عذاب اور جلنے کا مزہ چکھو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)فتن کے لغوی معنی سونا یا چاندی کو کٹھالی میں ڈال کر تپانا، گلانا اور کھوٹ معلوم کرنا ہے۔ سابقہ آیت میں یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے اور فتنہ کا لفظ دراصل آزمائش کے معنی میں آتا ہے جس میں سختی بھی پائی جائے اور اکثر برے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی آزمائش، دکھ، رنج، رسوائی، شرارت، عبرت، عذاب، مرض ہے اور فتان بمعنی شر انگیز انسان اور شیطان ہے (منجد) اس لحاظ سے اس لفظ کا ایک وہی مطلب ہے جو ترجمہ سے واضح ہے اور دوسرا معنی عذاب لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اپنی شرارتوں کا بدلہ یا عذاب چکھو۔ (تیسیر القرآن:294/4)

(3)﴿هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''یہ وہی ہے جسے تم جلدی مانگتے تھے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا عذاب جس میں تمہیں ڈالا گیا ہے وہی ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے کہ قیامت کب آئے گی؟

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾

''یقیناً پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہوں گے'' (15)

سوال: متقیوں کی جزا کی وضاحت ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''یقیناً پرہیزگار'' یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکتے ہیں۔

(2)﴿فِيْ جَنّٰتٍ﴾ ''باغوں میں ہوں گے'' ایسے باغات میں ہوں گے جس کے پھل کبھی ختم نہ ہوں گے۔ جن کی مثال اس دنیا میں ملتی ہے یا ایسے جن کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔

(3)﴿وَّعُيُوْنٍ﴾ ''اور چشموں میں'' یعنی وہ بہتے ہوئے چشموں میں ہوں گے جن سے باغوں کو سیراب کیا جائے گا اور متقی ان سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکال لیں گے۔

(4)رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ (١٧) فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (١٨) كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (١٩) مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (٢٠)﴾ ''متقی لوگ بلاشبہ باغوں اور بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔ وہ اُن نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والے ہوں گے اس سے جو اُن کے رب نے انہیں دیا، اور اُن کے رب نے اُنہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا لیا ہے۔ خوب مزے سے کھاؤ اور پیو اُس کے بدلے میں جو تم عمل کیا کرتے تھے۔ وہ صف بہ صف تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے ان کا نکاح کر دیا سفید رنگت اور بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔'' (الطور:17-20)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ﴾

''لینے والے ہیں جو کچھ اُن کا رب اُنہیں دے گا، یقیناوہ اس سے پہلے ہی نیکی کرنے والے تھے''(16)

سوال: ﴿اٰخِذِيْنَ... مُحْسِنِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ﴾ ''لینے والے ہیں جو کچھ اُن کا رب اُنہیں دے گا'' اس میں اس معنی کا احتمال ہے کہ اہل جنت کا آقا، ان کی نعمتوں کے بارے میں تمام آرزوئیں پوری کرے گا اور وہ اپنے آقا سے راضی ہو کر یہ نعمتیں قبول کریں گے، اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، ان کے نفوس خوش ہوں گے، وہ ان کو بدلنا چاہیں گے نہ اس سے منتقل ہونے کی خواہش کریں گے۔ (جنت میں) ہر شخص کو اتنی نعمتیں عطا ہوں گی کہ وہ اس سے زیادہ طلب نہیں کرے گا۔ (تفسیر سعدی: 2615،2614/3)

(2) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنتی لوگوں سے فرمائے گا: اے جنتیو! وہ کہیں گے: اے رب! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے: ہم کیسے راضی نہ ہوں؟ ہم کو تو تو نے اتنا کچھ دیا کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں تم کو اس سے بھی بہتر کوئی چیز دوں؟ وہ عرض کریں گے، اے رب! اس سے بہتر کون سی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ کہ میں تم پر اپنی رضامندی نازل کرتا ہوں اور میں اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' (مسلم: 7140)

(3)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ﴾ ''یقیناوہ اس سے پہلے ہی نیکی کرنے والے تھے'' یعنی جنت کی نعمتیں پانے سے پہلے دنیا میں خلوص کے ساتھ عمل کرتے تھے۔

(4) یعنی وہ رب کی عبادت ایسے کرتے تھے گویا اسے دیکھ رہے ہوں اور اگر اسے دیکھنے کی کیفیت پیدا نہیں کر سکتے تھے تو یہ کیفیت لیے ہوئے ہوتے تھے کہ ان کا رب انہیں دیکھ رہا ہے۔

(5) وہ انسانوں کے ساتھ نیکی، بھلائی اور خیر خواہی کا معاملہ کرتے تھے۔ وہ انہیں اپنے علم، مال وجاہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے فائدہ پہنچاتے تھے۔

﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾

''رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے''(17)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: اللہ والے رات کو کم سویا کرتے تھے، اس کی وضاحت ﴿كَانُوْا ... يَهْجَعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾ ''رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے'' یعنی رات کے کچھ حصے میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے۔ کوئی رات ایسی نہیں ہوتی جس میں وہ تہجد نہ پڑھیں۔

(2) ﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾ ''رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے'' خالق کی عبادت میں احسان کی بہترین نوع، تہجد کی نماز ہے جو اخلاص اور قلب ولسان کی موافقت پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے فرمایا ان کی راتوں کی نیند بہت کم ہوتی تھی۔ رات کے اکثر حصے میں نماز، قرأت، دعا، اور آہ وزاری کے ذریعے سے اپنے رب کے حضور جھکے رہتے تھے۔ (تفسیر سعدی: 2615/3)

(3) سیدنا زید بن اسلم رحمہ اللہ سے قبیلہ بنو تمیم کے ایک شخص نے کہا: اے ابو سلمہ یہ صفت تو ہم میں نہیں پائی جاتی کہ ہم رات کو بہت کم سوتے ہوں بلکہ ہم تو بہت کم وقت عبادت میں گزارتے ہیں تو آپ نے فرمایا: ''وہ شخص بھی بہت ہی خوش نصیب ہے جو نیند آئے تو سو جائے اور جاگے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔'' (تفسیر ابن کثیر) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں جھروکے ہیں کہ جن کے اندر سے ان کا باہر نظر آتا ہے ان کے باہر سے ان کا اندر نظر آتا ہے'' سو آپ ﷺ کے سامنے ایک اعرابی کھڑا ہو گیا اور عرض کی: اے نبی اللہ ﷺ! وہ کن لوگوں کے لیے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کے لیے ہیں جنہوں نے اچھا کلام کیا یعنی شیریں زبانی سے حق گوئی کی اور کھانا کھلایا اور پے در پے ہمیشہ روزے رکھے یعنی سوائے ایام ممنوعہ کے اور رات کو جب سب سوتے ہیں اللہ کے لیے نماز پڑھی یعنی تہجد۔'' (ترمذی: 2527)

(4) سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو آپ ﷺ کی طرف لوگ دوڑے اور کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ آئے ہیں۔ چنانچہ میں بھی لوگوں کے ساتھ آیا کہ آپ ﷺ کو دیکھوں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک مجھ پر ظاہر ہوا تو میں نے پہچانا کہ یہ چہرہ جھوٹ بولنے والے کا نہیں اور آپ ﷺ نے جو کلام پہلے کیا وہ یہ تھا: ''اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور تہجد کی نماز پڑھو جب لوگ سوتے ہوں، سلامتی سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' (ترمذی: 2485)

﴿وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾

''اور سحری کے اوقات میں وہ بخشش مانگا کرتے تھے'' (18)

سوال: اللہ والے سحری کے اوقات میں بخشش مانگتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَبِالْاَسْحَارِ﴾''اور سحری کے اوقات میں''یعنی فجر طلوع ہونے سے بڑی دیر پہلے۔

(2)﴿هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾''وہ بخشش مانگا کرتے تھے''وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے۔وہ اپنی نماز کو طلوع سحر کے وقت تک لمبا کرتے تھے۔پھر قیام اللیل کے بعد بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے تھے۔سحر کے وقت استغفار میں ایسی فضیلت اور خاصیت ہے جو کسی اور وقت استغفار کرنے میں نہیں،جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان واطاعت کے وصف میں فرمایا:﴿وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾''اور سحری کے اوقات میں بخشش مانگنے والے ہیں۔''(آل عمران:17)(تفسیر سعدی:2615/3)

(3)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور فرماتا ہے،ہے کوئی مجھ سے دعا مانگنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ہے کوئی مجھ سے کسی چیز کا سوال کرنے والا کہ میں وہ چیز اسے دے دوں؟کیا ہے کوئی مجھ سے(اپنے گناہوں کی)معافی طلب کرنے والا کہ میں اسے معاف کردوں؟فجر طلوع ہونے تک اللہ تعالیٰ یہی فرماتا ہے۔''(بخاری:1145)

(4)سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا توبہ کرلے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرلے۔(یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا)جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔''(مسلم:6989)

﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾

''اور اُن کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق تھا''(19)

سوال:اللہ والوں کے مال میں سب کا حصہ ہے،اس کی وضاحت﴿وَفِيْٓ...وَالْمَحْرُوْمِ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ﴾''اور اُن کے مالوں میں حق تھا''اللہ والوں کی پہلی صفت بیان کرنے کے بعد کہ وہ راتوں کو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں دوسری صفت بیان کی کہ ان کے مالوں میں سب کا حصہ ہے۔وہ لوگوں کے حقوق کو نہیں بھولتے،وہ واجب حق یعنی زکوٰۃ بھی نکالتے ہیں اور مستحب حق بھی نکالتے ہیں یعنی وہ حسن سلوک بھی کرتے ہیں اور صلہ رحمی بھی۔(2)﴿لِّلسَّآئِلِ﴾''سائل کا''ان محتاجوں کے لیے جو لوگوں سے سوال کرتے ہیں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''سائل کا حق ہے خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔''(ابوداؤد:1665)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿وَالْمَحْرُوْمِ﴾ ''اور محروم کا'' یعنی ان محتاجوں کے لیے جو لوگوں سے سوال نہیں کرتے۔

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے پاس چکر کاٹتا پھرتا ہے، تاکہ اسے دو ایک لقمے یا دو ایک کھجوریں مل جائیں، بلکہ حقیقی مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے بے پروا ہو جائے اور نہ لوگوں کو علم ہے کہ وہ مسکین ہے کہ اسے صدقہ دیں اور نہ وہ لوگوں سے کچھ مانگتا ہے۔'' (بخاری:1479)

(5)مال میں سائلوں اور محروموں کا حق وہ تسلیم کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے عظیم ہونے اور آخرت کی جواب دہی کا شعور ہو۔

﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ﴾

''اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں'' (20)

سوال: یقین کرنے والوں کے لیے زمین کا ہر ذرہ خالق کی پکار ہے، اس کی وضاحت ﴿وَفِي الْاَرْضِ... لِّلْمُوْقِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ﴾ ''اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں'' یعنی یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں خالق کی قدرت کے بہت نشانات ہیں۔ یہ پہاڑ، سمندر، دریا، درخت، نباتات، قسم قسم بوٹیاں، طرح طرح کے حیوانات، سر بفلک چوٹیاں، لوگوں کی زبانوں، رنگوں اور عادات کے اختلافات، لوگوں کی عقلوں اور حرکتوں کا فرق، سعادت اور بدبختی میں فرق، خالق کی عظمت، اس کی طاقت اور قدرت کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں۔ اس نے کسی مخلوق کو بے کار پیدا نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یقین کرنے والوں کے لیے زمین کا ہر ذرہ خالق کی پکار ہے۔

﴿وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾

''اور خود تمہاری ذات میں بھی تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟'' (21)

سوال: خالق کا ثبوت، اپنے اندر ہی جھانک کر دیکھ لو، اس کی وضاحت ﴿وَفِيْٓ... تُبْصِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ﴾ ''اور خود تمہاری ذات میں بھی'' یعنی اے لوگو! تمہاری اپنی ذات میں خالق کا ثبوت ہے۔ اپنے اندر جھانک کر دیکھو۔

(2)﴿اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو'' یعنی اگر تم غور و فکر کرو تو تم اپنے خالق کی واحدانیت کو جان لو گے۔

(3)سیدنا ابن زید رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں یہ آیت تلاوت کی ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر یکا یک تم انسان ہو کہ پھیلتے جا رہے ہو۔'' (الروم:20)(جامع البیان:212/27)

(4) اپنی ذات کی نشانیاں اُن کے لئے مفید ہوتی ہیں: (i) جو بصیرت رکھتے ہیں۔ (ii) جو غور و فکر کرتے ہیں۔ (iii) جو سبق حاصل کرنا چاہتے ہوں۔

﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ﴾

''اور آسمان ہی میں تمہارا رزق ہے اور وہ بھی جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو'' (22)

سوال: انسان کا رزق اور ثواب و عقاب آسمان میں ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَفِي السَّمَآءِ...تُوْعَدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ﴾ ''اور آسمان ہی میں تمہارا رزق ہے'' رزق سے مراد وہ ہے جو آسمان سے نازل ہوتا ہے جیسے بارش، دینی رزق اور دنیاوی رزق۔

(2) ﴿وَمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ ''اور وہ بھی جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو'' یعنی ثواب و عقاب اللہ تعالیٰ کے پاس آسمانوں میں ہیں۔ لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔

(3) یعنی دنیا و آخرت میں جزا و سزا کا جو وعدہ کیا گیا ہے، یہ جزا و سزا دیگر تقدیروں کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آیات الٰہی کو بیان کر کے ان پر اس طرح متنبہ فرمایا جس سے عقل مند اور ذہین شخص تنبہ حاصل کرتا ہے تو اس نے قسم کھائی کہ اس کا وعدہ اور اس کی جزا و سزا حق ہیں۔ تب ظاہر اور واضح ترین چیز سے اس کو تشبیہ دی اور وہ نطق ہے۔ چنانچہ فرمایا: (تفسیر سعدی:2616/35)

﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ﴾

ع 1 23 18

''چنانچہ قسم ہے آسمان و زمین کے رب کی! یقیناً وہ بالکل حق ہے اس کی طرح کہ یقیناً تم باتیں کرتے ہو'' (23)

سوال: اللہ کی قسم، قیامت و جزا برحق ہے، اس کی وضاحت ﴿فَوَرَبِّ...تَنْطِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ﴾ ''چنانچہ قسم ہے آسمان و زمین کے رب کی! یقیناً وہ بالکل حق ہے اس کی طرح کہ یقیناً تم باتیں کرتے ہو'' یعنی جیسے تمہیں اپنی زبان کے بولنے میں شک

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نہیں اسی طرح تمہیں جزا وسزا میں شک نہیں ہونا چاہیے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت والی ذات کی قسم کھا کر یقین دلایا کہ اس نے ان سے جو قیامت کا اور زندگی بعد الموت اور جزا کا وعدہ کر رکھا ہے وہ برحق ہے، ضرور پیش آنے والا ہے۔ جس طرح گفتگو کے وقت گفتگو میں شک نہیں کیا جاتا اسی طرح اس میں شک نہ کیا جائے۔

﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ﴾

''کیا آپ کو ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟'' (24)

سوال: ﴿هَلْ اَتٰىكَ... الْمُكْرَمِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هَلْ اَتٰىكَ﴾ ''کیا آپ کو پہنچی ہے'' کیا آپ کے پاس نہیں آئی؟

(2) ﴿حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ﴾ ''ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر'' یعنی ان فرشتوں کی خبر نہیں پہنچی جو سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے؟ ان معزز فرشتوں کو رب العزت نے حکم دیا تھا کہ وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہو کر جائیں۔ فرشتے معزز مہمانوں کی شکل میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (3) اس سوال سے نبی ﷺ کو بتایا جا رہا ہے کہ آپ اس قصے کے بارے میں نہیں جانتے۔ وحی کے ذریعے آپ کو خبر دی جا رہی ہے۔

﴿اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴾

''جب وہ اُس کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کہا، اُس نے بھی سلام کہا، کچھ اجنبی لوگ ہیں'' (25)

سوال: فرشتوں کے سلام اور ابراہیم علیہ السلام کے جواب کی وضاحت ﴿اِذْ دَخَلُوْا... مُّنْكَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا﴾ ''جب وہ اُس کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کہا'' جب فرشتے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کہا۔

(2) ﴿قَالَ سَلٰمٌ﴾ ''اُس نے بھی سلام کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں جواب پڑھا دیا تو کہا کہ تم پر بھی سلام ہو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا﴾ ''اور جب تمہیں سلامتی کی کوئی دُعا دی جائے تو تم اس سے بہتر سلامتی کی دُعا دو یا اُتنا ہی لوٹا کر دو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا پورا حساب کرنے والا ہے۔'' (النساء:86)

(3) ﴿قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴾ ''کچھ اجنبی لوگ ہیں'' یعنی تم اجنبی لوگ ہو، اپنا تعارف کرواؤ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ﴾

''پس وہ چپکے سے اپنے گھر والوں کی طرف گیا تو وہ ایک موٹا تازہ (بھنا ہوا) بچھڑا لے آیا'' (26)

سوال: ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی مہمان نوازی کی وضاحت ﴿فَرَاغَ ... سَمِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ﴾ ''پس وہ چپکے سے اپنے گھر والوں کی طرف گیا'' وہ چپکے سے اپنے گھر گئے تا کہ مہمانوں کی ضیافت کا سامان کر سکیں۔

(2) ﴿فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ﴾ ''تو وہ ایک موٹا تازہ (بھنا ہوا) بچھڑا لے آیا'' سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اپنے جانوروں میں سے ایک موٹا تازہ بچھڑا بھون کر مہمانوں کے سامنے لے کر گئے جیسا کہ سورۃ ہود میں رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ابراہیم کے پاس ہمارے فرشتے خوش خبری کے ساتھ آئے، اُنہوں نے کہا سلام ہے، اُس نے کہا سلام ہے، پھر اس نے دیر نہیں کی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا۔'' (ہود:69)

﴿فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾

''پھر اُسے اُن کے قریب کیا اُس نے کہا: ''کیا آپ کھاتے نہیں؟'' (27)

سوال: ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے مہمانوں سے سوال کی وضاحت ﴿فَقَرَّبَهٗٓ ... تَاْكُلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ﴾ ''پھر اُسے اُن کے قریب کیا'' سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے بچھڑے کو فرشتوں کے قریب کیا۔

(2) ﴿قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾ ''اُس نے کہا: ''کیا آپ کھاتے نہیں؟'' کہنے لگے کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں؟

(3) یہ بات سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اس وقت کہی جب انہوں نے دیکھا کہ کھانا سامنے رکھا ہے لیکن مہمان کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے۔

﴿فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ﴾

''تو اُس نے اُن سے دل میں خوف محسوس کیا، اُنہوں نے کہا: ''ڈریئے نہیں!'' اور اُنہوں نے اُسے ایک صاحبِ علم لڑکے کی خوشخبری دی'' (28)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں سے خوف محسوس کیا اور مہمانوں نے صاحب علم لڑکے کی خوش خبری دی، اس کی وضاحت ﴿فَاَوْجَسَ...عَلِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً﴾ ''تو اُس نے اُن سے دل میں خوف محسوس کیا'' جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں نے کھانا نہیں کھایا تو انہیں خوف محسوس ہوا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ﴾ ''تو جب دیکھا ان کے ہاتھ اُس کی طرف نہیں پہنچ رہے تو انہیں اجنبی جانا اور ان سے ایک قسم کا خوف محسوس کیا، انہوں نے کہا: ''ڈرو نہیں بلاشبہ ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے۔'' (ہود:70)

(2) ﴿قَالُوْا لَا تَخَفْ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''ڈریے نہیں'' فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی صورت حال بھانپ کر کہا خوف نہ کریں۔ انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس مقصد سے آگاہ فرمایا جس کے لیے وہ آئے تھے۔ یعنی انہوں نے بتایا کہ ہم سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

(3) ﴿وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ﴾ ''اور اُنہوں نے اُسے ایک صاحب علم لڑکے کی خوشخبری دی'' اس سے مراد سیدنا اسحاق علیہ السلام ہیں۔ (4) یہ خوش خبری سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سیدہ سارہ علیہا السلام نے سنی۔

﴿فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ﴾

''تو اُس کی بیوی حیرت میں آگے بڑھی پس اس نے اپنے منہ پر ہاتھ مارا اور کہا: ''بانجھ بڑھیا ہوں'' (29)

سوال: بیٹے کی خوش خبری پر ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے ردعمل کی وضاحت ﴿فَاَقْبَلَتِ...عَقِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ﴾ ''تو آگے بڑھی اُس کی بیوی'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی خوشی سے فرشتوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔ (2) ﴿فِيْ صَرَّةٍ﴾ ''حیرت میں'' یعنی انہوں نے چیخ ماری۔

(3) ﴿فَصَكَّتْ وَجْهَهَا﴾ ''پس اس نے اپنے منہ پر ہاتھ مارا'' یہ اس نوع کی کیفیت ہے جو خوشی اور مسرت کے ایسے اقوال وافعال کے وقت طاری ہو جایا کرتی ہے جو طبیعت اور عادت کے خلاف ہوا کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2613/3)

(4) ﴿وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ﴾ ''اور کہا: ''بانجھ بڑھیا ہوں'' اور کہا مجھے بیٹا کیوں کر ہو سکتا ہے، میں تو ایک بڑھیا ہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ایسی عمر کو پہنچ گئی ہوں جس عمر میں عورتیں بچوں کو جنم نہیں دیتیں، مزید برآں میں تو بانجھ ہوں اور میرا رحم بچوں کو جنم دینے کے قابل نہیں۔ پس یہاں دو اسباب ہیں، دونوں ہی بچے کی ولادت سے مانع ہیں۔ سورہ ہود میں سیدہ سارہ نے ایک تیسرے مانع کا بھی ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ﴾ ''اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب چیز ہے۔'' (ہود:72) (تفسیر سعدی:2617/3)

﴿قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''ایسے ہی آپ کے رب نے کہا ہے، بلاشبہ وہ بڑی حکمت والا، بے حد علم والا ہے'' (30)

سوال: فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کی حیرت کو دور کرنے کے لیے جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... الْعَلِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''ایسے ہی آپ کے رب نے کہا ہے'' فرشتوں نے کہا یہ تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ وہ تقدیریں بنانے والا جس کے لیے جو چاہتا ہے مقدر کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

(2) ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ﴾ ''بلاشبہ وہ بڑی حکمت والا، بے حد علم والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو چیزوں کو ان کے مقام اور مرتبے پر رکھتا ہے۔ اس نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اس کی حکمت کے سامنے سر جھکا دو اور اس کے انعامات کا شکر ادا کرو۔

(3) (i) اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے میں بیٹے کی خوش خبری سے اپنی حکمت کا شعور دلایا ہے کہ آنے والے بچے نے اس دنیا میں کیا کردار ادا کرنا ہے اس کو ماں تو نہیں جانتی لیکن اللہ الحکیم ہے، وہ ساری ضرورتوں اور مصلحتوں کو خوب سمجھتا ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے علم والے لڑکے کی بشارت دے کر اپنے العلیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ ہر ایک کا علم اس کے پاس ہے۔ اسی کے علم سے جہان بھر میں ہر طرح کے فائدے حاصل کیے جاتے ہیں۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے علم والے لڑکے کی بشارت دے کر یہ شعور دلایا کہ ہر زمانے کے حالات کا علم رب کو ہے وہی اپنے علم کے مطابق جہان میں لانے کے فیصلے کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

النور پبلیکیشنز